

محبوب الاخلاق

اخلاق محسنی

ادب کا پانی کا حاکم القدر السلسلہ یہاں ہے
میر حبیب

راجہ راجیشور راؤ۔ اصغر خلیفہ راجا داپت راؤ ہمالیوت بہادر سہتان دو مکندہ

مؤلف و مترجم کتب متعددہ

(۱۵۶۹)

باہتمام بابو منوہر لال بھارگوپتر پرنٹ

مطبع منشی نوکل شو بھنوی طبع ہوا

اعلان۔ حق تالیف اس کتاب کا بھتی نوکلشور پریس محفوظ ہے

اطلاع - اس مطبع میں برہم و فن کی کتب کا ذخیرہ سلسلہ وار فروخت کے لیے موجود ہے جسکی فہرست مطول ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے مل سکتی ہے جسکے معائنہ و ملاحظہ سے شائق اصلی حالات کتب کے معلوم فرما سکتے ہیں قیمت بھی ارزان ہے اس کتاب کے ٹیبل و پیج کے زیر جو سامنے ہیں انہیں بھی کتب اخلاق و تصوف آرو کی درج کرتے ہیں تاکہ جس فن کی یہ ہے اس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدر دانوں کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو

| نام کتاب | قیمت | نام کتاب | قیمت |
|--|------|----------------------------------|------|
| کتب اخلاق و تصوف آرو | | سیرت محمدیہ - مطبوعہ غیر | ۱ |
| آرو ترجمہ غنیۃ الطالبین عربی | | جامع الاخلاق - ترجمہ | ۵ |
| قدیم مستند تصنیف غوث الاعظم | | اخلاق جلالی | |
| حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی کا | | باب دانش - مولفہ مولوی | |
| حامل المتن آرو ترجمہ ہے بخوبی یہ | | محمد کریم بخش | |
| ہے کہ ہر صفحہ میں دو کالم ہیں ایک میں | | وخیرہ سعادت - ترجمہ | |
| عربی عبارت اسی قدر ہے جس قدر دوسرے | | بجائے بلاس کی بستک و فصل | ۱ |
| کالم میں آرو ترجمہ ہے جدید ترجمہ | | اول و آخر کا ترجمہ تہذیب اخلاق | |
| اور اس قدر مقبول ہوا کہ اگرچہ ترجمہ کو | | مین - مولفہ لالہ لال جی صاحب | |
| تھوٹا زمانہ ہوا مگر دوسرا ایڈیشن | | اوقات عزیزی - از سید | |
| طبع ہوا ہے جسکا کاغذ وغیرہ کل امور | | غلام حیدر خان | |
| ایڈیشن اول سے بہتر ہے بلکہ عمدہ ہیں | ۳ | ترجمہ عوارف المعارف - کمال | |
| ایضاً کاغذ زرد | ۳ | دو جلد میں ترجمہ مولانا ابوالحسن | |
| ایضاً کاغذ حربہ دوم | ۳ | فرید آبادی مرحوم | |
| | | خزینہ دانش - ہوشمند کی | |



ایک غیر فانی ہستی نے قسم قسم کی خلقت پیدا کر کے عقول بشری کو عجیب طرح کی کشمکش میں ڈال دیا ہے۔ اس نے نہ صرف اسی پر اکتفا کی کہ عالم کون و فساد کو تماشا گاہ کی طرح بنا کر رکھ کر دیا جہاں غیر انجام مین اور بے حس مادی اجسام کچھ دیر تک ہاتھ پانوں مار کر اور دیکھنے والوں کو مہینساؤ لاکر ہمیشہ کے لیے غائب ہو جائیں بلکہ ایک مسلسل خلقت پیدا کر کے اپنی لاتعد و لا تحصى نعمات اور نہ فنا ہونے والی ہستی کا ثبوت دیا ہے۔

اس گونا گون عالم اجسام میں کیسے کیسے ٹھائے نظر آتے ہیں اور کیسے دلچسپ اور کس قدر بھولناک نظارے پیش آتے رہتے ہیں جن سے نہ صرف ہمارے قلوب ہی متاثر ہوتے ہیں بلکہ ہمارے دل و دماغ پر ایک پائدار کیفیت طاری ہو جاتی ہے اگر ایسا ہی تماشا گاہ عالم میں خلقت کا وجود ہوتا جو بغیر کسی قسم کے احساس ثبات کے اپنی زندگی پورا کرتی رہتین تو بلاشبہ نہ ہم اپنی موجودہ حالت میں رہتے

نہ مشکلات اور افکار میں مبتلا ہوتے۔ باقاعدہ اور مہذب طرز زندگی کا نہ کھوج لگتا نہ بے انتہا ذمہ داریوں کا بوجھ لا داجاتا۔ مگر اب اس قسم کی حکایتوں کا رائج لا چھڑنا ہمارے لیے بیکار ہے اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ طرح طرح کی خلقت میں اس قادر مطلق نے مساوات کا قاعدہ مرجی نہیں رکھا درجہ بدرجہ۔ رفتہ رفتہ ہر ایک حالت میں جس طرح تغیر ہوتا ہے ویسا ہی مخلوق اکی میں بھی اعلیٰ و ادنیٰ کی ظاہری طور پر قائم رکھی ہے اور فضیلت نے ہر ایک نوع مخلوق کی جداگانہ حالت بنا رکھی ہے اور جب تک کہ ہر ایک نوع و صنف مخلوق اپنی زندگی کے دن پورا کرتی ہے۔ اسی دوران حیات میں ایک بدیہی فرق آپس میں محسوس ہو رہا ہے۔ بیشک یہ امتیازی حالت بہت کچھ غور و فکر کے لائق ہے۔ کیونکہ اس نے نہ صرف طرح طرح کی جداگانہ حیثیتیں قائم کی ہیں بلکہ عام فرق کے ساتھ ذمہ داریوں کا بار گران بھی افضل و اعلیٰ مخلوق پر ڈال دیا ہے اور وہ سوا حضرت انسان کے اور کون ہو سکتے ہیں جو مخلوقات اکی میں بڑی شان و شوکت کے ساتھ جلوہ افگن ہوئے ہیں اور اشرف المخلوقات کہے جانے کے ساتھ ہی ایسی گران بار ذمہ داریوں کو اپنے سر پر اٹھا لیا ہے کہ بسا اوقات طاقت برداشت ہوئے میں شک ہوتا رہتا ہے۔

انسان کو ایسی ایسی ظاہری اور باطنی قوتیں دی گئی ہیں جنہوں نے اُنکے محل حیات اور چند روزہ مقام زندگی کو آراستہ و پیراستہ کر کے نہایت دلچسپ بنا دیا ہے عقل و ہوش اور قوت ادراک نے اُنکھیں کھول دی ہیں۔ اور وہ اپنے اپنے مفوضہ امور کی انجام دہی میں مصروف ہونے کے لیے انسان کو مجبور کر رہی ہیں۔ جو بات کہ اول ہی وہلہ میں طے کرنے کے لیے ہمارے سامنے پیش ہوتی ہے وہ حیات یا زندگی کا ہی ہے۔ کیونکہ انسان اپنی بیش بہا قوتوں کے ساتھ ایک ایسی زنجیر میں جکڑ دیا گیا ہے کہ بغیر دراندیشی اور عقل سے کام لے ہوئے اُسکے مصائب سے رہائی نہیں ہو سکتی۔

اس کا کام یہ ہے کہ مدت معینہ تک زندگی بسر کرے گویا وہ ایک خاص اور محدود مدت کے لیے زنجیر قید میں پھنس گیا ہے مگر حضرت انسان نے بھی اسی چند روزہ حیات کے لیے کیسی سرگرمی اور عام جدوجہد کے لیے اپنے کو تیار کیا ہے۔ زندگی اگر عجیب ہے یا وہ بے انتہا صدقات کو اپنے ساتھ لیے ہوئے ہے یا وہ اس قابل نہیں جو اسے کوئی اختیار کرے تو یہ سب صورتیں انسان ہی نے اپنی قوتوں کے استعمال سے پیدا کی ہیں۔ ہزار کچھ وہ اس کا لبد خاکی میں گھیر لیا کرے مگر اب تو اسی کی بے انتہا اور ہمیشہ جاری رہنے والی کوششوں نے زندگی کے صفحات روشن کر دیے ہیں اور دنیا میں بسر کرنے کے لیے ہر قسم کا سامان جسے وہ اپنے رفع حاجات اور خواہشوں کے لیے ضروری سمجھتا ہے مہیا کر دیے ہیں۔ ہر ایک طرح کی سوسائٹیاں قائم ہیں جا بجا بستیاں موجود ہیں مختلف اطراف میں ملک آباد ہیں اور ہر جگہ معاشرت انسانی کا حیرت میں ڈالنے والا منظر پیش ہے۔ نہ صرف خشکی میں بلکہ غور سے دیکھو تو بحیری آبادیاں بھی ان جہازوں کی بدولت قائم ہیں جو مشرق اور مغرب اور شمال و جنوب کی طنائیں اپنی تیزی رفتار سے ملاتے رہتے ہیں۔ یہ تمام حالات جو عجیب عجیب صورت میں ہمارے سامنے پیش ہیں وہ ہماری توجہ کو اپنی جانب کھینچ رہے ہیں اور ہم کو مجبور کر رہے ہیں کہ ہم غور و فکر سے کام لیں اور سوچیں کہ آخر اس کا مقصد کیا ہے یہ تو سمجھی جانتے ہیں کہ کو نوع انسان کا وجود نہیں مٹا اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کب مٹے گا مگر فرداً فرداً ہر ایک شخص کی زندگی بہت ہی قلیل ہے۔ نہ وہ زمانہ دراز تک شخصی زندگی کا وجود قائم رکھ سکتا ہے۔ لہذا ہر ایک کے لیے یہ سوال قابل غور ہے کہ اس مختصری زندگی کا مقصد کیا ہے کیا جو انقلابات روز پیش آتے رہتے ہیں کیا جو غمناک اور اندوہ لگن حادثات مل کو توڑتے رہتے ہیں بس انہیں کے غم میں رہنا اور انہیں تفکرات میں جان دے کر زندگی سے نجات پانا مقصود ہے

یاد کہ مسرت اور خوشی کی حالت میں جب تک وہ زندہ رہے بسر کرے اور خاک بر سر کن غم ایام را، کے مقولہ پر عمل کرے۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر مقدم الذکر حالت میں زندگی بسر ہو یعنی دلشکن واقعات پیش آتے رہیں اور اسی کے دائرہ غم میں آدمی پھنسا رہے تو ایسی زندگی بسر ہو ہی نہیں سکتی اور چند دنوں کے بعد دنیا پاگلوں کی بستی کہلائی جائے۔ نہ ایسا مقصود ہے اور نہ موخر الذکر صورت ہی قائم ہو سکتی ہے کیونکہ یہ صورت ان ذمہ داریوں کے منافی ہے جو انسانی گروہ پر عائد ہیں۔ اپنی قوت لایموت مہیا کرنے کے واسطے ہر ایک شخص کو محنت و سعی کرنے کی ضرورت ہے اور اپنے خاندان اور گھر بار کی فکر معیشت اسی کے سر ہے۔ لہذا نہ غم و فکر کی ایک ہی حالت رہ سکتی ہے۔ نہ خوشی و مسرت کی۔ بلکہ ہر ایک باہم کچھ عرصہ کے لیے تبادلہ کرتی رہتی ہیں اور ایک کی جگہ دوسری حالت لیتی رہتی ہیں مگر اسے فراموش نہ کرنا چاہیے کہ بچ و مسرت آمیز زندگی بسر کرنے کیلئے صرف نیکو کاروں کی ضرورت ہے اور یقین کرنا چاہیے کہ زندگی صرف نیکو کاری کا نام ہے۔ جو اس اصول کو سمجھ گیا ہے اور اپنی زندگی اسی پابندی کے ساتھ بسر کرتا ہے وہ بیشک زندگی میں ہر قسم کے پیش آنے والے مصائب اور مسرت کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار رہتا ہے اور یہ نیکی کی زندگی کیونکر بسر ہو سکتی ہے فلسفہ اخلاق کے ماہر ہونے سے عادات و اخلاق حسنہ کے اختیار کرنے اور زشت و معیوب افعال کے پرہیز کرنے سے۔

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو سوسائٹی ایسے افراد پر مشتمل ہے یا قوم کے کل اشخاص حسن اخلاق میں مشہور ہیں تو زندگی کے برکات اور فیوض ربانی کے مستحق بھی وہی ہیں اسے بلا شک مقصود زندگی سمجھ لیا ہے اور وہ اپنے افعال و حرکات و نیکی کے سانچہ میں ڈھال کر ہر ایک قسم کی خوبیوں اور فوائد معیشت سے تمتع اٹھا رہی ہے اور جو سوسائٹی اس سے بے برہ ہے وہ معاشرت کے اصول سے بے خبر ہے اور عام تباہی

میں مبتلا ہے کیونکہ تمدنی اور معاشرتی شیرازہ محض حسن اخلاق سے پیوستہ ہے۔ اسکے بغیر تمدنی شیرازہ بکھر جانے سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔

اس روشن اور مہذب زمانہ میں جبکہ تعلیم و تربیت عام ہو رہی ہے اور جہالت کے دل بادل آسمان ہند سے چھٹتے جاتے ہیں تو یہ دیکھنا خالی از دہیسی نہوگا کہ فلسفہ اخلاق کی اہمیت کہاں تک پہلک کے ذہن نشین ہے۔ عام طور پر تو ہر ایک بخجہ مزاج شخص اور سمجھدار آدمی حسن اخلاق کی ضرورت روزمرہ کے امور میں پاتا ہی ہوگا مگر مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجیے کہ فلسفہ اخلاق کی اہمیت کا اندازہ کسی نے بھی نہیں کیا نہ کسی نے سنجیدگی کے ساتھ اس پر غور کیا ہے کہ فلسفہ اخلاق کی ضرورت اور اصول سب بڑھ کر قابل تعلیم ہیں۔ یہ ملک و قوم کی حقیقت میں بدتمتی ہے کہ وہ اسے ایک معمولی چیز تصور کرتی ہے۔ اس موقع پر میں چاہتا ہوں کہ فلسفہ عملی کی نسبت تفصیل سے بحث کر کے ناظرین کو اس کی اہمیت دکھا دوں۔

فلسفہ یا حکمت کے صرف یہی معنی نہیں ہیں کہ رصد گاہ میں بیٹھے ہوئے ستاروں کی حرکت کا اندازہ کریں۔ برقی قوت کو مطیع کریں۔ طبعیات کے مسائل سلجھایا کریں اور آسمان کے دقیق اور بزرگ سوالات کا جواب دیا کریں بلکہ فلسفہ کا ایک حصہ یعنی نظری، مذکور مطالب پر حاوی ہے اور اس کا دوسرا حصہ یعنی فلسفہ عملی انسان کی معیشت کے مدارج اور اسکی اصلاح و تنظیم پر مشتمل ہے جس کا بیان کرنا اس وقت مد نظر ہے۔ فلسفہ عملی سے وہ مسائل مراد ہیں جسے انسان فرداً فرداً اپنے اخلاق و عادات کو درست کر کے گھربار کے تعلقات۔ انتظام خانہ داری میں اس سے مدد لے اور اطمینان سے تاحیات زندگی بسر کرے اور ملک و قوم یعنی مجموعی افراد پر اغیار کے جو ظلم اور دست اندازی کا باحسن وجہ دفعیہ کرے۔ پس اس لحاظ سے فلسفہ عملی کی تین قسمیں ہوئیں ”سیاست مدن۔ تہذیب الاخلاق۔ تدبیر منزل“ اب ان تینوں میں

کا بیان ذیل میں ہم کرتے ہیں۔

سیاستِ مدن | جسے پالیٹکس بھی کہتے ہیں۔ غور سے دیکھو تو مطامعِ انسانی کی بدولت ہمیشہ کشت و خون ہوتا رہتا ہے۔ جس کی وجہ سے ملک اور ملک کی وجہ سے قوم اور قوم کی وجہ سے ہر ہر فرد ایک مصیبت میں مبتلا رہتا ہے۔ بجائے خود سیاستِ انسانی زندگی کا فیصلہ کن مسئلہ ہے جس سے کرہ ارض کا کوئی بڑا عظم محفوظ نہیں کہا جاسکتا ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے کہ اس کا کتنا تعلق سیاست سے ہے۔

تدبیرِ منزل | اب فلسفہِ عملی کی دوسری شاخ پر نظر کرو تو معلوم ہو گا کہ تدبیرِ منزل کا تعلق ہمارے ساتھ مثل جسم اور دست و پا کے ہے۔ کیونکہ اب ہم مین کا بیشتر کیا کل حصہ خانہ بدوشی کو چھوڑ کر قصبوں اور شہروں کو آباد کر چکا ہے۔ اہل و عیال کی مصیبت اور آرام طلبی کے لیے مکانات اور محلات بنائے گئے ہیں اور جس قدر ایک مقام پر سکونت اختیار کی جاتی ہے اسی قدر تعلقات خانہ داری بڑھتے جاتے ہیں۔

زن و شوہر کے تعلقات۔ والدین کے فرائض۔ خانہ داری کا انتظام۔ بچوں کی نگہداشت۔ مراسم شادی و غمی۔ خدام سے برتاؤ وغیرہ وغیرہ ایسی ضروری باتیں ہیں جن میں ہر ایک شخص اعلیٰ و ادنیٰ گرفتار ہے۔ "کتنے لوگ ہیں جو اپنی خوش قسمتی سے تدبیرِ منزل کے باب میں مطمئن ہیں ورنہ ایسے بھی لوگ ہیں جو شخص اس بد انتظامی کی وجہ سے موت کو زندگی پر ترجیح دیتے ہیں۔ کہیں میان بیوی میں کٹا چھنی ہو رہی ہے۔ کہیں بچے آوارہ پھر رہے ہیں۔ کہیں والدین سے ایک منٹ نہیں بٹتی یہ ایسی ناگوار باتیں ہیں جن سے خلاصی پانے کی آرزو ہر شخص رکھتا ہے مگر تدبیرِ منزل کے فلسفہ کو وہ بالکل نہیں جانتا۔

تدبیرِ الاخلاق | یہ فلسفہ عملی کا تیسرا حصہ ہے جس کا تعلق ہر ایک فرد سے ہے۔ لفظ انسان کی تخلیق میں خلق کے معنی پہنان میں کیونکہ یہ لفظ انس سے بنا ہے جس کا لازمہ خلق ہے۔ پس انسان کو چاہیے کہ وہ مجسمِ خلق ہو جائے۔ کج خلقی۔ اور بُرے عادات

جس شخص میں موجود ہوں گے وہ زمرہ انسانیت سے بالکل خارج ہے۔ اُٹھتے بیٹھتے۔ چلتے پھرتے۔ ملتے جلتے غرض کہ انسان کی روزمرہ ہر ایک حالت کو دیکھو کہ انہیں اعلیٰ سے اعلیٰ اور بہتر سے بہتر اخلاق سے کام لینے کی ضرورت ہے۔

انسان پھاڑ کھانے کے لیے نہیں ہے بلکہ وہ ایک ایسے رشتہ میں منتظم ہے کہ مجموعی حیثیت سے دیکھو تو صرف لفظ انسان کہہ کر ہم ہر ایک فرد مراد لے سکتے ہیں۔ جس طرح کہ موتی کی لڑیاں ہوتی ہیں۔ اسی نکتہ پر غور کرنے سے تہذیب الاخلاق کی ضرورت کا ادراک ہم کر سکتے ہیں۔ دعوت اتحاد کی ہمیں کیا ضرورت ہے اگر تہذیب الاخلاق کے فلسفہ کو ہم سمجھیں ہوئے ہیں۔ نفاق و فودغرضی کا ذکر ہی کیا اگر ہم بااخلاق ہیں۔ اگر اس کا عکس ہے تو بیشک ہم کو تہذیب الاخلاق سے کچھ مس ہی نہیں بلکہ اس کا ہم کچھ ادراک ہی نہیں کرتے جس کی وجہ سے قعر مذلت اور گناہی کی طرف آپ ہی آپ بڑھے چلے جاتے ہیں۔ یاد رکھنا چاہیے کہ ترقی کی بنیاد اخلاق و عادات کی درستی پر ہے۔ ورنہ جس طرح کہ ایک عالیشان محل کی بنیاد ریت پر ہو اسی طرح کج خلقی اور بد اطواری کی زندگی ہے جو نہایت ہی حقیر اور بے وقعت سمجھے جانے کے قابل ہے۔

فلسفہ اخلاق کا معلم اول۔ یونان کا مشہور فلاسفر سقراط کہتا ہے۔ لوگ فلسفہ اخلاق کی ضرورت سے ناواقف ہیں ورنہ وہ سمجھتے کہ زندگی کو کاری کا دوسرا نام ہی بیشک آج بھی یہی حالت ہے جو ہزاروں برس پہلے کی سقراط بیان کر گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اپنے خیالات کو میں تفصیل سے بیان کر چکا ہوں اور اس قدر لکھنے کے بعد اسکی ضرورت نہیں کہ اس مسئلہ پر زیادہ قلم فرسائی کی جائے۔

مجھے عرصہ سے خیال تھا کہ اس باب میں کسی مفید اور دلچسپ کتاب کا ترجمہ کروں۔ اخلاق و عادات کے بیان میں بیشتر کتب تالیف ہوئے ہیں اور اکثر فارسی میں ہیں

علامہ دوانی و محقق طوسی کی کتابیں زیادہ وسیع اور مشہور ہیں۔ مشہور ایشیائی فلاسفہ شیخ سعدی کی مقبول عام اور دلچسپ کتاب گلستان اس راہ میں چراغ ہدایت ہے۔ اندونون ایک مشہور کتاب اخلاق محسنی میرے مطالعہ میں آئی۔ اس کے دیکھنے کے بعد مجھے خیال پیدا ہوا کہ اردو زبان میں اسکا ترجمہ کر دینا ملک و قوم کے لیے نہایت مفید ہے۔ ناظرین مطالعہ کریں گے تو ان کو معلوم ہوگا کہ ملا حسین واعظ نے جو دلچسپی انوار الہیہ میں قائم رکھی ہے وہی اس میں بھی ہے کیونکہ بہر حال وہ ایک واعظ تھے اور اپنے بیانات کو ہر پہلو سے دلچسپ اور قابل مطالعہ بنانے کی انکو فکر تھی۔

اگرچہ انھوں نے اس کتاب میں بادشاہوں کے اخلاق سے بحث کی ہے مگر ہر ایک مسئلہ ایسے ہیں جو خاص و عام سے تعلق رکھتے ہیں اور ہر سہ مسائل فلسفہ عملی یعنی تہذیب الاخلاق سیاست مدن تدبیر منزل اسمیں آگئے ہیں جسکا مطالعہ نہایت سودمند ہمارے فرزند بنیاد سلطنت آصفیہ کے محبوب تاجدار اور شہزادہ کامگار نیر دوست و معظم میں مصنف کے بیان کردہ اصول بوجہ اتم پائے جاتے ہیں خصوص ہمارے محبوب خلائق شاہ و کن تو خیر مجسم ہیں کیا عجب کہ انھیں ہر کات کے اثر سے پہلک اس کتاب سے فائدہ اٹھائے جو میرا مقصود ہے۔

یہ بھی میری خوش قسمتی ہے کہ اس کتاب کا نام حضرت بندرگان عالی عالم عالمیان حضور پر نور سلطان دکن میر محبوب علی خان بہادر خلد اسد ملکہ و سلطنتہ کے اسم گرامی پر مشتمل ہے جو نہ صرف بطور یادگار ہے بلکہ ان جذبات اور خیالات و فاداری و اخلاص مندی پر دلالت کر جو مجھ سے جان نثاران ہدیم کے قلوب میں موجزن ہیں۔ آخر میں اپنی کم لیاقتی اور عدم قابلیت کا اعتراف کر کے ناظرین سے استدعی ہوں کہ جو عیوب طرز بیان اور ترجمہ میں نظر آئیں ان سے چشم پوشی کریں۔ فقط

دیباچہ از مصنف

شہنشاہ علی الاطلاق رحمۃ اللہ علیہ کلمتہ وجلت عظمیٰ نے سلطان المسلمین حضرت محمد صلوات اللہ وسلامہ علیہ کے فرمان دولت کو وائیک لعلی اخلق عظیم سے مزین کیا ہے کیونکہ حسن اخلاق انوار حکمت الہی کا ایک نور اور سر اعرت شاہی کا ایک راز ہے جس سے چشم بصیرت منور ہوتی ہے اور معرفت حسن صفات کا پتہ چلتا ہے اس عظیم المرتبہ حدیث لغت لامتمہ مکارم الاخلاق سے صاف سمجھا جاتا ہے کہ بعثت سرور عالم کا فائدہ محاسن اوصاف اور مکارم اخلاق کی تکمیل ہے۔ آنحضرت کے زبان معجز بیان سے جو تخلقوا باخلاق اللہ کا فقرہ نکلا تو وہ اسلیے کہ بلند مہمت قوم یقین کہے کہ اس تخلق کا وجود اور ایسے بلند مرتبہ پر پہنچنا امر لازم اور فرض ضروری ہے۔

میزان قیامت میں پہلی چیز چوتلی جائے گی وہ یہی اخلاق حسنہ ہیں۔ بعد ازاں اعمال حسنہ کی باری آئیگی اور حدیث میں آیا ہے کہ اخلاق حسنہ سے متصف شخص کا وہی درجہ ہے جو قائم اللیل وصائم الدہر کا ہے حکما بیان کرتے ہیں کہ تہذیب اخلاق ایک ایسی روشن راہ ہے جس پر چلنے کے بغیر شرف سروری حاصل نہیں ہو سکتا۔ نہ حیوانیت کے درجہ سے دائرہ انسانیت میں داخلہ ہو سکتا ہے۔ مثنوی

آدمی از آدمیان او بود
خوے نکو مایہ نیکو میست

ہر کرد و سیرت نیکو بود
نیکو کی مردم نہ نکور و میست

۱۔ غالب ہے اس کا کلام اور ہر ہی ہے مسک عظمت ۲۔ اور بیشک تو بڑے خلق پر ہے ۳۔ میں اسلیے بھیجا گیا ہوں کہ مکارم اخلاق کی تکمیل کروں ۴۔ عادت ڈالو اخلاق خدا کی ۵۔ جانے والے رات بھر کے اور روزہ رکھنے والے ہمیشہ کے۔

ہر ایک شخص کے لیے اخلاق ستودہ اور اوصاف پسندیدہ وجہ زیبائش و تحسین ہیں۔ خصوصاً اس جماعت کے لیے جن کے قبضہ اختیار میں حکم و تنگی سے مخلوق مایشتا و محتار زمام اقتدار دی گئی ہے اور پادشاہی فرمان توتی الملک من تشاؤ جہانداری اور حکومت سے سرفراز کیے گئے ہیں۔ ۵

خوبی اخلاق کان دنیا و دین راز اور است

یا فقیری خوش بود یا پادشاہی خوشتر است

الحمد للہ کہ حضرت پادشاہ ظل اللہ سلطان حسین والی مرو غلام اللہ تعالیٰ ظل اللہ اور شہزادگان و اہل تبار اور فرزندان کامگار اخلاق سنیہ اور اوصاف رضیہ سے بہرہ مند ہیں۔ ۵

ہر یکے در مقام اخلاق

شہ چون آفتاب عالمگیر

خصوصاً شہزادہ عالمیان شاہ ابوالحسن کے عدل و انصاف کا شہرہ چارونگ عالم میں پہونچ گیا ہے۔ ۵

بہر طرف کہ نہی گوش مدح او شنوی

فقیر حقیر حسین کا شفی المشہور بہ حسین و اعظم بھی قصد ملازمت شاہی کر کے سعادت باریابی سے بہرہ اندوز ہوا اور بطریق دولت خواہی و دعا گوئی اخلاق و اوصاف کے بیان میں یہ رسالہ موسوم بہ اخلاق حسنی لکھنے کی جرأت کی تاکہ اولاد سلاطین کیلئے دستور العمل کا کام دے۔ والتوفیق من الملک المعبود۔

شرح کتاب سے پہلے یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ انسان مدنی الطبع ہے یعنی اسکو باہمی میل جول اور الفت و محبت کے بغیر چارہ نہیں۔ اور طماع و امیر غبارنگ

۵ اور تیرازب پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے اور چن لیتا ہے۔ ۵ جسکو چاہتا ہے تو لے دیتا ہے ۵ اور توفیق بادشاہ معبود کی طرف سے ہے ۱۱

ہر ایک کا مختلف ہے اور ہر مزاج و طبیعت جدا گانہ مقتضی ہے پس زندگی بسر کرنے کے لیے انکو ایک قانون کی ضرورت ہے تاکہ کوئی شخص کسی پر ظلم و جور نہ کرنے پائے اور وہ قانون شریعت ہے جس کی تعیین وحی الہی پر مبنی ہے اور اس کے وضع کو پیغمبر کہتے ہیں اب کہ قانون ایجاد ہوا تو ایسے شخص کی ضرورت لاحق ہوئی جو اپنی قدرت و شوکت سے اس قانون کی حفاظت کرے اور کسی کو قانونی حدود سے متجاوز نہ ہونے دے۔ ایسے شخص کو بادشاہ کہتے ہیں۔ پس درجہ شاهی بھی ایک طرح کی نبوت ہے کیونکہ نبی و وضع قانون ہے اور بادشاہ اسکا حامی و محافظ۔ اسی جگہ کے لیے کہا گیا ہے۔ **الْمَلِكُ وَالِدِ بْنِ تَوْأَمَانِ** ۷

چون دو گنبد و یک انگشتری
کاین دو یک اصل و نسب زاده اند

نزد حسن و شاهی و پیغمبری
گفتہ آنہاست کہ ازادہ اند

لہذا حق سبحانہ و تعالیٰ نے اپنی اطاعت اور پیغمبر کی فرمان پذیری کے بعد سلاطین کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ **أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَادُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ** پس بادشاہ کو صاحب شریعت کے اخلاق سے متصف ہونا چاہیے تاکہ حدود قوانین کی حفاظت بشرط کر سکے۔ دوسرے یہ کہ اُسے غور کرنا چاہیے کہ جب خداے لایزال نے اُس کو اپنے بندوں پر حاکم بنایا ہے اور امر و نہی کا اختیار اُسے عنایت فرمایا ہے تو ضرور اخلاق حسنہ اختیار کرنا چاہیے۔ بادشاہ کو چالیس صفات کا لحاظ رکھنا چاہیے بعض ایسے ہیں جو اس کے اور خدا کے درمیان کار آمد ہیں اور بعض خلق خدا سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور انھیں چالیس ابواب میں درج کیا ہے۔ عبارت فامی ہے مگر نیشاںہ تکلفات سے خالی ہے۔ ہر ایک باب میں موقع موقع پر حکایتیں بھی داخل

۱۔ یاد شاهی اور مذہب دو قوام پیکر ہیں ۶

۲۔ اطاعت کرو اللہ اور رسول کی اور اپنے حکام کی ۶

کی گئی ہیں۔ ومن اللہ الاعانتہ والتوفیق

پہلا باب عبادت کے بیان میں

اور وہ حق سبحانہ تعالیٰ کی پرستش ہے یعنی فرائض و واجبات کو ادا کرنا۔ بڑیوں اور حرام کاموں کو ترک کرنا اور دنیاوی کے مطابق چلنا اور احکام حضرت رسالت پناہ کی پیروی کرنا ہے۔ یہ بات ثابت ہے کہ خدا کی عبادت دنیا میں سلامتی کا باعث اور عقبیٰ میں نجات و کرامت کا وسیلہ ہے۔

سرمایہ سعادت دنیا عبادت ہے۔ پیرایہ کرامت عقبی عبادت است

پس بادشاہ کو چاہیے کہ اپنے صفحہ احوال کو نقوش عبادت سے آراستہ کرے تاکہ خداوند تعالیٰ دنیا اور آخرت کے لائق جو چیز ہو اس کو دے اور اس کی فرمانبرداری اپنے احکام کی تعمیل کی طرح لازم جانے۔ دن کے وقت خلایق کے کام میں اور راتوں کو اپنے کام میں مشغول ہونا چاہیے۔

حکایت ہے کہ حضرت مرتضیٰ علیؑ زمانہ خلافت میں دن کو مہمات خلایق کی درستی اور راتوں کو عبادت خالق میں مشغول رہتے تھے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین اس قدر محنت و مشقت آپ اپنے اوپر کیوں برداشت کرتے ہیں۔ نہ دن کو سانس ہے نہ رات کو آرام۔ فرمایا اگر دن کو آرام کروں تو رعیت ضائع ہوتی ہے اور اگر رات کو آرام کروں تو کل بروز قیامت میں ضائع ہوتا ہوں۔ اس لیے دن کو لوگوں کا کام انجام دیتا ہوں اور رات کو کا حق میں مشغول رہتا ہوں۔

ہرات کے ایک بادشاہ نے شاہ سبحان قدس سرہ سے التماس کیا کہ مجھے کچھ نصیحت کیجیے۔ شاہ موصوف نے فرمایا اگر نجات دنیا اور درجات آخرت کی خواہش ہے

لہ خدا ہی سے اعانت و توفیق ہوتی ہے۔

تو راتوں کو درگاہ الہی میں داد گدائی دے اور دن کو دربار میں انصاف کیا کر قطع

| | |
|----------------------------------|--------------------------------|
| چون بندگان حق ہمہ فرمان برتوانند | تو نیز بندگی کن و فرمان حق بسر |
| ہر پادشہ کہ خدمت حق را کر پرست | بند خالق ہم زبے خدمت شکر |

اور چونکہ رعایا کی خصلت بادشاہ کی عادت کے تابع ہے جیسا کہ مشہور ہے
الناس علی دین ملوکہم پس اگر بادشاہ طاعت الہی اور عبادت کی طرف متوجہ ہو
تو رعیت بھی اس جانب مائل اور راغب ہوگی اور رعایا کی عبادت کے برکات
بادشاہ کو بھی پہنچتے ہیں۔

دوسرا باب اخلاص کے بیان میں

اور وہ ریاض غرض اور تمام علتوں سے عمل کا پاک کرنا اور خدا سے غرض کے
ساتھ نیت کا درست کرنا ہے۔

| | |
|------------------------|-------------------------|
| ہر کہ باخلاص قدم میزند | عیسی وقت ست کہ دم میزند |
|------------------------|-------------------------|

پس چاہیے کہ جس کام کی طرف متوجہ ہو اُس کی نیت طلب خوشنودی
حق سبحانہ تعالیٰ کی ہو۔ اور اس میں اپنے نفس کو دخل نہ دے کیونکہ اغراض نفسانی
اعمال حقانی کو تباہ کر دیتے ہیں۔

حکایت ہے کہ خراسان کے ایک خلیفہ نے کسی مجرم کو سیاست گاہ میں تازیانہ
مارنے کا حکم دیا وہ شخص تازیانہ کھاتے ہوئے خلیفہ کو دشنام دینے لگا۔ خلیفہ نے
حکم دیا کہ اس کو آزاد کر دیا جائے بارگاہ خلافت کے ایک خواص نے دریافت
کیا کہ اس شوخ چشم بھیا کو زیادہ سزا دینے کے بجائے آزاد کرنے کی کیا وجہ تھی۔
خلیفہ نے جواب دیا کہ میں اس کو خدا کے لیے سزا دیتا تھا۔ جب اُس نے مجھے

لہ آدمی اپنے بادشاہ کی راہ میں۔

گالیان دین تو میرا نفس متغیر اور متاثر ہوا اور بدلہ لینے کی خواہش ہوئی مگر نہ چاہا کہ حق سبحانہ تعالیٰ کے کام میں نفس کو دخل دوں۔ کیونکہ یہ صیرت شیوہ اخلاص سے دور ہے اور صاحب عمل غرض آمیز فضیلت ثواب سے محروم رہتا ہے۔

| | |
|--|---|
| از خنش آتش من تیز شد داعیہ نفس چو بنمود بدو کار کز اخلاص نشد بہرہ ور | کار الہی غرض آمیز نہ شد معنی اخلاص مانند اندر و ترک چنان کار سزاوارتر |
|--|---|

تیسرا باب دعا کے بیان میں

اور وہ درگاہ الہی میں عرض نیاز اور فیض و فضل نامتناہی سے درخواست مرادات ہے جس صاحب دولت کو کلید دعا بھدست ہوتی ہے تو ضرور حسب وعدہ اُدْعُوْنِیْ اسْتَجِبْ لَکُمْ۔ اُس کی دعا قبول ہوتی ہے۔ خواہ وہ حاصل منفعت کے لیے ہو خواہ دفع مضرت کے لیے۔ اور بادشاہوں کو بجز ان دو قسموں کے کوئی چارہ نہیں۔ ایک حصول منافع۔ کیونکہ وہ ناظم ملک اور ناظر سلطنت ہیں اس لیے حضرت غنی کا راز سے بجز و الحاح درخواست کرنی ضرور ہے تاکہ فراغت سے تحت سلطنت پر شکن ہو سکے۔

| | |
|---------------------------|-----------------------------|
| بر مسد تاز کے نشیند برادر | آن کس کہ وہ نیاز بر دل کشاد |
|---------------------------|-----------------------------|

دوسرا دفع مضرات و مکارہ کہ وہ غلبہ اور هجوم عظیم و بلیات و امراض وغیرہ ہے اور یہ سب بجز عجز و دعا کے دفع نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ حضرت مولوی رومی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

| | |
|------------------------------|-------------------------|
| ایکے خواہی کز بلا جان و آخری | جان خود را در تضرع آوری |
|------------------------------|-------------------------|

۱۷ دعا مانگو جسے قبول کروں گا میں ۱۲

| | |
|---|--|
| <p>باتضرع باش تاشادان شوی کین تضرع را بر حق قدر است ای خوشا چشمی که آن گریان است آخر هر گریه ما خنده ایست</p> | <p>گریه کن تا بے دمان خندان شوی دمان بها کا بناست اری را کجاست دی همایون دل که آن بریان است مرد آخرین مبارک بنده ایست</p> |
| <p>کھا گیا ہے کہ بادشاہ عادل کی دعا سبجاب ہوتی ہے اور جس تیر دعا کو سلطان عادل کمان ارکان میں رکھ کر شست درست اخلاص سے چلاتا ہے بیشک ہدف اجابت پر جا لگتا ہے۔</p> <p>حکایت ہے کہ ایک مرتبہ کسی اسلامی شہر میں شبانہ روز میلادِ حارِ پانی برستا رہا جس کی وجہ سے لوگ بالکل تنگ آ گئے اور آمد و رفت موقوف ہو گئی۔ مکانات منہدم ہونے لگے۔ ہر کوہ و ہر کے دل پر پریشانی چھا گئی۔ نجومیوں نے کہا کہ نظراتِ فلکی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شہر کثرتِ بارش سے برباد ہو گا تمام لوگ جان و مال سے برداشت نہ خاطر ہو گئے اور چاروں طرف کھرام مچ گیا۔ آخر کار رعایا نے بادشاہ سے دعا کی التجا کی جو کہ عادل اور نیک سیرت تھا۔ اہل شہر کو تسلی دیکر آپ خلوت میں گیا اور سربسجود ہو کر بارگاہِ انہی میں دعا مانگی کہ اے خداے تو انا و بزرگ تمام لوگ شہر کے تباہ ہو جانے پر یک زبان ہیں تو قادر مطلق ہے۔ ان کے خیال کو باطل کر اور اس کے برخلاف اپنی قدرت کاملہ ظاہر کر۔ فی الفور پانی کا برسنہ موقوف ہو گیا اور آفتاب نمودار ہوا۔ پس یہ کھلی ہوئی دلیل ہے کہ اگر بادشاہ پاک اعتقاد کے ساتھ رعایا کی بھلائی کا خواہاں ہے تو جو دعا وہ اپنے لیے یا رعایا کے لیے کرے گا ضرور شرف قبولیت حاصل کریگی قطعاً</p> | |
| <p>بادشاہ ہے کہ نثار از لطف ہر چہ می خواہی از خواہ کہ او</p> | <p>بہرست افسر شمشاہی دہشت ہر چہ از میخواہی</p> |

چوتھا باب شکر کے بیان میں

اور وہ خاص منعم حقیقی کی اس کے انعام پر سپاس و ستائش ہے اور چونکہ سلطنت کی نعمت تمام نعمتوں سے برتر ہے لہذا بادشاہ کو چاہیے کہ اس نعمت کی شکر گزاری اور سپاس داری میں مشغول رہے اور شکر بھی دل - زبان - اعضا سے ہو۔ دل سے شکر گزار ہونا یہ ہے کہ منعم حقیقی کو پہچانے اور جانے کہ جو نعمتیں اُسے حاصل ہیں اسی کی فیض بے غایت اور لطف بے نہایت سے ہیں۔ اور زبان سے شکر گزار ہونا یہ ہے کہ ہمیشہ یاد حق میں مشغول رہے اور کلمہ الحمد للہ بہت کہے۔ گویا اس کلمہ کا کمنا شکر نعمت کرنا ہے۔ اعضا کی شکر گزاری یہ ہے کہ اس نعمت کی قوت منعم حقیقی کی طاعت میں صرف ہو اور ہر ایک عضو کو اس کی مفوضہ عبادت میں مشغول رکھے۔

مثلاً آنکھ کی عبادت یہ ہے کہ مخلوقات پر عبرت سے نظر کرے اور علما و صلحا کو عزت کی نظر سے دیکھے ضعیف اور زیر دستوں پر شرفقت کی نگاہ رکھے۔ کان کی عبادت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام - احادیث نبوی - حکایات اکابر دین نصائح مشائخ اہل یقین سنے۔ ہاتھ کی عبادت فقر اور محتاجوں پر احسان کرنا ہے۔ پیر کی عبادت مسجدوں - عبادت گاہوں - مزارات اولیاء پر حبانہ اور درویشوں گوشہ نشینوں کی پرستش اور زیارت علما کا کرنا ہے۔ چونکہ حسبِ مہمان اللہ شکر تم لازیدکم شکر گزاری زیادتی نعمت کا سبب ہے حق سبحانہ تعالیٰ اسکے ملک و مال و مرتبہ و بزرگی کو زیادہ کرتا ہے۔

ہر کہ کند شکر زیادت برد

شکر سو شہر سعادت برد

۱۵ اگر تم شکر کرو گے تو ضرور میں تمکو زیادہ دین گا۔

حکایت ہے کہ سلطان بخرماضی اناراللہ برہانہ کا گزرا ایک گاؤں میں ہوا۔ راہ میں ایک فقیر کھڑا تھا اُس نے سلام کیا۔ بادشاہ کچھ پوچھ رہا تھا جواب میں فقط سر ہلادیا اور زبان سے کچھ جواب نہ دیا۔ درویش نے کہا کہ سلام کرنا سنت ہے اور جواب دینا فرض۔ میں نے اداے سنت کی تو نے فرض کیوں ترک کیا بادشاہ نے از روئے انصاف و صلابت اسلام معذرت چاہی اور فرمایا کہ اے درویش میں شکر گزاری میں مشغول تھا۔ اس لیے سلام کا جواب نہ دے سکا۔ درویش نے پوچھا۔ کس کی شکر گزاری۔ جواب دیا خداوند تعالیٰ کی جو نعم حقیقی ہے۔ تمام نعمتیں اسی کی دی ہوئی ہیں اور تمام عطایا اسی کے بخشے ہوئے ہیں۔ درویش نے پوچھا کہ کس طرح شکر ادا کر رہا تھا۔ بادشاہ نے جواب دیا۔ کلمہ الحمد للہ پڑھتا تھا۔ کیونکہ اس میں جملہ نعمتوں کا شکر داخل ہے۔ درویش نے کہا کہ اے بادشاہ تجھے طریق سیاست داری معلوم نہیں اور وظیفہ شکر گزاری نہیں بجا لاتا بقدر فیضان نعمت الٰہی اور حسب بخشش نامتناہی تجھے شکر ادا کرنا چاہیے۔ کیونکہ تجھے دولت و شوکت حاصل ہے اور شکر فقط اس سے نہیں ادا ہوتا کہ ایک دم کے لیے فقط الحمد للہ زبان سے کہدے بادشاہوں کا شکر جو درگاہ رب العزت میں درجہ اجابت حاصل کرتا ہے وہ یہ ہے کہ جو کچھ حاصل ہو اس کے حسب مناسب ادا کرے۔ سلطان نے فرمایا کہ مجھے اس طریقہ شکر سے آگاہ کر۔ درویش نے بیان کیا کہ سلطنت کا شکر رعایا سے انصاف و احسان کرنا ہے اور وسعت ملک کا شکر یہ ہے کہ املاک رعایا پر طمع نہ کرے۔ فرمانروائی کا شکر فرمانبرداروں کے حق خدمت کا شناخت کرنا ہے بلند اقبال کا شکر یہ ہے کہ محتاجوں اور مسکینوں پر رحم کرے اور معمولی خزانہ کا شکر خیرات و مبرات ہے۔ قوت و قدرت کا شکر عاجزوں اور ضعیفوں پر رحم کرنا ہے شکر صحت ستم رسیدہ بیماروں کو دوا سے عدل سے شفا دینا ہے۔ بلند مکانات

اور عالیشان باغات کا شکریہ ہے کہ رعایا کے مکانات اور مقامات میں اپنے خدام و حشم کو نہ اُترنے دے۔ شکر گزاری کا حاصل کلام یہ ہے کہ خوشی اور غصہ کے وقت انصاف اور حق کا خیال رکھے اور مخلوق کی آسائش کو اپنے آسائش پر مقدم جانے۔ ۵

نیا سید اندر دیا رُتو کس | چو آسائش غلش خواہی بوس

سلطان جب درویش کے نصابِ گوش دل سے سن چکا تو گھوڑے سے اتر کر اُس کی ملاقات کرنا چاہی مگر جیب بار دیگر دیکھا تو درویش کا کہیں پتا نہ تھا کسی نے اُسکا پتہ دیا بادشاہ نے ان نصاب کو سونے کے حروف میں لکھوا کر دائم العمر اپنا دستورِ عمل بنایا۔ ۵

پند حکیم صیقل آئینہ دل ست | مقصود ہر دو عالم ازان پند حال ست

پانچواں باب صبر کے بیان میں

اور وہ پنج و مضیبت میں صبر کرنا ہے جو حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کو پہنچتا ہے۔ صبر نہایت معقول اور پسندیدہ صفت ہے۔ صبر کی تعریف میں یہ کافی ہے کہ بحسب مضمون اِنَّ الشَّيْءَ الصَّابِرِ اِنْ اَدَّ اَلْهٰی دُنْیَا مِّنْ صَابِرٍ وَّنَ کَے ساتھ ہوتی ہے اور حسبِ فحوائِصِ اِتْقَا یُوَفِّی الصَّابِرُونَ اَجْرَهُمْ بَغْیۃً حِسَابٍ اس کا معاوضہ آخرت میں زیادہ ملتا ہے۔

اخبار میں آیا ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علی نبینا وعلیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ اے داؤد تکلیف کر کے میرے اخلاق کو اپنا لباس بنا اور

۱۵ بے شک خدا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

۱۶ پورا ہی پائینے صبر کرنے والے اپنا اجر :

مجملہ میرے صفات کے ایک یہ ہے کہ میں صابر ہوں ۵

| | |
|----------------------------|--------------------------|
| صبر بہتر مرد از ہر چیز است | تابیا بد بر مرد خویش دست |
|----------------------------|--------------------------|

جو شخص کہ حوادث کے وقت صبر اختیار کرتا ہے اس کی امید نہایت جلد پوری ہوتی ہے۔ اس لیے کہ صبر خوشی کی کنجی ہے اور بغیر اس کنجی کے خانہ رخت کا دروازہ نہیں کھلتا۔ قطعہ

| | |
|------------------------------|-------------------------------|
| کلید در صبح مقصود صبر است | در بستہ آن کس کہ بکشد صبر است |
| چہ خارے کوہ و چہ دیہای گردون | لباسے کہ ہرگز نرسد و صبر است |

حکایت ہے کہ افراسیاب شاہ ترکستان نے اپنے امیر ون سے کہا تھا کہ جب تک لوگوں کو صبر و شکیبائی میں نہ آزمالو انکی شکل و شمائل اور شان و شوکت پر فریفتہ نہ ہو اور انکی لاف و گراف سے دھوکا نہ کھاؤ اور جب تک کہ وہ صبر و شکیبائی میں کامل نہ نگلیں ان کا اعتبار نہ کرو ۵

| | |
|----------------------------|------------------------|
| نہ بد عویست قدر و قیمت مرد | قیمت مرد صبر دانند کرد |
|----------------------------|------------------------|

حکایت ہے کہ ایک بادشاہ کے روبرو کوئی امیر کھڑا تھا اور بادشاہ کسی معاملہ کی نسبت اس مشورہ کر رہا تھا ناگاہ کہین سے ایک بچھو آئے لباس میں گھس گیا اور ستھو اتر ڈنگ مارتا رہا۔ حتیٰ کہ تمام زہر ڈنگ کا جسم میں پیوست ہوا مگر امیر نے دوران مشورہ میں مطلق قطع کلام نہ کیا اور کسی طرح کا تفراسکے چہرہ پر ظاہر نہ ہوا نہ اسکی باتیں عقل و قاعدہ کے باہر ہوئیں جب بعد ختم مشورہ امیر گھر واپس ہوا تو بچھو کو علیحدہ کر کے زہر کا علاج کیا۔ بادشاہ کو بھی یہ حال معلوم ہوا تو وہ نہایت تعجب ہوا۔ جب دوسرے دن امیر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو بادشاہ نے اس سے فرمایا کہ نفس کی تکلیف دفع کرنی واجب ہے۔ اُسی وقت تجھ کو بچھو کو دور کرنا تھا۔ امیر نے عرض کیا کہ میں وہ شخص نہیں ہوں کہ بچھو کے کاٹنے کی تکلیف سے آپ کے شرف مکالمہ میں خلل انداز ہوں اور اگر آج بزم میں بچھو کے

زہر کو نہ برداشت کر سکا تو کل بروز جنگ دشمن کے زہر آلود تیغ سے کیونکر صبر کر سکوں گا۔ بادشاہ اُسکے جواب پر نہایت خوش ہوا اور اس کو مرتبہ اعلیٰ پر پہنچایا جس قدر کہ اُس نے صبر کیا اُسی قدر اپنی مراد و مقصد کو پہنچا ۵

گرت چو نوح بنی صبر بہت در غم طوفان | ایلانگر دو دو کام ہزار سالہ برآید

چھٹا باب رضا کے بیان میں

اور وہ ہر امر پر خوشنودی ہے جو خداوند سبحانہ کے حکم سے بندہ کو پہنچے۔ جاننا چاہیے کہ تیر قضا یعنی حکم الہی کے لیے کوئی سپر رضا سے زیادہ بہتر نہیں ہے جو کوئی راضی برضا رہتا ہے وہ بہت جلد مرتبہ سروری و سرفرازی حاصل کرتا ہے اور قول رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ اس حال کا مؤید ہے اور منقبت الرضا بالقضایا باب اللہ الاعظم اس مقال کی توثیق ہے۔ ۵

حبز بندگی در رضا تسلیم چہ سود

تقدیر چو سابق ست تعلیم چہ سود

حکایت ہے کہ انبیاء کرام میں سے کوئی نبی مناجات میں کہتے تھے کہ اے قادر مطلق مجھے ایک ایسے علم کی طرف راہ نمائی کہ جو تیری خوشنودی کا باعث ہو۔ جواب ملا کہ میری خوشنودی میرے احکام پر تیری خوشنودی سے منحصر ہے۔ اگر تو میرے احکام پر راضی ہے تو میں بھی تجھے راضی ہوں ۵

بہرہ سے یا بدار رضا سے خدا

ہر کہ راضی شد از قضا سے خدا

جو دل کہ نور رضا سے روشن ہوتا ہے وہ مقدرات الہی سے سربا ہی نہیں کر سکتا اور مقتضائے قضا سے الفت رکھتا ہے اور جو کچھ کہ اسے ملتا ہے نہایت خوشی

۱۵ خوش ہوا اللہ اسے اور خوش ہوے وہ اس سے ۱۲

۱۶ راضی رہنا قضا پر بڑا اور درازہ خدا کا ہے ۱۴

سے قبول کرتا ہے اور اس وجہ سے بچ و ملال اُسکو ہرگز نہیں ہوتا بلکہ ہمیشہ خوش و خرم رہتا ہے۔ نظم

| | |
|----------------------------|--------------------------|
| ہر عزیزے کہ بار صفا خو کرد | فرح و عیش روے با او کرد |
| خوش در آمیز از صفائے ضمیر | باقضا و قدر چو شکر و شیر |

ساتوان باب توکل کے بیان میں

اور وہ اسباب سے دل برداشتہ کرنا اور حضرت مسبب الاسباب کی طرف متوجہ ہونا اور اپنے کاموں کی بہبودی حق سبحانہ تعالیٰ سے طلب کرنا ہے جو شخص کہ اپنے کام کو خداوند تعالیٰ کے سپرد کرتا ہے اور جو کچھ کہ وقوع پذیر ہوتا ہو اللہ تعالیٰ کے کرم پر اعتماد کرتا ہے اسکے جملہ کام حسب دلخواہ انجام پاتے ہیں مصرع

تو با خداے خود انداز کار و دل خوش دار

بادشاہوں کو لازم ہے کہ تمام کاموں میں توکل کو فرو گذاشت نہ کریں تاکہ بعناۃ الہی اس کے جملہ کام حسب منشاء انجام پائیں۔

حکایت ہے کہ ایک بادشاہ نے کسی عالم سے دریافت کیا کہ اہل ایمان کی امداد کتنی چیزوں میں ہوتی ہے۔ جواب دیا دو چیزوں میں ایک اداے نماز دوسرے توکل۔ بادشاہ نے اپنے جملہ کام کا دار مدار انھیں دو چیزوں پر رکھا اور انکی عادت ڈالی۔ ناگاہ ایک دشمن پیدا ہوا اور فوج گرانے کر دار الملک کی جانب بڑھا بادشاہ بھی اپنے لشکر کے ساتھ مدافعت پر آمادہ ہوا۔ جب فریقین قریب پہنچے تو اعلان جنگ دیا گیا جس دن کہ جنگ کا ہونا قرار پایا تھا اسکی رات بھر بادشاہ نماز پڑھتا رہا۔ کسی امیر نے عرض کیا کہ آپ شب کو آرام کریں کل مقابلہ ہونے والا ہے۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ میں آج کی رات کا خدا میں مشغول

ہوتا ہوں اور کل خدا کا کام ہے جو چاہے کرے گا نہ مجھے اس سے کچھ سروکار ہے
 نہ اس میں کسی طرح کا اختیار ہے۔ امیر نے کہا کہ مناسب ہے آپ جنگ کی
 تیاری کریں اور آمادہ نہ ہوں۔ بادشاہ نے جواب دیا میں نے تو کل کی زدہ پہنچی ہو
 اور اپنا کام طفت حق کے سپرد کر دیا ہے ۵

ماکار خلیش را بخداوند کار ساز | بگذاشتیم تا کرم او چہا کند
 علی الصباح جنگ کے لیے دونوں فوجیں صف آرا ہوئیں اور اللہ تعالیٰ کی
 امداد امید ان کا اُنزل جنود اُمّ تروحا سے پہنچی مصرع

شکرتا شد حق از ملک غیب آمد برون |
 غنیم کی نظر جب بانہ کل بادشاہ کے علم و چتر پر پڑی تو خوف زدہ ہو کر بغیر کسی قسم کی
 چھیڑ چھاڑ کے بھاگ گیا اور بلا جنگ و جدال لشکر دشمن منتشر ہو گیا ۵

صبح طغہ از مشرق امید بر آمد | اصحاب غرض را شب سودا بسر آمد

آٹھواں باب حیا کے بیان میں

اور وہ پسندیدہ خصلت اور ستودہ عادت ہے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ
 علیہ وسلم نے حیا کو درخت ایمان کی ایک شاخ فرمایا ہے انجاء شعبۂ عمن الایمان
 اور انتظام عالم کے لیے حیا کا ہونا لازم ہے اگر حیا کا پردہ اٹھ جائے اور کوئی کسی سے
 شرم نہ کرے تو دنیا کے انتظام میں خلل پیدا ہو جائے اور خلافت کے بائیں میل جول
 میں اتاری پڑ جائے لیکن حیا اجازت نہیں دیتی کہ جس کا جو جی چاہے کرے ۵

صف شکن قلب مناہی حیا ست | راہزن خیل مناہی حیا ست

۱۵ اور اتارا ایسا لشکر جسکو تھے نہیں دیکھا۔ ۱۲

۱۶ حیا ایک حصہ ہے ایمان کا ۱۲

لہذا معلوم ہو کہ خاص و عام کو بوجہ حیا کے نہایت فائدہ ہے اور بغیر حرارت
آفتاب حیات ثمرات اخلاق کچے اور خام رہتے ہیں ۵

گر حیا بنو در بر افتد رسم عصمت از جہان
و حجابے در میانست از تقاضای حیاست

منجملہ اقسام حیا ایک حیا گناہوں کی ہے یعنی گناہ گرا اپنے کردار سے شرم رکھتا ہے
چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام نے بہشت میں جب گیہوں کھالیا تو جو لباس کہ زیب تن
تھا وہ آپ کے جسم سے گر گیا۔ آپ ادھر ادھر بھاگتے اور ہر ایک درخت کے پیچھے
چھپتے تھے۔ خطاب ہوا اے آدم مجھ سے بھاگتا ہے۔ کہا نہیں۔ اے خداوند مجھے
بھاگ کر کہاں جاؤں گا مگر اپنی خطا پر شرمندہ ہوں۔ مصرع

کہ گر گناہ نہ بخشند شرمساری ہست

دوسرے قسم کی حیا چائے کرم ہے یعنی کریم اپنی درگاہ سے حاجتمند کو محروم واپس
کرنے میں شرم کرتا ہے۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ حضرت حق سبحانہ تعالیٰ حیا کے کرم کی
صفت سے متصف ہے۔ جب کوئی سبندہ و دونوں ہاتھ اُس کی بارگاہ میں دعا کے
لیے بلند کرتا ہے تو شرم رکھتا ہے کہ اُس کے ہاتھوں کو اپنے فضل و رحمت سے
خالی رکھے بلکہ تقدیر اُس کے کف از زمین دے دیتا ہے ۵

محال ست اگر سر پرین در تنے | کہ باز آیدت دست حاجت تہ

اور انتہائے کرم یہ ہے کہ سال کو اپنے در سے واپس نہ کرے۔ چنانچہ اخبار
میں آیا ہے کہ خلیفہ مامون کے زمانہ میں ایک اعرابی تھا جو ملک شوریہ میں پیدا ہوا
تھا بجز کھاری پانی کے اور پانی نہ کبھی پیا نہ دیکھا ۵

مرغی کہ خبزندار دانا آب زلال
منقار در آب شور دارد ہمہ سال

ایک مرتبہ قبیلہ اعرابی میں قحط پڑا تو وہ تحصیل رزق میں سرگردان باہر نکلا بلکہ شور سے پار ہوا تو ایک موضع میں آتا یہاں کی زمین سرسبز و شاداب تھی اور ایک صاف و شیریں پانی کا تالاب لبریز تھا۔ اس اعرابی نے آج تک اتنا بڑا تالاب نہیں دیکھا تھا حیرت و استعجاب کے ساتھ اس کے کنارہ آیا اور اُس میں سے ٹھوڑا سا پانی لے کر پیا تو ذائقہ میں وہ پانی نہایت شیریں اور خوش گوار ملا۔ بھلا ایسا پانی اعرابی نے کہاں دیکھا تھا اس نے خیال کیا کہ میں نے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بہشت میں اسی قسم کا پانی رکھا ہے کہ جس کا ذائقہ متغیر نہیں ہوتا چنانچہ قرآن میں آیا ہے ﴿فَمِنْهَا أَنْهَارٌ مِنْ مَاءٍ غَيْرِ آسِنٍ﴾ اگر میں غلطی پر نہیں ہوں تو حق تعالیٰ نے میرے خاقون پر رحم کر کے گرسنگی اور بچا رگی کے معاوضہ میں یہ پانی بہشت سے بھیج دیا ہے۔ مناسب یہ ہے کہ ٹھوڑا سا پانی خلیفہ وقت کے پاس لے جاؤں اور غالباً اس کے عوض میں وہ مجھ پر بہت کچھ احسان کرے گا۔ اور میرا قبیلہ قحط کے مصائب سے نجات پا جائے گا۔

یہ سوچ کر پانی سے وہ مشک بھری جوہر ادا تھی اور بغداد کا راستہ دریافت کر کے دار الخلافہ کی جانب روانہ ہوا ہنوز بغداد دور تھا کہ مامون کے شتم و خدم نظر آئے معلوم ہوا کہ خلیفہ شکار کی غرض سے آیا ہوا ہے۔ اعرابی خلیفہ مامون کی خدمت میں حاضر ہوا اور دعا و ثنا کے بعد کھڑا ہو گیا۔ خلیفہ نے پوچھا کہ کہاں سے آتا ہے اعرابی نے اپنا وطن بتایا اور کہا کہ وہاں کی مخلوق بوجہ قحط نہایت در ماندہ اور عاجز ہو گئی ہے خلیفہ نے پھر دریافت کیا کہ کہاں جائے گا جواب دیا کہ آپ ہی اپنی خدمت میں حاضر ہوا ہوں مگر خالی ہاتھ نہیں ہوں بلکہ ایک تحفہ لایا ہوں جو آج تک کسی نے نہیں پایا بلکہ کسی نے دیکھا بھی نہ ہو گا۔ مامون نے متعجب ہو کر اس تحفہ کے

لے اور اُس میں چٹھے میں پانی کے جو متغیر نہیں ہوتے۔ ۱۲

پیش کرنے کا حکم دیا۔ اعرابی نے مشک سامنے بٹھا دی اور کہا یہ پانی جنت کا ہے جس کو دنیا میں آج تک نہ کسی نے دیکھا نہ سنا۔

| | |
|---------------------|---------------------|
| آب گو شیرہ شاخ حیات | درمزه ہمیشہ آب حیات |
|---------------------|---------------------|

مامون نے رکاب دار کو حکم دیا کہ ایک گلاس مشک کے پانی سے بھر کر لائے جب گلاس سامنے آیا تو اُس میں نہایت بدبو معلوم ہوئی۔ اُس کا رنگ بدل گیا تھا اور مشک کی چکنائٹ اس میں اثر کر گئی تھی خلیفہ نے جبراً تھوڑا سا پانی پی لیا اور فراست سے اصل حقیقت معلوم کرنی۔ مگر شرم نے اجازت نہ دی کہ اس کا راز افشا کرے اور کہا اے اعرابی تو بہت صحیح کتاب ہے۔ ایسا لطیف پانی ہر ایک کو نہیں دیا جاسکتا رکاب دار کو حکم دیا کہ ایک گلاس پانی لے کر آب خاصہ میں شریک کرے اور مشک کا باقی پانی ایک گوشہ میں رکھ دے پھر اعرابی کی طرف متوجہ ہو کر کہتا کہ تو عمدہ تبرک اور پسندیدہ تحفہ لایا ہے، اب تو بتا کہ کس چیز کا تو طلبگار ہے۔ اس نے کہا کہ اے خلیفہ میرے اہل و عیال قاقون سے مرہے ہیں اور اس لیے خداوند تعالیٰ سے فضل کی اور آپ سے کرم کی امید ہے خلیفہ نے ہنر اور دینار عنایت فرما کر وہیں سے چلے جانے کا حکم دیا۔

جب اعرابی رخصت ہو گیا تو ایک درباری نے خلیفہ سے دریافت کیا کہ اعرابی کو یہیں سے جانے اور کسی کو پانی نہ بلانے میں کیا مصلحت تھی۔ مامون نے فرمایا کہ وہ پانی بالکل بے مزہ اور بدبو دار تھا مگر اس شور پانی کے مقابلہ میں جس میں اُسے پرورش پانی تھی وہ پانی بہشت کا سمجھتا تھا۔ اگر تم میں سے کوئی پی لیتا تو اعرابی پر لعنت ملاعت کرتا اور وہ بجاوہ شرمندہ ہوتا۔ اور اگر اسی جگہ سے اسکو واپس نہ کرتا تو شاید اور آگے بڑھ جاتا اور آب و جلہ کو زیادہ لطیف و شیرین پا کر اپنے تحفہ کے پیش کرنے پر شرمندہ ہوتا اس لیے مجھے شرم معلوم ہوئی کہ ایک شخص بامید کرم

میرے پاس آئے اور شرمندہ ہو کر واپس چلا جائے۔

سخی را شرم سے آید کہ سائل
خجست از در گہ او باز گردد

تیسری قسم حیاے ادب ہے یعنی ایسے اعمال جن کا ارتکاب عقلاً و شرعاً اگرچہ ممنوع نہ ہو مگر حیاے ادب اس سے مانع ہوتی ہے چنانچہ نوشیروان کی نسبت مشہور ہے کہ وہ اس مکان میں جہان نرگس کا بھول ہوتا تھا اپنی عورتوں اور کنیزوں سے ہم بستر نہ ہوتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ نرگس کی آنکھیں ٹھکی رہتی ہیں۔ حقیقت میں یہ صورت از قسم حیا نہ تھی کیونکہ حیا وہ ہے جو ایمان سے پیدا ہو مگر نوشیروان آتش پرست تھا بلکہ یہ ادب کی ایک صورت ہے جس کی اس نے رعایت کی اور اگر سلطان بادشاہ اسی طرح عمل کریں تو وہ ادب کی حیا کہلائے گی نظم

دل کہ پر از وصف حیا می شود
آئینہ نور خدا سے شود
دیدہ بے شرم پسندیدہ نیست
در نظر عقل خود آن دیدہ نیست

نوان باب پرہیزگاری کے بیان میں

اور وہ افعال ممنوعہ خصوصاً شہوت حرام سے پرہیز کرنا ہے۔ اور یہ جملہ اخلاق حمیدہ میں سے ایک ہے بزرگوں نے بیان کیا ہے کہ انسان دو قسم کی نسبت رکھتا ہے۔ ایک فرشتوں کے ساتھ اور یہ نسبت علم کی ہے۔ دوسری بہائم کے ساتھ اور یہ حرص کی نسبت ہے۔ جیسے کھانا پینا اور مباشرت وغیرہ۔ عقلمندی اس میں ہے کہ حتی المقدور نسبت ملائک کو تقویت دے اور نسبت حیوانی کی طرف متوجہ نہ ہو۔ ۵

از ملائک پرہ داری و بہائم نیز ہم
بگذر از حظ بہائم گز ملائک بگذری

پس جسوقت مثلاً کھانے کی خواہش پیدا ہوتی ہے تو انسان حلال و حرام میں تمیز نہیں کرتا۔ اسی طرح غلبہ شہوت کے وقت نکاح اور زنا کاری میں امتیاز نہیں کرتا۔ لہذا پرہیزگاری سے مراد یہ ہے کہ غلبہ شہوت کے وقت نفس کو اپنے اختیار میں رکھ کر حرام کاری سے باز رہے اور شرع کے خلاف عمل نہ کرے اور افعال ناشائستہ کی جانب مائل نہ ہو تاکہ خیر و صلاح اور فیروزی و فلاح کے دروازے کھلے رہیں۔

اور اگر بادشاہ پارسائی کی صفت سے متصف ہو تو فسق و فجور کی ظلمت ملک سے دور ہو جاتی ہے اور عجیب و بدنامی کا دھبہ لوگوں کے بال بچوں پر نہیں لگتا۔ **نظم**

| | |
|---------------------------|-------------------------|
| عفت آنجا کہ رایت افرازد | دل و دین را تمام افرازد |
| نفس ازونیک خوار و زار شود | روح مقبول کردگار شود |

الحمد للہ ہمارے شہزادہ کا مکار عالی مقدار بخت و دولت سے متمتع ہیں

| |
|---------------------------------|
| روئے خوب ست کمال ہنر و دامن پاک |
| لاجرم ہمت پاکان دو عالم با دوست |

| |
|---------------------------|
| دسوان پاپ ادب کے بیان میں |
|---------------------------|

اور وہ افعال ناپسندیدہ و اقوال ناستودہ سے نفس کی حفاظت کرنا۔ اپنی اور لوگوں کی عزت کا حسب مابرج نگاہ رکھنا۔ کسی کی آبروریزی نہ کرنا ہے۔ ادب کی حقیقت یہ ہے کہ جملہ احوال میں حضرت رسالت پناہی کی متابعت کرے کیونکہ وہ ادیب کامل ہیں اور مکتب خانہ ادب بنی ربی کا حسن تادیبی میں اُنکے لئے ادب سکھایا مجھے میرے رب نے سواچھی طرح ادب سکھایا

مثل کوئی مودب و مہذب نہیں ہوا۔ نظم

| | |
|-------------------------------|------------------------|
| ادب آموززان ادیب کہ او | ادب از حضرت خدا آموخت |
| بر کسے خوان بعت کہ در ہمہ حال | سبق از لوح کبریا آموخت |

یون تو تمام لوگوں کا ادب اچھا معلوم ہوتا ہے مگر خصوصیت کے ساتھ بادشاہوں کے لیے ادب از بس مستحسن ہے۔ کیونکہ جب بادشاہ راہ ادب میں مستقل ہوتا ہے تو ملازمین کو بھی ادب کی رعایت ضرور کرنی پڑتی ہے۔ یا وجہ ممکن نہیں کہ رعایا راہ ادب سے منحرف ہو۔ پس ملکیت کا انتظام بخوبی ہوتا اور اہل عالم کے مصالح حسب وخواہ مہیا ہوتے ہیں۔ غنوی معنوی میں ہے نف

| | |
|------------------------------|----------------------------|
| از خدا خواہیم توفیق ادب | بے ادب محروم گشت از فضل رب |
| از ادب پر نور گشت مت این فلک | وز ادب محصوم و پاک آمد ملک |

بڑے بڑے لوگوں کا قول ہے کہ اولاد آدم خصوصاً شاہان عالم کے لیے بہت سرمایہ اور خوشترین زیور ادب ہے

تاریخ مین لکھا ہے کہ عزیز مصر نے بادشاہ روم سے موافقت کر کے اُس شہزادی کو اپنے شہزادے سے منسوب کیا اور اپنی شہزادی اسکے بیٹے کے دکن میں دی۔ یہ تمام امور رسل و رسائل سے طے ہوئے جو جانین مین جاری۔ ان دونوں بادشاہوں کے اتحاد سے ہر ایک سلطنت نے بڑی ترقی کی۔ کہ امور سلطنت کے ہر کلی و خبری امین ایک دوسرے سے رجوع کرتا تھا۔ بغیر آپس کے مشورہ کے کسی مہم مین ہاتھ نہ ڈالتے تھے۔ ایک دن خدیو مصر نے قہر کو پیغام بھیجا کہ ہمارے لڑکے خلاصہ حیات و زندگیانی ہیں۔ ہمارے مرنے انکے سوا کوئی یادگار باقی نہ رہے گی۔

| | |
|----------------------------|-------------------------|
| زندہ است کسے کہ در ویا ریش | ماند خلفے پیرا دگار ریش |
|----------------------------|-------------------------|

لہذا ان کی حالت کی درستگی اور مجموعی کی سعی کرنی چاہیے۔ اور ان کے لیے اسباب معیشت و جمعیت کے بڑھانے کی فکر ہونی چاہیے۔ مین نے تو اپنے بیٹے کے لیے نفیس و نادر اشیاء کا ذخیرہ۔ لونڈی۔ غلام۔ چوپائے۔ نہرین۔ جامد اور وغیرہ مہیا کر دیا ہے۔ آپ کی رائے اپنے شہزادے کے حسن انتظام میں کیا ہے۔ قیصر یہ پیغام سنکر مسکرایا اور کہا کہ مال و اسباب بے وفادار و ست اور فانی محبوب ہے۔ اس کا کچھ شمار نہ کرنا چاہیے۔ نہ دنیا سے دنیا کے متاع فانی پر فرائض ہو نا چاہیے۔ مین نے اپنے بیٹے کو زیورادب سے آراستہ کیا ہے اور مکارم و اخلاق کے خزانے اس کے لیے جمع کیے ہیں۔ مال تو مٹ جانے والا ہے اور ادب تغیر و انتقال سے محفوظ رہتا ہے۔ جب یہ خبر ملک مصر کو پہونچی تو اسے کہا کہ قیصر بہت صحیح کہتا ہے۔ **الْأَدَبُ خَيْرٌ مِنَ الذَّهَبِ**۔ نظم

| | |
|--|--|
| ادب بہتر از گنج فستادون بود بزرگان نکر دند پرواے مال عنان سوے علم و ادب یافتند | قرون ترز ملک فریدون بود کہ اموال را ہست رود زوال کہ نام نیکو از ادب یافتند |
|--|--|

گیا رضوان باب علوم ہمت کے بیان میں

حدیث میں آیا ہے **إِنَّ السَّيِّئَ حُبَّ الْمَعَالِي الْأُمُورِ**۔ یعنی خدا بڑے بڑے کاموں کو پسند کرتا ہے۔ حق سبحانہ تعالیٰ بلند ہمت آدمی کو دوست رکھتا ہے اور بڑے بڑے کاموں کو شرف قبولیت بخشتا ہے۔ ہمت بلند کا جز و رفعت الرحمن ہے۔ اور ایک دوسرے کی علحدگی محال ہے۔ نظم

| | |
|------------------------|------------------------|
| مرع ہمت چو بال بک شاید | غزو اقبالش اشیان یا شد |
|------------------------|------------------------|

| | |
|---|---------------------------------|
| کمترین گویے آسمان باشد | پیش چوگان ہمت عالی |
| <p>سلاطین کے لیے ہمت عالی کافی پیشکار ہے۔ اور باوقار دگا رہے۔ ان میں سے جن کی ہمت بلند ہے۔ شان و شوکت کے میدان میں ان کا قدم سب سے آگے ہے۔</p> | |
| ہمت بلند دار کہ زوہد و خلق | باشد بقدر ہمت تو اعتبار تو |
| <p>یعقوب لیث سے عنفوان شباب میں قبیلہ کے کسی بزرگ نے کہا کہ میرا دل تیرے حال کا لگتا ہے کیونکہ جس سن میں تو ہے وہ غلبہ شہوت اور علو ہمت کا وقت ہے مہر محل تیار کرتا کہ تیرے لیے کسی معزز خاندان کی لڑکی تلاش کروں۔ یعقوب نے جواب دیا۔ جس دھن کو میں نے پسند کیا ہے اسکا مہر محل تیار ہے۔ بزرگ قبیلہ نے کہا لاؤ میں دیکھوں کہ کیا تیار کیا ہے اور اس دھن کا نشان دو کہ مجھے معلوم ہو یہ سنکر یعقوب اپنے مکان میں آیا اور ایک تلوار لیے ہوئے باہر نکلا اور کہا میں مالک مشرق و مغرب کے عروس سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ اور مہر محل میں یہ جو ہر دار اور جو شین گزرا تلوار حاضر ہے۔</p> | |
| بے بخت نیک بیج کسی را سیز نیست | مہر عروس ملک بہ از بیج تیر نیست |
| <p>اسی مطلب کا یہ شعر بھی ہے۔</p> | |
| عروس ملک آن مرد کنار گرفت | کہ اول از گیسو تیغ داد کاہلیش |
| <p>اسی معنی میں یہ بھی مشہور ہے۔</p> | |
| عروس ملک کسے در کنار گیرد چہریت | کہ بوسہ بر لب شمشیر آید از نند |
| <p>بیان کرتے ہیں کہ جس زمانہ میں اسکندر سرحد روم سے ملک عرب و ہجیم کی تحنیر کے لیے نکلا اور بحر و بر کو مطیع بنانے کا ارادہ کیا تو بہت اندیشہ ناک اور پرہیزگار تھا۔ اسطاطالیس حکیم نے جو اسکا وزیر باتدبیر تھا جب اسکندر کے چہرے پر حزن طال</p> | |

کے آثار دیکھے تو کہا کہ اسے بادشاہ اسباب دولت تیار ہے۔ خدوم و شتم فرمانبرداری پر کمر بستہ ہیں۔ خزانہ مالا مال ہے۔ سلطنت وسیع ہے۔ اقبال پامدار ہے۔ نہ سال دولت زیور استقلال سے آراستہ ہے۔ جاہ و جلال آستانہ عالی کا خدنگار ہے پھر پریشانی مزاج اقدس کا کیا سبب ہے۔

اسکندر نے یہ سنکر جواب دیا کہ میں سوچ رہا ہوں کہ وسعت جہان محدود ہے اور ممالک ہفت اقلیم کا میدان مختصر ہے۔ شرم آتی ہے کہ اسی مقدار ملک کے لیے فتح پر کمر بستہ ہوں اور تسخیر کے لیے روانہ ہوں۔ قطعہ

| | |
|-----------------------------------|-------------------------------|
| گر ای آن نکند طول و عرض ہفت اقلیم | کہ من بہریت تسخیر آن سوار شوم |
| ہزار عالم ازین گریو دو کم ست ہنوز | کہ من بعبض تصرف بدان دیا شوم |

ارسطو نے جواب دیا بے شک اس جہان کی حکومت اور سرداری آپ کی بلند ہمت اور علم و تربیت کے لائق نہیں ہے۔ مگر اس کے ساتھ مملکت ابدی کو ملا دو تا کہ جس طرح ضرب تیغ سے جان فانی قبضہ میں آئے عدل و انصاف کی پرکت سے ملک سعادت بھی قبضہ استحقاق میں داخل ہو۔ اور اس نقصان کی تلافی اس کمال سے ہو اور یہ حقیر حصہ زیبائش کمال سے بڑی رونق پکڑے نظم

| | |
|------------------------------|-------------------------|
| ملک عشقی خواہ کان جنہ رم بود | دزدہ آن ملک صد عالم بود |
| جہد کن تا در میان این شمشیر | عرصہ آن عالمیت آید بدست |

اسکندر کو اس جواب سے بڑی تسلی ہوئی اور حکیم کی بڑی تعریف کی۔ اور آج ہر شخص اسکندر کی امتنا و صفت میں رطب اللسان نظر آتا ہے کہ اُس کی بلند ہمت نے حقیر مملکت جہان کو نہ چھوڑا۔

| | |
|---------------------------------|--|
| تو باز ساعد شاہی با ستخوان منکر | |
| ہمارے ہمت خود را بلند وہ پروانہ | |

بارہواں باب ارادہ کے بیان میں

اور وہ مقاصد و مراد کے قافلہ کا پیشرو۔ امور و مہمات کا پورا کرنے والا ہے کوئی بادشاہ بغیر مستقل ارادہ کی مدد کے کوئی ملک قبضہ میں نہیں لایا اور بغیر تنگ و دو اور سعی و بلیغ کے مسند جہانداری اور تخت شاہی پر نہیں بیٹھتا ہے

بے غم درست و سعی کامل کس را نشود مراد حاصل

عزیمت درست کے معنی یہ ہیں کہ جب کسی کام کے کرنے پر کمر بستہ ہو اور کسی مہم کے انجام میں مشغول ہو تو کسی رکاوٹ اور امر مانع سے تکمیل میں باز نہ رہے اور اپنے ارادہ میں کمی اور کسستی کو براہ نہ دے لوگوں نے کسی حکیم سے دریافت کیا کہ بادشاہ ہونے کا ارادہ کس مقام پر اچھا ہوتا ہے اور کس وقت کام میں آتا ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ دشمنان ملک کے دفع کرنے میں نہایت پسندیدہ ہے۔ کیونکہ جب بادشاہ بھڑوسے مراد فاذا عزمت فتوکل علی اللہ۔ اپنے ارادہ میں توکل کو دخل دے تو ضرور بضرور فتح و ظفر فی الفور حاصل ہو جائے گی کیونکہ ارادہ مستقل غلبہ و نصرت کا ذریعہ ہے۔

شہ جو بغم درست پائے کند در رکاب
دل شکند خضم را و ز کفش افتد عنان

حکایت ہے کہ کسی بادشاہ کو مٹی کھانے کی عادت تھی حکما و اطباء نے اُس کو منع کیا اور ہر چند اسکا نقصان بیان کیا مگر بادشاہ باز نہ آیا۔ ایک دن کوئی اہل اللہ اُسکی ملاقات کو آیا اور بادشاہ کو نہایت نحیف و زار پایا اُس نے چہرہ زرد پڑ گیا تھا اور تباہ و توان جہم سے رخصت ہو چکی تھی۔ درویش نے صورت حال دریافت کی بادشاہ نے تمام حقیقت بیان کی کہ مٹی کھانے سے اس حالت کو پہونچا جس پر نہایت

۱۲۔ پس جبکہ ارادہ کیا تو نے خدا پر بھروسہ رکھو۔ ۱۲

افسوس و حیرت ہے درویش نے کہا جب تو جانتا ہے کہ اس سے تجھے نقصان پہونچتا ہے تو کیوں تدارک نہیں کرتا۔ بادشاہ نے کہا اس قدر کوشش پر مجھے اختیار نہیں ہے درویش نے جواب دیا اِنَّ غَزْمِيَّةَ مِنْ عَزَاتِ الْمُلُوكِ کہ ان سے وہ غم و استقلال جو بادشاہوں میں ہوتا ہے کہ کوئی وجہ انکو اس ارادہ سے روک نہیں سکتی بادشاہ اس گفتگو سے نہایت متاثر ہوا اور غم بالآخر کم کیا کہ اب کبھی مٹی نہ کھائے گا چنانچہ اس استقلال کی برکت سے ایسے مہلک مرض سے نجات پائی قطعہ

لکن بدست زد و عنان خود رست
مگر بسعی تمام و دگر غم درست
بتجنگاہ بزرگی رسید گام خست

عنانِ غم بہر جانی کہ بر تابی
کہ کس بمنزل مقصودہ نغمے یابد
ہر آنکہ پائے طلبِ طریقِ غم نہا

تیرھواں باب جد و جہد کے بیان میں

حصول مقصد میں سعی کرنے کو جد کہتے ہیں اور حاجات و مقاصد کے اکتساب میں پیچ و مشقت اٹھانا جہد کہلاتا ہے اور یہ جد و جہد شاہانِ کشورستان کے اخلاق میں داخل ہے۔ یہ صفت ہمت کے تابع ہوتی ہے۔ جب قدر کہ ہمت بلند ہو اُسی قدر طلب مقصود میں جد و جہد زیادہ ہوتی ہے۔ بلند ہمت آدمی کو چاہیے کہ مشقت کے برداشت کرنے سے خوف نہ کھائے۔ کیونکہ دو صورتوں سے خالی نہیں ہے۔ اگر جہد سے مقصود حاصل ہو جائے تو بہتر۔ ورنہ اسکا عذر عقلا کے نزدیک واضح ہے اور طلب مغاخر میں اس کی علو ہمتی سب پر روشن ہے۔

در طلب می گوئیم اریا بم زہے بخت بلند
و در دنیا بم عذر من افتد بزرگان را پسند

حکماء ہند کی حکایات میں مذکور ہے کہ ایک چوٹی کسی تودہ خاک کے پٹالے میں

مشغول تھی جس کا ہٹانا آدمیوں سے بھی مشکل تھا ذرہ ذرہ خاک چوٹی اٹھاتی اور دوسری طرف پھینکتی تھی۔ اسی اثنائیں ایک مرغ کا ادھر گزر رہا اس نے دیکھا کہ ایک ضعیف و نحیف چوٹی بڑی کھدی سے تودہ خاک کے ہٹانے میں مشغول تھی اُس نے کہا کہ اسے ضعیف الجشتہ اور نحیف البدن چوٹی تو یہ کیا کام کر رہی ہے اور تیرا کیا مقصد ہے جو اس صعب ترین کام میں گرفتار ہے۔ چوٹی نے جواب دیا کہ مجھے ایک چوٹی سے عشق ہے جب میں وصل کی طالب ہوئی تو اُس نے یہ شرط پیش کی کہ اس تودہ خاک کو رگدڑ سے ہٹا دو تو اس خیال کو سر میں جگہ دو فی الفور اس کام پر میں مستعد ہوئی اور آرزو ہے کہ اس شرط کی تکمیل میں اقدام کر کے عہد سے نجات پاؤں۔ مرغ نے یہ سنا کہ یہ آرزو تیرے حوصلہ سے باہر ہے اور اس کمان کا کھینچنا تیرے قوت بازو سے بعید ہے چوٹی نے جواب دیا کہ میں نے تو اس کام کے کرنے کا ارادہ کر لیا ہے اور جہد و جہد شروع کر دی ہے اگر مقصد حاصل ہوا فہو المار اور نہ مجھ کو معذور سمجھیے۔

| | |
|--|--|
| من طریق سعی سے آرم بجا دامن مقصود اگر آرم بکفت ور نشد از جہد من کاے تمام | لیس للانسان الاما سخی از غم و اندوہ مانم بہ طروت من در ان معذور باشم و اسلام |
| افریدون نے ابتدائے سلطنت میں جب ریاض دولت سے منع اٹھا رہا تھا اور ہواے کامرانی کے چلنے سے شادمان تھا۔ بعض مقامات کے تسخیر کرنے کا ارادہ کیا جو دوسروں کے قبضہ میں تھے۔ | |
| کفاف نفس اگر چند اندک بہت و لے جهان بہ تیغ گرفتن زہمت عالی است | |
| چنانچہ اس مقصد کے لیے ارکان دولت سے مشورہ کیا۔ ایک جماعت نے | |

کہا کہ اے بادشاہ ایک آراستہ اور کافی ملک تیرے قبضہ میں ہے پھر بے ضرورت
فکر و تشویش کا مول لینا درست نہیں ہے جو کہ تجھے مائل ہے اس سے فائدہ
نہیٹھا اور خطرناک امور کے ارتکاب سے محفوظ رہے

| | |
|-------------------------------|--------------------------|
| در فراغت کوش و در لذت کہ نیست | آرزو را هیچ پایا نے پیدا |
|-------------------------------|--------------------------|

فریدون نے جواب دیا کہ قناعت طبع بہائم کا شیوہ ہے اور ایک کج بین بوجھ جانا
دناوت اور پست ہمتی کی دلیل ہے۔ وقت کو جو حساب کی طرح گزر جاتا ہے
عنایت سمجھنا چاہیے اور مقاصد کے مائل کرنے میں خطرات کے دوچار ہوئیے
اندیشہ نہ کرنا چاہیے۔ قطعہ

| | |
|-----------------------|-------------------------|
| اگر سلطنت نہ باید بست | ہرگز رغبت تن آسانی ست |
| از مشقت کجا بیا ساید | ہرگز اہمیت جہا نبانی ست |

حکایت ہے کہ کسی بادشاہ نے اپنے بیٹے کو عنیم سے مقابلہ کرنے کے لیے بھیجا
تھا۔ خبر ہو چکی کہ شہزادہ راستے میں کبھی کبھی بدن سے زہ آتا رہتا ہے اور ہر
منزل پر دو شب قیام رکھتا ہے بادشاہ نے اس کو لکھا کہ اے پسر حق نے
جب عزت پیدا کی تو کلفت و مشقت کو اس کا ہنشین بنا دیا اور مذلت و پریشانی
کو جب پیدا کیا تو آرام و راحت کو اس کا رفیق بنایا۔ اس وقت کہ عزت بادشاہ
کو دی اور مذلت رعایا کو تو بادشاہ کے ذمہ مملکت کی حفاظت ہے اور رعایا
کے حصہ میں امن و امان اور استراحت یہ دونوں حصے کجا نہیں ہو سکتے۔ بادشاہ
کو چاہیے کہ آرام و آسائش کو رخصت کر دے اور راحت کو رعیت کے لیے چھوڑے
اگر اس طرح نہ کرے تو آرام سے بسر کرے اور حفاظت ملک سے دست بردار
ہو جائے

| | |
|--------------------------------|-------------------------------|
| لذت شاہی تر ایں راحت دیگر مجھے | باوجود سلطنت سرمایہ دیگر نحوہ |
|--------------------------------|-------------------------------|

یعقوب لیث نے ابتداءے حال میں اپنے کو خطرناک معاملات میں ڈالا اور بڑے بڑے خطرات برداشت کیے آسائش نفس سے بالکل علیحدہ تھا۔ اور محنت و مشقت اٹھانے سے ایک لمحہ بھی آرام نہ لیتا۔ لوگوں نے اس سے کہا کہ تجھ جیسے شخص کو اس قدر محنت کرنے کی رنج و تعب اٹھانے اور غرقاب ہلاکت ہونے کی کیا وجہ ہے۔ اس نے جواب دیا کہ مجھے افسوس ہوتا ہے کہ عمر عزیز کو اصلاح کا سر و سر میں صرف کر دوں۔ میری کوشش تو ضرور اس پیشہ میں ہے جس میں بکثرت لوگ شریک ہیں مگر رنج و مشقت برداشت کرنا اس لیے ہے کہ ایسا رتبہ حاصل کروں جس میں کوئی شریک دار نہ ہو اس نے جواب دیا یہ تو میں جانتا ہوں کہ شربت مرگ چکھنا ہے اور گرداب فنا میں پھنسنے ہے مگر کاربند میں فنا ہونا ادنیٰ کاموں میں فنا ہونے سے بہتر سمجھتا ہوں۔ بیشک وہ اپنے جد و جہد سے جس منصب پر پہنچا تھا وہی

دوام طلب زودست گذار
گر جہت کئی بدست آید

مے باش مجد و جہد در کار
ہر چیز کہ دل بران گراید

العزیز بنائے بزرگی کی تمہید جد و جہد ہے۔ اس صفت کی ضد بطالت و کسالت ہے جو شوکت و دولت کو درہم برہم کر دیتی ہے۔ خاندان طاہرین سے کسی سے سوال کیا گیا کہ تمہاری حکومت و دولت کے زوال کی کیا وجہ ہے اس نے جواب دیا کہ راتوں میں شراب پینا اور صبح میں سونا۔ یعنی کاہلی سے انتظام نہ کیا اور کسالت سے جرات کھو دی۔ لہذا ضرور ہوا کہ ہمارا سفینہ دولت گرداب زوال میں غرق ہو جائے اور کشتی امید ساحل تک نہ پہنچے۔

بنائے دولت خویش آن کسے خراب کند
کہ شام مے خور دو صبح گاہ خواب کند

چودھوان باب ثبات و استقامت کے بیان میں

اور وہ ایک ایسی پائنداری ہے جو سمات میں سکارہ و بلیات کے دفع کرنے کی ہمیشہ ضمانت ہے حقیقت میں ثبات سے میاں و برکات کے پھل پیدا ہوتے ہیں۔ اور فلاح و نجات کا ذریعہ ہے مخلوق میں سے کسی گروہ اور جماعت کو اس سے اس قدر وابستگی نہیں ہے جس قدر کہ بادشاہ کو ہے کیونکہ بغیر ثبات کے بادشاہ فرمانبرداروں سے رعایت کرنے، اشرار و اعدا کے قلع و قمع کرنے کے لیے خاصو عام میں ہر دغیر نہیں ہو سکتا۔ نہ چشم و خیم اطاعت پر سر جھکا سکتے ہیں نہ اہل بغی و فساد عصیان و تمرد سے باز آ سکتے ہیں پس ملک کو ثبات کی ضرورت ہے اور بادشاہ کو اس سے کام لینے کی حاجت ہے۔

ہر سر کر یافت افسری از گوہر ثبات
در اوقات بگذرد از چرخ نا ثبات

کسی حکیم کا قول ہے کہ جو بادشاہ چاہے کہ اس کی سلطنت کی بنیاد منہدم نہ ہو تو اسے چاہیے کہ اپنے کاموں کی بنیاد ثبات و وقار پر رکھے۔

بنائے کار بنہ بر ثبات و امین باش کہ ہر بت کہ بر اصل ست پائندار بود

ثبات قدم آدمی وہ ہے جو اپنی راہ و روش سے کسی دوسو سوہ ڈالنے والے کے دغدغہ سے ٹھہ نہ پھیرے اور اپنے رسم و طریق سے کسی پریشان کرنے والے کے دوسو سوہ سے انحراف نہ کرے جس طرح کہ حکیم الہی کہتا ہے نظم

پنج خصلت بہ از ثبات مدان

در معالی ثبات و در ز ثبات

در تر و درہ ثبات مدان

میل داری بر غایت در جات

ثبات کے لیے دو چیز ضروری ہے ایک یہ کہ جس کام کو شروع کرے۔ اس کا

اتمام پینے اور لازم کر لے حکایت ہے کہ قیصر روم نے نوشیروان سے پوچھا کہ بقاے شاہی کس امر پر منحصر ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ میں ہرگز یہودہ کام نہیں کرتا۔ اور جس مہم کا حکم دیتا ہوں اُسے انجام کو پہنچاتا ہوں۔ قیصر نے سنکر کہا کہ تمام حکماء یونان کا یہی قول ہے نظر

| | |
|---------------------------|------------------------|
| ہر طرح کہ فک گئی چو مردان | جدی بکین و تمام گردان |
| یعنی علی کہ بر سر ازی | باید کہ دگر نگون نسازی |

دوسری بات یہ ہے کہ جو سخن اس کی زبان پر جاری ہو حتیٰ الامکان اُسکے خلاف گفتگو نہ کرے چنانچہ تاریخ میں مذکور ہے کہ ایک دن سلطان رضی عنہ کے میدان سے گزرا تو ایک مزدور دیکھو اوجھاری پتھر کندھے پر رکھے ہوئے اپنے گھر کی طرف جا رہا تھا اور اُسکے اٹھانے میں بڑی تکلیف برداشت کر رہا تھا۔ سلطان نے جب ایسی سخت مشقت دیکھی تو اپنی جلی مہربانی اور نرمی سے کہا کہ اے مزدور اس پتھر کو ہمیں رکھ دے مزدور نے اسی میدان میں پھینک دیا۔ ایک مدت تک وہ پتھر گزر میں چڑا رہا۔ گھوڑے وہاں پہنچنے پر بھڑکتے تھے چند خاص لوگوں نے موقع دیکھ کر بادشاہ سے عرض کیا کہ فلان دن حسب فرمان عالی ایک مزدور نے میدان میں پتھر پھینک دیا تھا وہاں سے گھوڑے بدقت گزرتے ہیں اور کوئی مزدور اسے نہیں اٹھا سکتا اگر حکم ہو تو پتھر اٹھو ادیا جائے تو مناسب بات ہوگی۔ سلطان نے کہا کہ میں ایک مرتبہ اسے وہیں رکھنے کا حکم دے چکا ہوں۔ اب اگر اٹھانے کا حکم دوں گا تو لوگ اسے میری بے ثباتی پر محمول کریں گے۔ کہتے ہیں کہ وہ پتھر سلطان رضی عنہ کی آخر عمر تک وہیں چڑا رہا۔ اس کی وفات کے بعد اسی کے حکم کی رعایت سے کسی جانشین نے بھی اٹھانے کا حکم نہ دیا۔ قطعہ

| | |
|------------------------|-----------------------|
| سخن شاہ شاہ ہر سخن است | بہم حال پاس باید داشت |
|------------------------|-----------------------|

باید آن بلوچ دل بنگاشت

تسانہ گرد و نقیض آن ظاہر

پندرھواں باب عدالت کے بیان میں

عدل ملک کا راستہ کرنے والا کو تو ال ہے۔ اور نور افزا و دافع ظلمت روشنی ہے اور حق سبحانہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اسی صفت کے متعلق فرماتا ہے: **إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ**، عدل یہ ہے کہ مظلوموں کی دادی کی جائے اور احسان یہ ہے کہ مرہم راحت مجروحوں کے زخم پر رکھا جائے حدیث میں آیا ہے کہ بادشاہ کا ایک گھڑی عدل کرنا میزان اطاعت میں ساڑھ برس کی عبادت سے بڑھکر ہے۔ کیونکہ عباد کا نتیجہ عامل کی ذات تک محدود رہتا ہے اور عدل کا فائدہ خاص و عام خرد و بزرگ کو پہونچتا ہے۔ ارباب دین و دولت کے طریقے اور اصحاب ملک و ملت کے مصالح اس کی برکت سے قائم اور منظم رہتے ہیں اور عدل کا ثواب حد شمار سے زیادہ اور قیاس سے باہر ہے۔

حکایت ہے کہ کسی بادشاہ کو خواہش ہوئی کہ خانہ خد کا حج کرے اور طواف حرم کے کرنے سے عزت حاصل کرے اور مزید صفا اور قبولیت دعا سے اپنے امثال وہم جنس میں ممتاز ہو۔

درد و پیمان واسطہ اقتدار

ہست طواف حرم کردگار

ارکان دولت اور اعیان مملکت نے موقع پر عرض کیا کہ اے بادشاہ حج کرنا اس وقت درست ہے بشرطیکہ راستہ بے خوف و خطر ہو۔ حالانکہ سلاطین کے بہت دشمن ہوتے ہیں۔ اگر خدم و حشم کو ساتھ لے چلنے کا ارادہ ہے تو انکا تہیہ اس دور و مدار راستہ میں نہایت مشکل ہے۔ اگر چند ملازموں کو ساتھ رکھے گا تو خطرات کلی

۱۵ البتہ عدل و انصاف کا خدا حکم کرتا ہے۔ ۱۶

کے پیش آنے کا اندیشہ ہے۔ دوسرے یہ کہ شہر میں بادشاہ کا رہنا جسم میں جان کے ہونے کا حکم رکھتا ہے جس وقت کہ سایہ دولت رعایا کے سر سے دور ہوگا تو ہرج و مرج کا ظہور ہوگا عوام و خواص کے نام مہام سلک انتظام سے باہر ہو جائیں گے بادشاہ نے فرمایا کہ جب یہ سفر میسر نہ ہو تو میں کیا کام کروں جس سے حج کا ثواب پاؤں اور اس اطاعت کی برکت سے بہرہ مند ہوں امر نے عرض کیا کہ اس ملک میں ایک درویش ہے جو مدتوں حرم کا مجاور رہا ہے اور پابندی شرائط کے ساتھ ساتھ حج اُسے کیے ہیں۔ اب گوشہ تنہائی میں بیٹھا ہوا ہے اور لوگوں کی آمد و رفت کا دروازہ بند کیے ہوئے ہے۔

گشتہ زغوغاے خلالتِ ستودہ

پاپ کشیدہ ہست بدامان کوہ

شاید اُس سے آپ حج کا ثواب خرید سکیں اور اُس کے ثواب کا کل حاصل ہونا ممکن ہے۔ بادشاہ اپنی خوش اعتقادی سے جواہر اللہ کے ساتھ رکھتا تھا درویش کی خدمت میں گیا اور دوران گفتگو میں کہا کہ حج کی آمد زویرے دل سے لگی ہوئی ہے اور ارکان دولت توقف میں بہتری دیکھتے ہیں۔ سننے میں آیا ہے کہ آپ نے بہت سے حج کیے ہیں۔ کیا ہو اگر ایک ثواب حج میرے ہاتھ چڑھالے تاکہ مجھے ثواب ملے اور آپ کو توشہ حاصل ہو۔ درویش نے کہا کہ میں اپنے کل حج کا ثواب تیرے ہاتھ فروخت کرتا ہوں بادشاہ نے ایک حج کی قیمت دریافت کی۔ اُس نے جواب دیا۔ ہر ایک قدم کے معاوضہ میں جو میں نے راہ حج میں اٹھایا ہے تمام دنیا اور دنیا کی تمام چیزیں لون گا، بادشاہ نے جواب دیا کہ میرے قبضہ میں دنیا اور متاع دنیا کا ایک قلیل حصہ ہے جو ایک قدم کی بھی قیمت نہ ہوگی۔ لہذا ایک حج کی قیمت بتاؤ جسے میں خرید سکوں۔ درویش نے کہا کہ تمام حج کی قیمت ادا کرنا آپ کے لیے بالکل آسان ہے۔ بادشاہ نے پوچھا کس طرح۔ جواب دیا جب کسی مظلوم کے

مقدمہ میں تو عدل کرے اور ایک گھڑی داد خواہی کے کام میں مصروف رہے تو اُس کا ثواب مجھے بختدے اور ساٹھ حج کا ثواب میں بخش دوں۔ پھر بھی میں فائدہ میں رہوں اور اس سودا میں نفع بسیار حاصل کروں۔

اس سے معلوم ہوا کہ بادشاہ کو فرائض اور سنن کے ادا کرنے کے بعد بندگان خدا کی اصلاح میں مشغول ہونے سے واجب ترک کوئی کام نہیں ہے اور انصاف سے موصوف ہو کر زندگی بسر کرنا اور رعایا کو عدالت و حمایت کی نظر سے دیکھنا چاہیے کیونکہ اگر عدالت کا پاس نہ ہو تو ارباب قوت و شوکت مخلوق کی کمزوری سے نصیبت و محایئ اور جب ضعیف ہلاک ہوں گے تو اقویا بھی اپنی جگہ پر نہیں ٹھہر سکتے کیونکہ خلافت کی زندگی ایک دوسرے سے وابستہ ہے اور احوال مردم کا انتظام بغیر عدل کے ممکن نہیں۔ قطعہ

| | |
|---------------------------------|-------------------------------|
| عدل نورست کرو ملک منور گردد | در نیشم ہمہ آفاق معطر گردد |
| عدل پیش آرو مراد دل درویش برآرد | تا ترا ہر چہ مرادست میسر گردد |

عدالت کی فضیلت میں صرف یہی نکتہ کافی ہے کہ عادل تمام لوگوں کا محبوب ہوتا ہے اگرچہ ان لوگوں کو اُس کے عدل سے فائدہ نہ پہونچا ہو اور ظالم تمام جہان کا دشمن ہے اگرچہ اُس کے ظلم سے ان کو کچھ ضرر نہ پہونچا ہو۔ اس حالت کا مصداق اور اس گفتگو کا مقیاس نوشیروان عادل اور حجاج ظالم کا قصہ ہے۔ باوجودیکہ نوشیروان کافر اور آتش پرست تھا اور حجاج نے بحالت اسلام صحابہ و تابعین کو دیکھا تھا مگر جب لوگ نوشیروان کو یاد کرتے ہیں تو اُس کی تعریف کرتے ہیں اور جب حجاج کا ذکر آتا ہے تو اُس کے ظلم کی وجہ سے نفرت اور برا بھلا کہتے ہیں۔ مثنوی

| | |
|-------------------------|----------------------------|
| دادگری شرط جہانداری ست | دولت باقی زلم آزاری ست |
| مملکت از عدل شود پایدار | کار تو از عدل تو گیر دستار |

| | |
|------------------------------|---------------------------|
| ہر کہ درین خانہ بیٹے داد کرد | خانہ فردا سے خود آباد کرد |
|------------------------------|---------------------------|

ایک دن عبداللہ ظاہر نے اپنے بیٹے سے کہا کہ ہمارے خاندان میں حکومت کب تک رہے گی۔ اُس نے جواب دیا کہ جب تک عدل و انصاف کی بساط اس ایوان میں کھچی رہے گی۔ قطعہ

| | |
|-------------------------------|------------------------------|
| تا پای بادشاہ بود بر بساط عدل | بر فرق او نہاد بود تاج سروری |
| چون دست ز آستین تغلیت و کیند | باشد نصیب گردن او طوقِ مدبری |

حدیث میں آیا ہے کہ بادشاہ عادل خدا کی مہربانی کا سایہ ہے کہ ہر مظلوم اُس کے نیچے پناہ لیتا ہے ظاہر ہے کہ آفتاب کی تابش ہے جس کسی کو تکلیف پہنچتی ہے تو آرام کے لیے سایہ میں پناہ لیتا ہے تاکہ اُس کی تکلیف راحت سے بدل جائے اسی طرح مظلوم بھی ہے کہ آفتابِ ستم کی تابش اور شرارتِ ظلم کی حرارت سے تنگ آکر سایہِ خدا میں پناہ لیتا ہے جو بادشاہ سے مراد ہے تاکہ ظالموں کی بیداو سے امن و امان کے دراز سایہ میں آسائش و آرام حاصل کرے۔ یثنوی معنوی میں ہے۔

| | |
|---------------------------|-----------------------------|
| شاہ عادل سایہ لطف حق است | ہر کہ دارد عدل لطف مطلق است |
| خلق را در سایہ خود جاے ده | وز شرف بر فرق گردون پائے نه |

حکما لکھتے ہیں کہ مخلوقات میں مساواة کا لحاظ رکھنا عدلِ اکملِ تاب ہے یعنی ایک گروہ کو دوسرے گروہ پر غالب نہ بنائے اور ہر ایک جماعت کی حفاظت اُس کے مقام پر کرے۔

بادشاہ کے خدام اہل میں چار گروہ ہیں۔ اول اہل شمشیر کیونکہ امرا اور اہل فوج اور یہ لوگ بمنزلہ آتش کے ہیں۔ دوم اہل قلم کیونکہ وزراء اور منشی وغیرہ مثل ہوا کے ہیں سوم اہل معاملہ کیونکہ بیوپاری اور صنایع وغیرہ پانی کے قائم مقام ہیں۔ چہارم

زراعت ہمیشہ لوگ کیونکہ یہ لوگ بمنزلہ خاک کے ہیں پس جس طرح کہ عناصر در بعض
مین سے ایک عنصر کا دوسرے پر غالب آنا انسان کا مزاج بگاڑ دیتا ہے اسی طرح
ان اصناف چارگانہ مین سے کسی گروہ کا غلبہ ملک کو تباہ کرتا ہے اور اصلاح عالم
نیز نظام امور بنی آدم منقطع اور شکست ہو جاتا ہے۔

| | |
|--|---|
| ہر یکے کا خلق مرتبہ ایست گر کس از حد خویش در گزرد ہر کسے را بجائے او بنشان | پیش ازین دور یافتہ تعین فتنہ باخیزد از یسار و مبین پس بدولت بجائے خود بنشین |
|--|---|

فضائل عدل مین سے ایک یہ ہے کہ بادشاہ عادل کے اجر کے جسم مین خاک تصرف
نہیں کرتی۔ حکایت ہے کہ کسی عالم نے مامون کی مجلس مین یہ حدیث بیان کی
کہ بادشاہ عادل کی نعش قبر مین پر آگندہ نہیں ہوتی اور اعضا ایک دوسرے سے
الگ نہیں ہوتے۔ مامون نے کہا کہ حدیث نبوی کے صحیح ہونے مین مجھے کچھ شبہ نہیں
ہے لیکن خواہش ہے کہ نوشیروان کو دکھیوں جو فی الحقیقت عدل کا نمونہ تھا اور
حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان معجز نشان پر آیا ہے کہ مین بادشاہ عادل
کے عہد حکومت مین پیدا ہوا ہوں۔ لہذا مامون نے مدائن جانے کا ارادہ کیا۔
جب وہاں پہونچا تو نوشیروان کا تابوت اُس کے سامنے کھولا گیا۔ مامون نے دیکھا
کہ وہ اس طرح لیٹا ہوا ہے جیسے کہ کوئی شخص خواب مین ہو۔ انگلیوں مین انگوٹھیاں
تھیں ہر ایک کے نگینہ پر ایک پند کندہ تھا۔ اول پند۔ دوست و دشمن کی خاطر دعا
کرو۔ دوم عقلا کے مشورہ بغیر کسی کام کو شروع نہ کرو۔ سوم رعایا کی رعایت مین
فروگزاشت نہ کرو۔

دوسری روایت مین ہے کہ اس کے بالین پر ایک تختی آویزاں تھی اور اُس مین
لکھا تھا کہ جو شخص چاہے کہ خداے دو جان اُسے بزرگوار کرے تو اُس سے کہدو کہ

وہ اپنے زمانہ کے علما و حکما کی عزت و وقعت کرے اور جو شخص چاہے کہ اس کا ملک بڑھے تو اُسے چاہیے کہ انصاف کا دامن گیر ہو۔ مامون نے ان فضائل کی نقل لی اور اُس خاک نشین کو عطر آلود کر کے پوشیدہ کر دیا۔ منقول ہے کہ اسی معائنہ کے وقت مامون کے کسئی بھلیس نے اجازت لیکر کہا کہ عدل کی ایک خاصیت یہ ہے کہ مرنیکے بعد خاک اُس کا نقصان نہیں کرتی اور اگر کافر عادل سعادت اسلام کا خواہان ہو تو کیا عجب ہے کہ عقبیٰ میں ضرر آتش کو اُس سے دور رکھا جائے مامون نے اُسکے قول کو پسند کیا اور کہا کہ اُن وصایا کے پیچھے اسے بھی لکھ دو۔ مثنوی

در قیامت خوب فرجامت کند
چون بدان عالم رسی نواز دت

عدل در دنیا انکو نامت کند
اندرین عالم معظم ساز دت

ارکان عدل میں داد و خواہ کا کلام سننا ہے یعنی مظلوموں کی بات کان لگا کر سننے اور ان کے کام کے درست کرنے میں توجہ کرے۔ طول کلامی پر بلول ہو نہ کشیدہ خاطر کیونکہ بادشاہ طبیب کے مانند ہے اور مظلوم مبتلہ بیمار کے ہے۔ مریض چاہتا ہے کہ اپنا تمام حال طبیب کے سامنے بیان کرے پس اگر طبیب اُس کی باتوں پر کان نہ لگائے تو حقیقت مرض پر مطلع نہیں ہو سکتا پھر بغیر تشخیص مرض علاج کیونکر ہو سکتا ہے۔

حال دل از توجہ پنهان دارم

تو طبیبی و منت بیماری رم

حکایت ہے کہ ایک دن کسی بزرگ سے ایک شخص نے اپنا حال بیان کیا اُس نے توجہ نہ کی دوسری بار کہا پھر متوجہ نہ ہوا۔ تیسری بار کہا تو اُس نے جواب دیا کہ کیون در دسرتن مجھے بتلا کرتا ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ سر (سر دار) تو آپ ہی ہیں دروین کہان لے جاؤن اسپر وہ بزرگ خوش ہوا اور اُسکی حاجت روائی کی۔

سرمد آوردی بدولت پائے مردی کن بطفت
دسترس دادت خدا افتادگان را دست گیر

ایک بادشاہ نے کسی بزرگ سے دریافت کیا کہ کہتے ہیں ہر چیز کی زکوٰۃ ہوتی ہے۔ سلطنت کی کیا زکوٰۃ ہے اُس نے جواب دیا کہ بادشاہی اور جہان داری کی زکوٰۃ یہ ہے کہ اگر کوئی مظلوم دادخواہی چاہے اور کوئی فریادی اپنی حاجت بیان کرے تو اسکی بات توجہ سے سنی جائے اور غیور دلدہی سے بات کرے سخت جواب نہ دین۔ صغفا اور فقر سے بات کرنے میں شرم نہ کریں۔ کیونکہ چھوٹوں سے گفتگو کرنا بزرگوں کی خصلت میں داخل ہے۔ دیکھو حضرت سلیمان علی نبینا وعلیہ السلام نے باوجود مالک سلطنت اور شرف بہ نبوت ہونے کے موہ صغیف کی بات سنی۔ شیخ

نظر گردن بد رویان بزرگی را بیفزاید
سلیمان با چنان حشمت نظر با بود با مورش

حکایت ہے کہ دار السلطنت چین میں ایک بادشاہ تھا جو زیور عدل سے آراستہ تھا اور نہال حال انصاف کی صفت سے پیراستہ تھا۔

خدا را صنی و خلق خوشنودازد

ستم را زیان عدل را سودازد

ناگاہ اسکی سماعت میں فرق پڑ گیا اور کان میں گرانی پیدا ہو گئی۔ اُس نے ارکان دولت کو جمع کیا اور اس طرح زار و زار ہو کر رویا کہ تمام حاضرین اُسکے حال پر رو پڑے اور اُس کی تسلی کے لیے تدبیریں کیں بادشاہ نے سب کو مخاطب کر کے کہا کہ تم لوگوں نے خیال کیا ہو گا کہ میں جس سماعت کے کھوجانے پر رو نہا ہوں نہیں بلکہ میں جانتا ہوں کہ قصور و کارناحق کا انجام قوی اور جو اس پر ظاہر ہوتا ہے پس ان میں نقص پیدا ہونے پر ایک خردمند کس قدر اندوگین ہو سکتا ہے۔ میرا رونا اس لیے ہے کہ ناگاہ کوئی مظلوم دادخواہ بارگاہ میں فریاد کرے اور اسکی آواز مجھ تک نہ پہنچ سکے اور وہ محروم ہو جائے اور میں عند اللہ ماخوذ ہوں۔ اسی بارے میں میں نے غور و فکر کیا ہے۔ تمام شہر میں منادی کرادو کہ سوا دادخواہ

کے کوئی شخص سرخ لباس نہ پہنے تاکہ اس طرح مین مظلوموں کی شناخت کر سکن اور ان کی داد کو پہونچون ۵

داد مظلومان بدہ مقصود محرومان برآر
دین و دنیا را بدین داد و دہش مہمور دار

بکثرت ایسے بادشاہ ہو گزرے ہیں جنھوں نے داد و خواہوں اور مظلوموں کی فریاد کو پہونچنے سے عذاب عقوبی سے نجات حاصل کی۔ چنانچہ اخبار میں آیا ہے کہ سلطان ملک شاہ سلجوقی نے ایک دن زندہ ہندی کے کنائے شکار کھیلایا اور کچھ دیوارام کرنے کے لیے ایک سبزہ زار میں قیام کیا۔ بادشاہ کا ایک غلام دربان خاص قریب کے گاؤں میں داخل ہوا۔ اُس نے ایک گائے دیکھی جو نہر کے کنائے چر رہی تھی اُس نے گائے کو پکڑ کر ذبح کیا اور گوشت کا کباب بنایا۔ یہ گائے ایک پیر زن کی تھی جس کے چار یتیم بچوں کی زندگی گائے کے دودھ پر منحصر تھی۔ جب اُس کو یہ حال معلوم ہوا تو بے تابانہ اُس پل پر آئی جس پر سے کہ بادشاہ گزرتا تھا اور اُس کے گزرنے کے منتظر ہوئی۔ ناگاہ بادشاہ کی سواری آپہونچی۔ اُس نے دوڑ کر عمان مرکب پکٹٹی۔ خداموں نے تازیانہ نکال کر اُس کو ہٹانا چاہا مگر بادشاہ نے کہا کہ یہ مظلوم معلوم ہوتی ہے اسے نہ ہٹاؤ۔ دیکھو کس نے اس پر ظلم کیا ہے۔ پس پیر زن کی طرف روئے سخن کر کے حکم دیا کہ جو کچھ کہنا ہے بیان کر پیر زن نے یہ مطابق قول مصرع

مظلوم دلیر باشد و چہرہ زبان

زبان کھولی اور کہا کہ اے جو انفراد گریہی داد کو اس پل پر نہ پہونچا اور گزر گیا تو قسم ہے عزت و جلال احدیت کی کہ پل صراط پر اپنا انصاف نہ چھوڑو گی اور تیرے دامن سے دست غاصمت نہ ہٹاؤں گی اس وقت سوچ لے کہ ان دو بلوئین سے کس کو اختیار کرتا ہے ۵

| | |
|--|--|
| انصاف خود و دامن امروز بندہ | بد ہی بہ ازان بود کہ بستانندت |
| <p>بادشاہ اسکی گفتگو سے خوف زدہ ہو کر پاپیادہ ہوا اور پیرزن سے کہا کہ ہرگز ہرگز تیرا جواب پل صراط پر دینے کی طاقت مجھے نہیں ہے۔ اپنا حال بیان کرنا کہ میں انصاف کروں۔</p> | |
| <p>پیرزن نے عرض کیا کہ اے بادشاہ اسی غلام نے میرا چشمہ اعیش مکدر کر دیا ہے اور میری اُس گائے کو ذبح کر ڈالا ہے جس پر کہ میری اور میرے یتیم بچوں کی زندگی منحصر تھی جس نے میرے مارنے کے لیے ابھی تازیانہ اٹھایا تھا۔</p> | |
| <p>بادشاہ نے یہ سن کر اُس غلام کو سزا دینے کا حکم دیا اور ایک گائے کے عوض ستر گائے دینے کا حکم دیا۔ تھوڑے زمانہ کے بعد جب بادشاہ فوت ہوا پیرزن ہنوز زندہ تھی آدھی رات کو وہ بادشاہ کی قبر پر آئی اور بارگاہِ احدیت میں اُسے دعا مانگی اور کہا کہ اے الہی اس بندہ نے جو اس وقت خاک میں ہے جس وقت کہ میں عاجز تھی میرا ہاتھ پکڑا اور مدد کی اب کہ وہ عاجز ہے تو اپنے کرم سے اُس کی دستگیری کر میں مجبور تھی اس نے تیرے عاجز مخلوق پر بخشش کی اب کہ وہ عاجز ہے تو اپنی شانِ خالقیت سے اُسے بخش دے ایک عابد نے بادشاہ کو خواب میں دیکھا اور دریافت کیا کہ خدا نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا ہے۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ اگر اُس پیرزن کی دعا میری فریاد کو نہ پہنچتی تو خدا کے چنگلِ عذاب سے رہائی ناممکن تھی۔ نظم</p> | |
| گفت کہ برہنگد ز آن گندہ پیر بے نظر مرمت بادشاہ زاد من اور ابد عارہ نمود | گر بد عالم نشدی دستگیر حال من غنم زدہ بودی تباہ فیض دعائش در حرمت کشود |
| <p>عدل کا دوسرا رکن احکام الہی کی بجا آوری ہے۔ احکام شرع کے موافق و مطابق عمل ہونا چاہیے۔ خشم و رضا کی حالت میں حق کو نہ چھوڑنا چاہیے۔ کیونکہ</p> | |

اس کا حکم تمام احکام سے بالاتر ہے جس نے کہ حکم انہی سے سرتابی نہ کی اُسکے حکم سے کوئی سرتابی نہیں کر سکتا۔

ہر جا کہ بادشاہ و سلاطین و سروری سرت
محکوم آستان دیر کسریاے دوست

نقل ہے کہ خلافت مامون کے زمانہ میں کسی نے گناہ کیا اور شہر سے فرار ہو گیا اُس کے بھائی کو حکام نے مامون کے سامنے پیش کیا خلیفہ نے اُسے علم دیا کہ اپنے بھائی کو حاضر کر دو ورنہ اُسکے عوض میں قتل کیے جاؤ گے اُس شخص نے کہا کہ اے خلیفہ اگر تیرا کوئی ملازم مجھ کو قتل کرنا چاہے اور تو حکم بھیجے کہ اسے چھوڑ دو تو وہ حاکم چھوڑ دے گا یا نہیں مامون نے جواب دیا کہ ہاں چھوڑ دے گا اُس نے کہا پس میں اپنی رہائی کے بارے میں ایسے حاکم کا حکم لایا ہوں جس کی سہرابی سے تو حاکم ہو یا ہے مامون نے کہا وہ کیا حکم ہے۔ اُس نے بیان کیا کہ خداے عزوجل فرماتا ہے وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ۔ مامون اس کلام سے نہایت متاثر ہوا اور کہا کہ اسے چھوڑ دو کیونکہ اس نے نہایت محکم حکم بیان کیا ہے۔ الا کہ اُنھوں نے حکم دیا کہ اسے قطع

بالاتر از مقولہ چون و چسرا بود
خود زہرہ مخالفت آن کرا بود

حکمی کہ آن زبار کہ کسریا بود
حکمی کہ صادر است ز دیوان لم نزل

حکایت ہے کہ عمر ولایت نے ایک شخص کو کسی صاحب غرض کے کہنے پر قید کر دیا قیدی کی مان عرضی لکھا کہ سر راہ کھڑی ہو گئی۔ جب عمر اس جگہ پر پہنچا تو پیر تن نے جلدی سے کاغذ لکھا کہ عمرو کے ہاتھ میں دیدے۔ عمرو کا گھوڑا تیز رفتور تھا بھڑک گیا اور عمرو غصہ میں آیا اور کہا کہ اس ضعیفہ کو ہٹا دو اور وہاں سے چلا گیا۔ پھر دوسری بار ضعیفہ

۱۵ اور نہ اٹھائے گا کوئی دوسرے کا بوجھ۔

۱۶ آگاہ ہو کہ حکم اُسی کا ہے اور وہ اچھا حاکم ہے۔ ۱۶

کھڑی ہوئی اور عمر و گذر گیا۔ تیسری بار اس نے فریاد کی۔ عمرو نے پوچھا یہ کون ہے۔ لوگوں نے بیان کیا کہ فلان قیدی کی ماں ہے عمرو اس سے خفا تھا۔ منہ پھیر لیا اور صوبہ نہ ہوا۔

ضعیفہ نے کہا اے بادشاہ میرے بے گناہ لڑکے کے باپے میں تیرا کیا حکم ہے اُس نے کہا کہ سو ضرب بید لگائے جائیں اور منہ سیاہ کر کے شہر میں گشت کرائیں اور سنا دی کریں کہ بادشاہ کی عدالت میں گنہگاروں کی یہی سزا ہے۔ پیرزن نے کہا کہ یہ حکم تو دیتا ہے عمرو نے کہا ہاں میں حکم دیتا ہوں۔ ضعیفہ نے کہا کہ جب ہر حکم تو یہی دیتا ہے تو خدا کا حکم کدھر گیا۔ اس گفتگو کے سننے سے عمرو کے بدن میں لرزہ پڑ گیا اور بیہوش ہو گیا۔ جب ہوش میں آیا تو حکم دیا کہ قیدی کو باہر لاکر خلعت خاص پہنایا جائے اور خاص مرکب پر سوار کر کے شہر و بازار میں گشت کرائیں اور سنا دی کریں کہ جو حکم خدا کرے عمر و لیث اپنا حکم خاطر میں نہیں لاتا۔

| | |
|--------------------------------|---------------------------------|
| او حکم است و باہم محکوم حکم او | مارا چہ اعتبار بود حکم حکم اوست |
|--------------------------------|---------------------------------|

عدل کا دوسرا رکن رعیت کے باپے میں خلوص نیتی اور ان کی خیر خواہی ہے کیونکہ اس باب میں بادشاہ کی نیت کا بخوبی اثر پڑتا ہے۔ اگر عدل کی نیت کرے تو برکت سے اچھا نتیجہ پیدا ہو اور اگر لغو و بائس اس کے خلاف ہو تو برکت اٹھ جاتی ہے اور رعایا کی جمیعت پر آگندہ ہو جاتی ہے شیخ مصلح الدین سعدی نے اسی معنی کو نظم میں ادا کیا ہے۔

| | |
|-------------------------|-----------------------|
| وران کوش تاہر چریت گمنی | نظر در صلاح رعیت گمنی |
| کہ سلطان اگر نیت بد کند | ہم جہاں نے ہم برزند |

حکایت ہے کہ ایک دن بادشاہ قبادشکار گاہ میں اپنے لشکر سے جدا ہو گیا ہو اگر مٹی بیاس کے مارے بے طاقت ہو رہا تھا۔ ہر طرف دیکھتا اور سایہ و چتر نہ

دھونڈھتا تھا دور سے کچھ سیاہ خیز نظر پڑی۔ گھوڑا اُس طرف لے گیا دیکھا کہ جنگل میں ایک پُرانا خیمہ قائم ہے اور ایک ضعیفہ اپنی بیٹی کے ساتھ بیٹھی ہوئی ہے جب قباد پہونچا تو ضعیفہ خیمہ سے باہر نکلی اور باگ تھام کر بادشاہ کو آتا را اور ماحضہ پیش کیا قباد نے کھانا کھایا اور پانی پیا۔ خواب کا غلبہ تھا۔ کچھ دیر تک آرام کیا۔ جاگا تو شام ہو گئی تھی۔ رات کو وہین ٹھہرا۔ نماز شام کے بعد صبح اُسے ایک گائے آئی۔ لڑکی نے دودھ دوا جو بہت سا نکلا قباد کو اس پر نہایت تعجب ہوا اور دل میں کہا کہ یہ جماعت صحرا میں اس لیے اقامت گزین ہے کہ اُنکے اسرار پر کسی کو اطلاع نہ ہو۔ روز اس قدر دودھ ان کو ملتا ہے۔ اگر ہفتہ میں ایک دن بادشاہ کو دے دیا کریں تو خیر نہ میں تو فیروز ہوا اور اُنکے مال میں کچھ کمی نہ ہو۔ اس تے ارادہ کیا کہ دارالسلطنت میں پہونچکر اس حکم کو نافذ کروں گا۔

جب صبح ہوئی تو لڑکی نے پھر دودھ دوا مگر اس مرتبہ تھوڑا ہی سا دودھ نکلا۔ وہ لڑکی فریاد کرتی ہوئی اپنی ماں کے پاس دوڑی اور کہا کہ اے ماں دعا کر کیونکہ بادشاہ نے ظلم کی نیت کی ہے قباد کو نہایت تعجب ہوا اور کہا کہ تجھے کس طرح معلوم ہوا اُس نے جواب دیا کہ گائے روز دودھ زیادہ دیتی تھی آج اُسے بہت کم دیا ہے جب بادشاہ کی نیت بد ہوئی ہے تو حق سبحانہ تعالیٰ برکت اٹھا لیتا ہے۔ قباد نے کہا تو سچ کہتی ہے اور اس نیت کو دل سے دور کیا اور کہا کہ اب تو دودھ لڑکی نے ایسا ہی کیا اور شل سابق خوب دودھ نکلا۔ دوڑ کر اپنی ماں کو اس کا خروہ سنایا۔ اسی موقع کے لحاظ سے کہتے ہیں کہ بادشاہ عادل برسنے والے ایر اور چکنے والے آفتاب سے بہتر ہے۔ حکیم فردوسی کہتا ہے۔ نظم

| | |
|----------------------------|-------------------------|
| ہر آن نم گزایو بہار ان بود | در اندیشہ شہسپار ان بود |
| چو بدگرد در اندیشہ بادشاہ | نیابد زمین نم بوقت ہوا |

| | |
|----------------------------|-------------------------|
| چو عادل بود شہ ز سختی منال | کہ عدش بہت از فراخی مال |
|----------------------------|-------------------------|

اسی مطلب کی ایک اور حکایت ہے کہ کسی وقت جب کہ ہوائے گرم چل رہی تھی بہرام گور ایک باغ میں پہونچا بڑھا باغبان موجود تھا۔ بہرام نے کہا کہ لے باغبان اس باغ میں انا بھی ہے۔ اُس نے کہا ہاں بہرام نے کہا کہ تھوڑا سا شربت انا ر لاؤ۔ باغبان گیا اور ایک پیالہ شربت انا ر سے بھرا ہوا لایا بہرام نے اُسے پیا اور باغبان سے دریافت کیا کہ اس باغ کی کتنی آمدنی ہے۔ جواب دیا تین سو دینار پھر پوچھا کہ محصول کس قدر دیتا ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ ہمارا بادشاہ درختوں پر کچھ محصول نہیں لیتا اور زراعت سے عشر حصہ محصول لیتا ہے۔ بہرام نے سوچا کہ میری مملکت میں بہ کثرت باغ ہیں اگر ہر باغ کی آمدنی کا دسواں حصہ خزانہ میں داخل ہو تو رقم کثیر ملے گا اور رعایا کو بھی چند ان نقصان نہ ہو بعد ازیں خراج محصول باغات کے لینے کا بھی حکم دون تھوڑی دیر کے بعد شربت انا ر کا دوسرا پیالہ مانگا۔ باغبان گیا اور بڑی دیر کے بعد ایک پیالہ لایا بہرام نے پوچھا کہ پہلی مرتبہ تو جلد آیا تھا اور اب کی اس قدر دیر میں اور پھر بھی پیالہ خالی ہے۔ باغبان کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہی بادشاہ ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ اے جوان میری کچھ خطا نہیں بلکہ بادشاہ کی خطا ہے جس نے کہ اس وقت ظلم کی نیت کی ہے۔ اسی وجہ سے میوہ کی برکت جاتی رہی۔ پہلی مرتبہ ایک ہی انا ر سے اس قدر پانی کھنچا تھا اور اس مرتبہ دس انا ر کے پھوٹنے پر بھی اس قدر حاصل نہ ہوا۔ بہرام اس گھٹکے سے نہایت متاثر ہوا اور اپنے منصوبہ کو دل سے نکال کر پھر شربت انا ر مانگا باغبان گیا اور جلد ہنستا ہوا باہر نکلا اور بھرا ہوا پیالہ بہرام کے ہاتھ میں دیکر کہا کہ اے سوار عجیب بات ہے کہ بادشاہ کی نیت ظلم بدل گئی اور فی الفور اسکا اثر ظاہر ہوا کہ ایک ہی انا ر میں پیالہ بھر گیا۔ بہرام نے صورت حال باغبان سے

بیان کی اور اپنی نیت اور اُس کے تغیر کا قصہ سنایا۔ یہ گفتگو اُس دو متمند بادشاہ کی صفحہ دروزگار پر باقی رہ گئی تاکہ سلاطین اس سے نصیحت حاصل کریں اور ا نیت کا مقصود فلاح رعیت میں منحصر کریں۔

ہر شاہ کہ او نیت خود راست کند
یابد ز خداے آنچه درخواست کند

حکما کا قول ہے کہ عدل خوب ترین فضیلت ہے اور ظلم بدترین رذیلیت عدل کا نتیجہ بقائے ملک تو وسیع ملک۔ خزانہ کی معموری۔ قضبات اور شہروں آبادی ہے۔ اور ظلم کا ثمرہ زوال مملکت اور بربادی خزانہ ہے۔ ہوشنگ نے جو نصیحت اپنے بیٹے کو کی تھی اُس میں مذکور ہے کہ اے پسر علامات ظلم متا دینا اور جو رجفہا کے پھریرے سرنگوں کر دینا۔ مظلوموں کے ناوک آہ اور محروموں کے نالہ زار سے پرہیز کرنا چاہیے۔

انجمن یک پیرزن کند بہ سحر
انگند صد ہزار تیر و تبر

اپنے انجام اور بھلائی کے لیے غور کرو کہ ظلم و جور تبدیل نعمت اور تغیر دولت کا سبب ہے رعیت سے مناقشہ نہ کرو جو بے شبہہ تباہی کا باعث ہے۔

از رعیت ستمی کہ مایہ رلود
بن دیوار کند و بام اندود

ارباب حکمت نے اس باب میں بطور مثل اور اہل ظاہر نے بطور حکایت بیان کیا ہے کہ سلطان محمود نے اپنے ارکان دولت سے بیان کیا کہ جو آدمی سب سے زیادہ بیوقوف ہو اُس سے تلاش کر کے لاؤ۔ چنانچہ تمام حکما اور صا حب چارون طرف بھیجے گئے یہ لوگ احمق کی تلاش میں مشغول ہوئے اور ڈھونڈ میں بڑی محنت کی۔ بالآخر ایک آدمی کو دیکھا جو ایک بلند شاخ پر بیٹھا ہوا کھٹا سے اُسکی جڑ کاٹ رہا تھا۔ یہ ظاہر تھا کہ اگر وہ شاخ کٹ جائیگی تو وہ شخص اس

بلندی سے ضرور پتے گر پڑینگا اور اگر بالفرض ہزاروں جان بھی رکھتا ہو تب بھی ایک جان سلامت نہ بچ سکتی تھی۔ سبھون نے اتفاق کیا کہ اس سے بڑھ کر اور کوئی بیوقوف دنیا میں نہیں ہے۔

چنانچہ اُسے پکڑ کر سلطان کے پاس لے گئے اور سارا ماجرا اُس کا بیان کیا۔ سلطان محمود نے فرمایا کہ اس سے بھی زیادہ احمق ایک شخص ہے۔ سبھون نے نام دریافت کیا تو فرمایا کہ وہ ظالم حاکم ہے جو رعیت پر جو دستور مودار لکھا ہے اور اپنے کو اس سے بد بخت اور پریشان حال بتاتا ہے۔ نظم

| | |
|-----------------------------|-----------------------------|
| رعیت پر جو چند و سلطان درخت | درخت لے پس رہا شد از بچ سخت |
| بتر بر بن آن درخت مزین | کہ بالائے شاخش گرفتے وطن |
| کہ چون گسست گردید بچ درخت | ز پای اندر آید بیک باد سخت |
| کسے کہ جفا و ستم می کند | یقین ست کو بچ خود می کند |

امالی میں خواجہ امام المصطفیٰ مدنی نے ذکر کیا ہے کہ سمرقند میں ایک ظالم تھا۔ تمام خلایق اُس کے ظلم و ستم اور تعدی سے شکوہ و عقاب میں تھی۔ جب بارگاہ رب الصمد میں اُس کے ظلم و ستم کی بے انتہا فریاد ہوئی تو ایک رات کو جب کہ وہ بالاخانہ میں سو رہا تھا۔ ہوا سے ایک تیر آیا اور اُس کے سینے میں گھس کر پشت سے پار ہو گیا۔ فی الفور ہلاک ہوا۔ صبح کو تیر سینے سے نکالا گیا۔ اُس پر یہ شعر لکھا تھا۔

| | |
|--|--|
| بتغی و لم یغنی سہام نیتظر | انفذ فی الاضلاع من خزال البر |
| تو ظلم کرتا ہے حالانکہ مظلوم کے پاس ایسے تیر | جو سینے میں سوئی ہے بھی زیادہ بوسٹ مٹا کر نہیں |

ایک بزرگ نے اسی معنی کو نظم میں یوں ادا کیا ہے۔ قطعہ

| | |
|----------------------------------|-------------------------------|
| ہاں لے نہادہ تیر جفا بر کمان ظلم | اندیشہ کن ز ناوک دلدوز در کین |
|----------------------------------|-------------------------------|

| | |
|--|---|
| بیکان آہ بگذرد از کوه آہینمن | گر تیر تو ز جوشن فولاد بگذرد |
| | حکیم خاقانی نے کیا خوب لکھا ہے - نظم |
| کہ ہرگز ضعف نالان قوی زخم پیکاشش تو خوش خفتہ بایلین تو آید سیل بار آتش | بترس از تیر باران ضعیفان در کین شب بترس از آہ مظلومے کہ بیدارست خون بار |
| <p>المحمدیؒ کہ شہزادہ کامکار کی بدولت اس وقت وہ کیفیت ہے کہ تمام اہل جان خوش ہین نہ صرف ساکنان مریکہ تمام ابالی خراسان کمال شادمان ہین کہ اہل عدل و فضل کے آثار و انوار تمام اطراف میں پھیل گئے ہین اور فرش اقبال بساط شفقت پر بچھا ہوا ہے - خیر خواہ مملکت اسپرناز کرتے ہین اور اعدائے بدنہ ساد تیغ آبدار سے لرزان و ترسان ہین - قطعہ</p> | |
| کہ باشد رایت قدرش منہ از قبہ خضرا رعیت شاد ملک باو خلق آسودہ از خوفا کشیدہ کا تب حکم ازل طغرائی استعلا بود گردون تر آتاج بود دوران تر امولا | محین دولت و ملت ابو الحسن شہنشاہی زمین از عدل و تازہ زمان از فیض او خرم زہے دارای دین پرور کہ بر منشور اقبالش ہمیشہ تابود دوران ہمیشہ تابو دگر دون |
| سو پھوان باب عفو کے بیان میں | |
| <p>اور وہ گنہگار کی سزا کا ترک کرنا ہے بجا ایکہ اس پر قدرت حاصل ہو اور خیر صلت فضیلت میں تمام خصلتوں سے بڑھ کر ہے - اور حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسی صفت کے متعلق حکم کیا ہے کہ خذ العفو یعنی عفو کی عادت اختیار کر اور ان گناہوں سے تجاوز کر جو تیری طرف منسوب کیے گئے ہوں اسی وجہ سے جس دن حضرت رسالتاب نے مکہ فتح کیا تو تمام سرداران قریش کو آزاد کر دیا جنہوں نے آپ کو طرح طرح کی تکلیفیں پہونچائی تھیں اور فرمایا انکم اطلاقاً</p> | |

یعنی تم لوگ آزاد ہو اور اُنکے دلون کو نرودہ عفو سے خوش کیا اور فرمایا لا تشریب علیکم۔ رباعی

جز نیکی خلق و نیک خوئی نہ کنیم
بابا ایشان بجز نکوئی نہ کنیم

ما عادت خود بہانہ چوئی نکنیم
وانہا کہ بجائے مابدیسا کردند

حکما کہتے ہیں کہ جس قدر گناہ بڑا ہو۔ عفو کرنے والے کی فضیلت زیادہ ہے۔ حکایت ہے کہ کوئی مجرم شاہان عرب میں سے کسی کے پاس آیا جس نے بادشاہ کے کئی عزیز مار ڈالے تھے۔ بادشاہ نے کہا کہ کس قدر جرات کی بات ہے کہ باوجود ایسے گناہ کبیرہ کے جو تو نے میرے عزیزوں کے ساتھ کیے ہیں میری عقوبت سے نہ ڈرا اور میرے پاس چلا آیا۔ مجرم نے جواب دیا اس کی وجہ یہ ہے کہ میں جانتا ہوں جس قدر میرا گناہ بڑا ہوگا۔ اُسی قدر تیری جانب سے عفو بھی بڑی ہوگی۔ ملکعب نے اُس کا کہنا پسند کیا اور اُس کے گناہوں کو معاف کر کے مواہب و عطایا سے سرفراز کیا۔ کسی مقرب خادم نے بادشاہ سے دریافت کیا کہ ایسے دشمن پر قابو پا کر انتقام کیوں نہ لیا اور اُس کی باتوں میں آگیا۔ بادشاہ نے جواب دیا یہ بات نہیں ہے بلکہ میں نے خود سوچا کہ اگر انتقام لون تو میرا نفس خوش ہوگا اور تسلی پائے گا اور اگر معاف کر دوں تو اس کا دل خوش ہوگا اور مجھے دنیا میں نیکنامی اور عقبی میں ثواب حاصل ہوگا میں یہ جانتا ہوں کہ مصرع

در عفو لذتے ست کہ در انتقام نیست

خلیفہ مامون سے منقول ہے کہ اگر لوگوں کو معلوم ہو کہ عفو میں مجھے کیا لذت حاصل ہوتی ہے اور کسی کے گناہ سے درگزر کرنے میں کیا خوشی ملتی ہے تو میری بارگاہ میں بجز تحفہ گناہ کے اور کچھ نہ لائیں۔ قطعہ

۱۲۔ تیر کچھ سزائش نہیں ہے

| | |
|---|--|
| <p>مارا چہ لذت نیست ز عفو گناہگار پیوستہ نزد ما گناہ آرد با عذار</p> | <p>محرم گراں دقیقہ بداند کہ دبدم ہموارہ ارتکاب جراہم کند بعد</p> |
| <p>اسکندر نے ارسطو سے پوچھا کہ فلان گناہگار کے بارے میں تیری کیا رائے ہے حکیم نے جواب دیا اے بادشاہ اگر گناہ نہ ہوتا تو عفو کی صفت جو بہترین صفت ہے ظاہر نہ ہوتی۔ پس گناہ عفو کا آئینہ ہے اور گناہگار اس صفت کے ظاہر ہونے کا ذریعہ ہے۔ اس کے بارے میں چاہیے کہ اس معنی کا اظہار ہو۔ ۵</p> | |
| <p>گناہ آئینہ عفو و رحمت است اے شیخ مبین بچشم حقارت گناہگار ان را</p> | |
| <p>اسکندر نے پوچھا کہ عفو کس وقت اچھا ہے۔ جواب دیا جب دشمن پر قدرت اور غلبہ حاصل ہو جائے تاکہ اس عفو سے غلبہ کی شکر گزاری ہو سکے۔ حکایت ہے کہ کسی بادشاہ نے اپنے دشمن پر فتح پائی۔ بادشاہ نے غنیمت کے سردار کو قید کیا اور سیاست گاہ میں لا کر اُس سے دریافت کیا کہ اپنے کو کس حالت میں دیکھتا ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ خدا جس چیز کو دوست رکھتا ہے وہ عفو ہے اور تو جس چیز کو دوست رکھتا ہے وہ فتح و ظفر ہے۔ جب اُس نے تیری محبوب چیز فتح تجھ کو عنایت کی تو عفو پر اب تو کار بند ہو جس کو وہ دوست رکھتا ہے۔ پس سلاطین کو چاہیے کہ مجرم سے ترک انتقام کریں اور قدرت انتقام کے شکرانہ میں خجالت زدہ گناہگار کو عفو سے سرفراز کریں جو کہ سلاطین عالم کا طریقہ تھا۔ ۵</p> | |
| <p>زابتد اے دور عالم تا بعد یاد شاہ از بزرگان عفو بود دست از فروستان گناہ</p> | |
| <p>حکایت ہے کہ کسی صاحب شاہی نے گناہ کیا تھا اور تادیب و تعذیب ۱۴</p> | |

کے لیے گرفتار ہو کر آیا تھا۔ بادشاہ نے اپنے کسی خاص شخص سے مجرم کے بارے میں مشورہ کیا۔ اُس نے جواب دیا کہ اگر بندہ آپ کی جگہ پر ہوتا تو نرا کا حکم دیتا بادشاہ نے کہا کہ اس وقت تو میری جگہ پر ہے۔ لہذا میرا عمل تیرے عمل کے خلاف ہونا چاہیے۔ میں نے اسے معاف کر دیا کیونکہ اگر گناہ نے اس کے ساتھ برائی ظاہر کی ہے تو عفو میرے ساتھ نیکی کرے گا۔

گر عظیم ست از فردستان گناہ عفو کردن از بزرگان اعظم ست

اور جب کوئی شخص اپنے کیے ہوئے گناہ پر پشیمان ہوا اور جانے کہ خداوند کریم اسے معاف کر دے گا تو اپنی طرف سے گناہگار کے معاف کر دینے میں تامل نہ کرنا چاہیے تاکہ خدا بھی اُس کو معاف کر دے۔

اگر توقع بخشایش خدا داری ز رو عفو و کرم بگناہگار بخش

حکایت ہے کہ کسی بادشاہ نے ایک آدمی کو کسی کام پر بھیجا تھا اور اُس سے کوئی کام بادشاہ کے ناپسند مزاج سرزد ہوا۔ بادشاہ نے اُس کو مغزول کر کے قید کا حکم دیا اور پالہ تخت میں بلا کر عتاب و خطاب شروع کیا۔ اُس بیچارے نے کہا کہ اے بادشاہ تو بھی کل کے دن احکم الحاکمین کے روبرو موقع عتاب پر کھڑا ہوگا اُس وقت تجھے کس چیز کی خواہش ہوگی اُس نے جواب دیا عفو الہی کی۔ مجرم نے عرض کیا کہ تو میرے حق میں بھی عفو سے کام لے کہ عفو الہی عفو شاہی سے وابستہ ہے۔

من بیش تو مجرم و تو در پیش خدا گر عفو کنی تو از تو ہم عفو کند

بادشاہ کو اُس کی گفتگو پسند آئی اور اُسے قید سے رہا کر کے پھر اُسی مفوظہ کام پر روانہ کر دیا۔ مثنوی

عفو فرمودن مبارک خصلت ست ہر کہ دار عفو صاحب ولت ست

| | |
|---------------------------|-------------------------------|
| دل ز نورِ عفو روشن می شود | وزنِ بیشِ سینه گلشن می شود |
| دوست دارد عفو را پروردگار | انچه ایزد دوست دارد دوست دارد |

خدا کی مقرر کرده سزاؤں میں عفو نہ کرنا چاہیے بلکہ اُس موقع پر قہر و غضب سے کام لینا چاہیے۔ نظم

| | |
|----------------------------|---------------------------|
| اگر آن جرم را حدی ست شرعی | نباید داشت آنجب عفو مرعی |
| کہ عفو او دران اجرا ی حدست | بلا را حد شرعی بچو سہ است |

استرھوان باب حلم کے بیان میں

اخلاقِ انبی میں سے ایک حلم بھی ہے جیسا کہ خود خدا فرماتا ہے۔ **وَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ** اور تمام انبیاء اور اولیاء کو اس صفت سے حصہ دیا ہے تاکہ وہ حلم کی قوت سے غضب کی تیزی کو روکیں جو کہ ایمان کا مفسد اور لشکرِ شیطان کا پیشرو ہے حدیث میں آیا ہے کہ تم میں قوی تر وہ شخص نہیں ہے جو لوگوں کو گراتا اور پالوؤں کے نیچے روندتا ہے بلکہ وہ شخص جو غضب کی حالت میں اپنے اوپر غالب آئے اور نفس کا مالک رہے۔ ۵

| | |
|-----------------------------------|-------------------------------|
| مردی گمان مبر کہ بزدل است و پردلی | باخشم گر بر آئے دائم کہ کاملی |
|-----------------------------------|-------------------------------|

انجیل میں مذکور ہے کہ بادشاہوں کو واجب ہے کہ اپنے نفس کو حلم کی ریاضت میں ڈالیں اور فرمانبرداری میں راضی رکھیں تاکہ خلاف مزاج باتیں سنکر غصہ میں نہ آئیں کیونکہ انکو قدرت اور غلبہ حاصل ہے اور رعایا ان کی مطیع ہے اگر غصہ کی حالت میں حلم سے کام نہ لیں اور محکوم پر غضب کے وقت بردباری نہ کریں اور زیر دستوں کے ہر قول و فعل پر خفا ہوں

۱۵ بے شک اللہ غفور و رحیم ہے ۱۲

تو بے شک لوگ برباد ہو جائیں گے اور ملک کی رونق جاتی رہے گی کس قدر درست اور مناسب کہا ہے **فیظم**

ہر کراہم نیست اوچو دوست
غضب از دست اوست زندانی

برو بارسی خزینه خردست
دیو بندست حلم اگر دانی

حلیم آدمی وہ ہے کہ اس کا سیلاب غضب اپنے رنگد کے سر فلک پہاڑوں کو اکھاڑ پھینکے۔ اپنی جگہ سے نہ ہٹے اور اس کے غیظ و خشم کے شعلے جو کہہ نارا کو خطرہ میں ڈال دین۔ اس پر اثر نہ کر سکیں۔ بغیر حلم کی مدد کے کسی بادشاہ کی آتش غضب نہیں بجھتی اور بغیر بردباری کے رعایا کی گفت و شنید کا بار نہیں اٹھا سکتا پس عادل بادشاہ وہ ہے جو حلم کو اپنا زیور بنائے اور اس کی امداد سے عالم سوز غیظ و غضب کی بنیاد اکھاڑ پھینکے **فیظم**

غضب را ہمین بردباری شکست
سبک سر ہمیشہ بخوار سی بود

جو حلم اندر آمد غضب گشت پست
ستون خرد بردبارے بود

سلیمان و راق سے لوگ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں خلیفہ مامون کی خدمت میں تھا۔ ایک یا قوت کا نگینہ نظر آیا جو چار انگشت لمبا اور دو انگشت چوڑا تھا۔ صفائی اور چمک میں شید تا بان اور شتری درختان کے مانند تھا مامون نے ایک زرگر کو بلا کر کہا کہ ایک انگوٹھی بنا کر یا قوت کو اس میں جڑ دو زرگر اسے لے کر چلا گیا۔ دوسرے دن بھی میں خلیفہ کی خدمت میں حاضر تھا جبکہ اس نے انگوٹھی کو یاد کر کے زرگر کو طلب کیا۔ وہ آیا تو میں نے دیکھا اس کے بدن میں رعشہ پڑا ہوا ہے اور بید کی طرح لرز رہا ہے۔

مامون نے اس تغیر کا سبب پوچھا۔ زرگر نے کہا اگر امان لے تو عرض کروں۔ مامون نے منظور کیا۔ زرگر نے نگینہ کے چار ٹکڑے لٹا لے اور کہا کہ اے خلیفہ جب

مین انگشتی تیار کر دیا اور چاہا کہ نگینہ کو اس میں جڑ دوں کہ دفعۃً نگینہ سندان پر
چھوٹ پڑا اور اس کے چار ٹکڑے ہو گئے۔ خلیفہ نے مسکرا کر حکم دیا کہ اب چار انگشتی
بنالاکو۔ تیرا اس میں کچھ قصور نہیں ہے یہ صورت حال جو مامون سے ظاہر ہوئی غایہ
حلم و بردباری پر مبنی تھی۔ منتظم

سبب عزت و جلال بود
مویابی ہر شکستہ دل ست

حلم سرمایہ کمال بود
حلم شادی فرمے ہر نجل ست

نوشیروان نے ابو زہرہ سے پوچھا کہ حکم کسے کہتے ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ
خو ان اخلاق کا نمک ہے کیونکہ حکم کے حروف کو لپیٹو تو ملج ہوتا ہے۔ جب طرح کہ کوئی
غذا بغیر نمک کے مزہ دار نہیں ہوتی۔ اسی طرح کوئی خلق بغیر حکم کے باجمال نہیں ہوتا
نوشیروان نے دریافت کیا کہ حکیم کی علامت کیا ہے۔ حکیم نے جواب دیا کہ حکیم
کی تین نشانیاں ہیں۔ اول یہ کہ اگر کوئی ترش رو اور سخت گو تلخ گفتگو کرے تو حکیم
جواب شیریں دے اور اگر اس کا فعل حد سے تجاوز کر جائے تو اس کے مقابلہ میں احسان
سے پیش آئے۔ قطعہ

ہر کہ زہرت دہر شکنخوش
ہر کہ کان کریم زردنخوش
ہر کہ سنگت زندہ زردنخوش

باتو گویم کہ حیست غایتِ حلم
ہر کہ بجز اشدت جگر بخف
کم مباحش از درخت سایہ فلکن

دوسری علامت یہ ہے کہ جس حالت میں آتش غیظ شعلہ زن ہو اور غیظ و غضب
کا تہام ترغلبہ ہو تو خاموشی اختیار کرے جو اطمینان دل اور تسکین روح کی علامت
ہے۔ درویشان سالک غصہ کا علاج یوں ہی کرتے ہیں۔ دوسری علامت یہ ہے
کہ غصہ کو پی جائے جب کوئی فی الحقیقت حقوق کا مستحق ہو۔ حکایت ہے کہ سبط
پیغمبر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ایک دن اپنے مہمانان شرفائے عرب کے ساتھ

دستر خوان پر بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ کا خاوم گرم شور بے کاپیالہ لیے ہوئے آیا مگر
بوجہ غایت دہشت اس کا پاٹون فرش پر پھسل پڑا اور اُسکے ہاتھ سے پیالہ آپ کے
سر پر گر پڑا اور شور با آپ کے رخسار مبارک پر رہا۔ امام نے ازراہ تادیب نہ تغذیہ
غلام کو دیکھا اُس نے پڑھا **وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ**۔ آپ نے فرمایا غصہ میں پی گیا۔
پھر غلام نے پڑھا **وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ**۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے معاف کر دیا
پھر غلام نے باقی آیت پڑھی۔ **وَاللّٰهُ يَحِبُّ الْمُحْسِنِينَ**۔ آپ نے فرمایا میں نے تجھے آزاد
کر دیا اور تیری معیشت اپنے ذمہ لی مثنوی

براہل صورت بود بخسروی
بدی دیدہ و نیس کوئی کردہ اند

بدی را مکافات کردن بدی
بمعنی کسانے کہ پے بردہ اند

اخبار میں آیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ تمام چیزوں میں
سخت ترک کیا چیز ہے آپ نے جواب دیا کہ خدا کا غصہ۔ پوچھا غضب الہی سے محفوظ
رکھنے والی کیا چیز ہے۔ فرمایا۔ اپنے غصہ کا ترک کرنا۔ حضرت مولوی معنوی نے
اپنی مثنوی میں اسی معنی کا اشارہ کیا ہے مثنوی

جیست درستی ز جملہ صعب تر
کہ ازان دونخ ہمی تر سد چوما
گفت ترک خشم خود اندر زمان
ہست مردی در درو غیبی

گفت عیسیٰ را ایک ہیشا رسر
گفت ایجان صعب تر خشم خدا
گفت زین خشم خدا چہ بود امان
ترک خشم و شہوت و حرص آوری

اور جاننا چاہیے کہ اکثر موقعوں پر غضب حلم سے بہتر ہوتا ہے کیونکہ غیظ و غضب بھت

۱۵ اور پیئے دا لے غصہ کے ۱۲

۱۶ اور معاف کرنے دا لے لوگوں کے۔ ۱۲

۱۷ اور اللہ دوست رکھتا ہے احسان کرنے والوں کو۔ ۱۲

حرص و طمع یا بر بنائے تکبر و خود داری مذموم ہے مگر علامات مذہب کی آگاہی اور حفاظت مراسم شرع کے لیے نہایت پسندیدہ ہے مثلاً اگر کوئی شخص اپنے اہل حرم کی خیانت پر حکم کو راہ دے تو یہ عقلاً شرعاً اور عرفاً مذموم ہے۔ اور ایسا آدمی اہل مروت کی نظر سے ساقط ہو جائیگا۔ جبکہ غیرت سے بے غرضی اور درشتی پیدا ہو۔ آدمی کا کمال اس میں ہے کہ حلم و غضب کے مواقع کو صحیح طور پر تمیز کرے تاکہ جس موقع پر جو مناسب ہو عمل میں لائے۔

قہر و لطف اندر محل خود نکوست | جائے گل گل باش و جائے خار خار

اٹھا رہو ان باب خلق اور رفیق کے بیان میں

خلق سے خوش خوئی مراد ہے اور رفیق سے نرمی اور دلجوئی۔ ایک مین ملا طفت کو برتنا اور دوسرے مین ملائیت سے کام لینا مراد ہے۔ تمام نعمتوں سے بڑھ کر نعمت اور تمام خصلتوں سے زیبا تر خصلت خلق ہے۔ جب حق تعالیٰ نے ایمان کو پیدا کیا تو ایمان نے کہا کہ اے خدا مجھے قوی کر تو حق تعالیٰ نے اسے نیک نئی اور سخاوت سے مضبوط کیا اور جب کفر کو پیدا کیا تو اُس نے بھی کہا کہ خدا یا مجھے قوی بنا تو حق تعالیٰ نے اُسے تند خوئی اور بخل سے قوت دی۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ خیل اور بد خلق آدمی بہشت میں نہ داخل ہو گا۔

من نہ دیدم در جهان جستجو | ہنچ اہلیت بہ از خلق نگو

ایک دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کسی طرف گزرے ایک اہمق دوچار ہوا اور حضرت عیسیٰ سے کچھ پوچھا آپ نے نہایت نرمی اور خلق سے جواب دیا وہ مسلمان نہ تھا اُس نے جھگڑنے لگا جس قدر اُس نے نفرت کا اظہار کیا آپ نے تحسین کی جس قدر وہ مجادلہ سے پیش آیا آپ بطریق ملاحظت پیش آئے۔

ایک عزیز و ہمان پہونچا اور پوچھا کہ کیوں اسکے ساتھ آپ خراب ہوتے ہیں۔ ہر چند وہ غصہ کرتا ہے مگر آپ نرمی برتتے ہیں باوجودیکہ وہ جو روح جفا کرتا ہے مگر آپ مہر و وفا سے پیش آتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ نے فرمایا اے رفیق بہ مطابق قول کل انما عیر شرح بما فیہ مصرع از کوزہ ہمان برون تر او دکہ دردست با اس سے ایسے صفات کا ظہور ہوتا ہے اور میں اس طرح پیش آتا ہوں۔ غیظ و غضب میں میں نہیں آتا اور وہ مجھ سے ادب سیکھتا ہے۔ میں اُسکی گفتگو سے جاہل نہیں بنتا اور وہ میرے خلق و مروت سے عاقل ہوتا ہے۔

| | |
|----------------------------|----------------------------|
| چون نشوم من زوے افروخته | اوشود از من ادب آموخته |
| من کہ ز دم مایہ دہ جان شدم | این صفتم داد خدا از ان شدم |
| خلق نکو و صفت مسیحا بود | خصلت بدمرگ مفا جا بود |

حکما کہتے ہیں کہ خوش غوی کی دس علامتیں ہیں۔ اول لوگوں کی مخالفت کا زینک میں نہ کرنا دوسرے اپنے نفس کے ساتھ انصاف کرنا۔ تیسرے کسی کا عیب نہ ڈھونڈنا چوتھے اگر کسی سے لغزش ہو تو اُسکی اچھی تاویل کرنا پانچویں جب گنہگار عذر خواہ ہو تو اُس کا عذر قبول کرنا۔ چھٹے محتاجوں کی حاجت روائی کرنا ساتویں لوگوں کے غم میں شریک ہونا۔ آٹھویں اپنے نفس کا عیب تلاش کرنا۔ نوین خلق سے خندہ رو رہنا۔ دسویں لوگوں سے اچھی گفتگو کرنا۔

| | |
|--|------------------------------------|
| بہمہ خلق جہان خلق پسندیدہ نہای | کہ سوے خلد برین راہ بدان خواہد بود |
| اسی معنی میں کیا خوب شعر لکھا ہے ۵ | |
| خوش است عالم آزادی و خوشخوئی | بدین مقام در آگر بہشت میجوی |
| اور رفیق ساز گاری اور مدارات کا نام ہے۔ اخبار میں آیا ہے کہ رفیق | |
| ۵ ہر برتن سے وہ چیز چمکتی ہے جو اُس میں ہو ۱۲۔ | |

کسی چیز سے متصل ہوتی ہے تو اُسے زینت دیتی ہے اور ناسازگاری کے ساتھ کسی چیز سے نہیں ملتی مگر اس صورت میں کہ اُسے علیحدہ رکھیں۔ خداوند کریم اسی صفت کے ساتھ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کرتا ہے ﴿يَا زَيْنَتُ مَنْ أَشَدُّ لَئِمًا لَّهُمْ﴾۔ درشت گفتگو قطع کا سبب اور علیحدگی کا ذریعہ ہے اور نرمی مروت اور وصلت کا وسیلہ ہے ۵

تو انی کہ پیلے بموے کشتی

ابشیرین زبانی و لطف و خوشی

اردشیر بابک جس نے ک تخت سلطنت کو زیور حکمت سے آراستہ کیا تھا اُس نے ایک دن اپنے بیٹے کو دیکھا کہ قیمتی لباس پہنے ہوئے ہے۔ اُس نے کہا کہ اے پسر سلاطین کو ایسا جامہ پہننا چاہیے کہ نہ کسی خزانہ میں ہو نہ کوئی شخص اُسے خرید سکے نہ پہن سکے۔ یہ لباس جو تیرے بدن پر ہے۔ ہر جگہ ملتا ہے اور ہر شخص اُسے پہن سکتا ہے۔ بیٹے نے دریافت کیا کہ وہ پوشاک کس چیز سے تیار کی جاتی ہے بادشاہ نے جواب دیا اس کا تارنکو خونی اور نکو کاری ہے اور اسکا سوت سازگاری اور بردباری سے تیار ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص اس میں غور و غوض کرے تو اُسے معلوم ہوگا کہ یہی جامع اقسام خیرات ہے۔ ۵

باہمہ آئندیدگان خدایے

سازگاری خوش بہت درہمہ جائے

پادشاہان و شہر یاران را

کار سازی نکوست درہمہ وقت

فریدون سے لوگوں نے پوچھا کہ ملازمین کی نگرانی کس چیز سے کرنی چاہیے جواب دیا ملاطفت و بردباری سے پھر پوچھا کہ ان کے مشکلات کو کس سے حل کرنا چاہیے جواب دیا ملائمت و سازگاری سے۔ قطعہ

برفق و مدارا تو ان ساختن

کہ نتوان بہ تیغ و سان ساختن

ہمے کہ بسیار مشکل بود

توان ساخت کاری بزمی چنان

جمشید نے اپنے وزیر سے سوال کیا کہ سلاطین کو انصاف کس طرح کرنا چاہیے
اُس نے جواب دیا۔ رفیق نرم خوئی۔ ملائمت سے۔ کیونکہ اگر بادشاہ ان صفات
سے متصف ہو تو رعایا اُس کے حق میں دعاے خیر کرتی ہے اور سپاہِ رضا مندی
ڈھونڈھتی ہے اور سلطنت رعیت کی دعاگوئی اور سپاہ کی رضا مندی سے
رونق پکڑتی ہے دوسرے یہ کہ مجرم کی گوشمالی بھی نرمی کے ساتھ کرنی چاہیے۔
اس طرح کہ سختی کرنے پر وہ نتیجہ پیدا نہ ہو۔

حکایت ہے کہ ایک نیک خوا اور خلیق بادشاہ نے باورچی کو حکم دیا کہ فلان
قسم کا کھانا تیار کرے اور نہایت اہتمام سے پکائے۔ باورچی اُسے پکا کر دیگر
انواع و اقسام کھانوں کے ساتھ لایا۔ سلطان نے فرمائشی کھانے کا ایک
لقہ اٹھانا چاہا تو ایک کھئی دیکھی۔ اُسے نکال ڈالا۔ پھر اٹھایا دوسری کھئی نظر آئی
اُسے بھی پھینکا تیسری بار پھر کھئی نظر آئی تو کھانے سے ہاتھ پیچھ لیا۔ اور دوسرے
کھانوں سے پیٹ بھر ادھر دسروں کو جان جب بڑھایا گیا تو بادشاہ نے باورچی کو طلب
کر کے فرمایا۔ آج کا کھانا بہت لذیذ تھا۔ کل بھی یہی پکاؤ مگر اس شرط سے کہ
اُس میں مکھیاں زیادہ نہ ہوں۔ حاضرین نے اس نکتہ پر حبا کہا اور باورچی شرمسار
ہوا اور اُس میں اُسکی تعذیب بھی ہو گئی۔

چودر مقابلہ جسم لطف بیند کس | شود خجل زدہ و این خجالت اور اس

انیسواں باب شفقت اور مرحمت کے بیان میں

عامہ رعایا پر شفقت اور تمام مخلوقات پر رفق و مرحمت سلاطین عظام پر
واجب ہے۔ کیونکہ زیر دست لوگ خلاق عالم کی امانت ہیں جنہیں اُس نے
اہل اختیار و اقتدار کے سپرد کر دیا ہے تاکہ اُن کی رعایت سے عاجزون اور

درویشوں کی حالت فراغت و آرام میں رہے اور اُنکے شکستہ دل رعیت پروردی اور
مرحمت گستری سے غلاموں کے مصائب و آفات سے مطمئن رہیں۔ پس بادشاہ
کو چاہیے کہ بامید رحمت الہی حسب قول ارحم الراحمین۔ عاجزون اور مسکینوں پر بخشش
کرے اور بشارت کو الشفقة علی خلق اللہ کے خال زیبا سے آراستہ
کرتے۔

| | |
|---------------------------------|----------------------------|
| دُرُ شَفَقَت ہر کہ علم یر فراخت | کار خود و جملہ خلایق بساخت |
| از شَفَقَت ہر کہ سرافراز شد | دیدہ دولت پر خورش باز شد |

دنیا کی سلامتی اور آخرت کی سعادت رحم و شفقت کے ساتھ بندھی ہوئی ہے
حکایت ہے کہ سبکتگین پیر سلطان محمود کے پاس اوائل زندگی میں جبکہ وہ سمجھور کا
ملازم تھا سو ایک گھوڑے کے اور کچھ نہ تھا۔ اس کی گذر اوقات بڑی تنگی سے ہوتی
تھی روزِ صحرائیں شکار کی غرض سے جاتا اور شکار ہاتھ آتا تو اُسی پردن بسر کرتا تھا
ایک دن اُس نے ایک ہرن دیکھا جو اپنے بچہ کے ساتھ چر رہا تھا۔ سبکتگین نے گھوڑا
دوڑایا۔ ہرن تو بھاگ گیا مگر اُس کا بچہ نہ بھاگ سکا۔ اُس نے پکڑ کر ہاتھ پاتوں
بچہ کے باندھ کر زمین کے آگے رکھ لیا اور اُسی طرح اپنے گھر کی راہ لی۔ ہرن
بھی نالہ و فریاد کرتا ہوا پیچھے پیچھے آیا۔ سبکتگین کو اُس کی حالت زار پر ترس
آیا اور فوراً اُس کے بچہ کو کھول کر اُس کے پاس کر دیا۔ ہرن نے اپنے بچہ کو سامنے
لے لیا اور آسمان کی طرف مٹھ اٹھا کر زبان بے زبانی سے مناجات کی
مصرع ”آئی کہ زبان بیزبانان دانی“

سبکتگین خالی ہاتھ شہر میں واپس آیا۔ رات کو حضرت رسالتا صلی اللہ علیہ
وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں اے سبکتگین تجھ سے جو رحمت و شفقت
ظاہر ہوئی اور جو کرم و مہربانی تو نے بے زبان چوپایہ پر کی اُس کی وجہ سے

حق تعالیٰ کی بارگاہ میں تو مقرب ہوا اور تجھ سے میں نہایت خوش ہوا حتیٰ سب جائز حق نے تجھے بادشاہی کی عزت عطا فرمائی تجھے چاہیے کہ بندگان خدا کے ساتھ اسی طرح انصاف کرے اور رعیت کے لیے طریق مرحمت سے تجاوز نہ کرے ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ جب ایک حیوان پر شفقت کرنے سے جہان فانی کی بادشاہت ملی تو انسان پر مرحمت کرنے کی وجہ سے اگر ملک باقی کی سلطنت ملے تو کچھ تعجب کی بات نہیں۔ **نظم**

| | |
|--------------------------|----------------------------|
| دست رعایت رعیت مدار | کار رعیت بر عایت سپار |
| مرحمۃ کن کہ جگر خستہ اند | در کم و لطف تو دل بستہ اند |

حکما کہتے ہیں کہ بادشاہ کے آثار شفقت میں سے ایک یہ ہے کہ رعیت کو اس طرح عزیز رکھے جیسے باپ بیٹے کو عزیز رکھتا ہے اور جو بات اپنے لیے ناپسند کرے اُنکے لیے بھی ناپسند کرے تاکہ وہ لوگ اپنی جان و مال کو اُس کے لیے دریغ نہ کریں اور جو کچھ اپنے پاس رکھیں اُس پر نثار کر دیں اور درازی عمر و اقبال کی دعا مانگیں اور جس قدر کہ بادشاہ کی نظر مرحمت و شفقت رعایا پر زیادہ ہوگی۔ خدا بھی اُسے نظر رحمت سے دیکھے گا۔

| | |
|---------------------------|------------------------------|
| بخشالی ہم بخشا یسند بر تو | دری از غیب بکشا یسند بر تو |
| اگر رحمت ز حق داری تما | تو ہم بر دیگران رحمی بفسر ما |

اندو شیر بابک نے اپنے بیٹے کو وصیت کی کہ اے فرزند جد و جہد کرتا کہ شفقت عام اور مرحمت مالا کلام سے رعیت کو اُس کے مرتبہ سے دوستی کے درجہ کو پہنچائے اس لیے کہ اُن کے دل تیری طرف مائل ہو جائیں اور باقی چیزیں دل ہی کی تالیف ہیں۔

ایک حکیم سے پوچھا گیا کہ بادشاہوں کے لیے بہترین فکار کیا ہے۔ فرمایا

رعیت کے دلون کا شکار کرنا خوب ہے کیونکہ جب رعیت کے دل کو اپنی جانب موڑ دے گا تو تمام چیزیں دل کے پیچھے چلی آئیں گی اور جب بادشاہ کی دوستی رعیت کے دل میں جاگزیں ہو جاتی ہے تو اُسکے لیے کسی چیز کے دینے میں پس و پیش نہ کریں گے ۵

| | |
|----------------------------|----------------------------|
| ملک معنی طلبی پیر وی دھالک | لشکرت گرنہو دملک مسلم نبود |
|----------------------------|----------------------------|

اور ایک شہقت یہ ہے کہ جس قدر ہو سکے لوگوں کو زراعت اور عمارت کی وجہ سے دلائے اور نڈیوں۔ نالوں کے اجراء میں مدد دے۔ حکایت ہے کہ نوشیروان نے اپنے کسی ملازم کے پاس حکم بھیجا کہ اگر تیری مفوضہ ولایت میں زمین کا ایک قطعہ بھی غیر فروغ باقی رہے گا تو تجکو دار پر چڑھاؤں گا۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ بادشاہ کا قاعدہ خراج میں ہے اور خراج اسی وقت زیادہ مل سکتا ہے جبکہ مملکت آباد ہو اور آبادی بغیر زراعت کے نہیں ہوتی اور جب تک کہ رعایا کے لیے سہولت نہ پیدا کی جائے اور ان کے حق میں مہربانی کے آثار نہ ظاہر ہوں تو زراعت بھی میسر نہ ہوگی ۵

| | |
|------------------------------------|------------------------------------|
| مملکت معمور خواہی حلق را معمور دار | وزیر ایشان بلائے ظالمان را دور دار |
|------------------------------------|------------------------------------|

سلطان ابوسعید کے عہد حکومت میں امرانے رعایا پر زیادتی کی اور اُنکے مال سے تادان اور جربانہ حاصل کیا۔ ایک دن بادشاہ نے امراسے کہا کہ آج تک تو میں نے رعیت کے ساتھ رعایت کی ہے مگر اب میں اس رعایت کو برطرف کرنا چاہتا ہوں اگر مصلحت ہو تو اُنھیں لاؤ میں سب کو تباہ کر دوں اور مال و اسباب میں سے اُنکے پاس کچھ نہ چھوڑوں۔ بشرطیکہ تم لوگ موجودہ سامان خوردنی اور روزینہ کے علاوہ کچھ نہ طلب کرو اور اگر اس کے بعد کسی نے اس قسم کی التجا کی تو

مین نہایت سزا دوں گا۔ امرانے عرض کیا کہ بغیر ان چیزوں کے ہم کیا کر سکتے ہیں اور اپنی خدمت کس طرح انجام دے سکتے ہیں۔ بادشاہ نے فرمایا کہ ہماری اور تمہاری ضرورتیں رعایا کی سعی سے پوری ہوتی ہیں جو وہ عمارت۔ زراعت۔ حرفہ تجارت کے باب میں کرتے ہیں جب میں ان سب کو غارت کر دوں گا تو تم اس قسم کے توقعات نہ رکھ سکو گے کہ چوپایہ اور تخم رعایا سے جبراً وصول کرواؤ ان کی بیدار رکھاؤ ان لوگوں کو بغیر زراعت چھوڑ دینی چاہیے۔ جبکہ زراعت نہ کرنے سے کچھ محصول وغیرہ نہ ملے گا تو تم کیا کھاؤ گے جب امرانے یہ گفتگو سنی تو رعایا پروری میں مصروف ہو گئے۔ مثنوی۔

کہ سلطان را رعیت بہتر از گنج
وزان ہر لحظہ دخلی تو در آید

شنیدم از بزرگان سخن
کزین خراج ارشود احسنہ بر آید

تمام مہربانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ روزانہ عام طور پر باریابی کی اجازت دے اور بطور خود حالات کی تفتیش کرے تاکہ ہر شخص اپنا مطلب اس سے کہے اور وہ خود مظلوموں کے حالات پر واقف ہو۔ دربانوں اور پردہ داروں سے کسی معاملہ کی تحقیقات نہ کرانا چاہیے۔

حکایت ہے کہ اکابر حرمین شریفین نے خلیفہ ناصر کو لکھا کہ خلافت اور سلطنت تیرے لائق نہیں ہے جبکہ تیرے نائب اور متعلقین عوام پر ظلم کرتے ہیں اور طرح طرح کی جوہر و جوار رکھتے ہیں۔ خلیفہ نے جواب میں لکھا کہ مجھے ان معاملات سے مطلق آگاہی نہیں ہے۔ ان لوگوں نے مکر و خلیفہ کی خدمت میں لکھا کہ آپ کا عذر بدتر از گناہ ہے بزرگوں نے کہا ہے کہ جو کچھ تجھے جواب دینا چاہیے دو سروں پر حوالہ نہ کر جب مہمات رعایا اپنے ذمہ لے لیں تو وقت پرکش جواب سے عمدہ برا ہونا چاہیے۔ بخیری اور غفلت کا اس میں کیا کام ہے اور

یہ جو عذر لکھا ہے اسے کس طرح قبول کیا جاسکتا ہے۔

فاروق اعظم حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ جس ملک کا مجھے تعلق ہے اگر اس میں کاکوئی پئی ویران ہو جائے۔ اور بکریوں کا گلہ اُس پر سے گزرے اور کسی بکری کا پانوں سوراخ میں چلا جائے اور اسے تکلیف پہنچے تو کل قیامت کے دن مجھے پوچھا جائے گا اور مجھے اس ذمہ داری سے کس طرح نکلنا پڑیگا جو شخص کہ منصب سلطنت قبول کرے اور تخت سلطنت پر متمکن ہو تو اسے حقوق کی ادائیگی اور قواعد کی پابندی لازم ہے اور رعایا پر رحمت اور اس کی خیر خواہی کرنا

ضرور ہے۔ قطعہ

| | |
|-------------------------------|-------------------------------|
| فرار تخت حکومت ستن آسان نیست | در ان مقام بے احتیاط باید کرد |
| مراد عاجز محنت رسیدہ باید داد | غم فقیر مشقت کشیدہ باید خورد |

میسوان باب خیرات و میرات کے بیان میں

خیرات کی ابتدا کرنا اور میرات کی بنیاد ڈالنا ہر صاحب دولت پر واجب ہے کیونکہ جن اعمال کے آثار فیض و برکت روح کو پہنچتے ہیں ان میں صدقہ و جاریہ بھی داخل ہے۔ مساجد۔ معابد۔ خانقاہوں۔ مسافر خانوں۔ پلوں اور حوض وغیرہ کے جب تک آثار باقی رہیں ان کے بانیوں کے ارواح پر ثواب پہنچتا رہے گا

| |
|---|
| ہر کہ خیر کے کرد چون محل بدان عالم کشید |
| روح اور اہر زمان فیض و گروا بہر رسید |

ہر عاقل و ہوشیار شخص جس کے آئینہ خاطر سے زنگ غفلت کو صیقل رجوع الی اللہ نے دور کر دیا ہے اور جانتا ہے کہ دنیا کی عزت اور مال و متاع معرض زوال میں ہے وہ ضرور اس نکتہ کو معلوم کر لے گا کہ اس عمر کے فانی کے آنے

اور جانے والوں کا نتیجہ ہجر ایک یادگار کے اور کچھ نہیں ہے اور ہر ایک عالیشان عمارت اور مقامات کا اثر صفحہ روزگار پر ثبت ہے۔ جن کو بادشاہوں اور امرائے بنوایا تھا اور جن کا نام ہر ایک ارباب عقل و دانش بلکہ ہر ایک خرد و کلان کے نزدیک مشہور و معروف ہے ۵

چون نئی ماند بھان بے قرار نام نیکو بہ کہ ماند یادگار

خاص کر مبنائی خیر کی رقم کسی طرح لوح ایام سے نہیں مٹ سکتی اور اچھے مکانات کی خبریں قدیم سے بہ تسلسل متاخرین تک پہنچتی ہیں مصرع ان آثار فائدہ دل علینا ۵

کسری زمانہ قصہ الیوان اوبہ اند
نعمان برفت و ذکر خور نق ہنوز ہست

بزرگوں نے کہا ہے کہ اگر بخت و دولت مساعدت کرے اور موافقہ کی ربانی کا عطیہ کسی کو حاصل ہو تو ایسے اصحاب کے لیے مناسب ہے کہ اپنے صحائف احوال کو ان **اَحْسَنْتُمْ لَانْفُسِكُمْ** کی تحریر سے آراستہ کریں اور ذرا سفر آخرت کو خیرات و مبرات اور باقیات صالحات یعنی صدقہ جاریہ کے عمل سے مہیا کریں تاکہ اُسکے شکر انعام و کرم کا چرچا اطراف و اکناف عالم میں پہنچے اور ہر زمانہ میں ہر ایک زبان پر اُس کی تعریف و توصیف کے کلمات جاری رہیں ۵

برین رواق زبرد نوشتہ اند بزر کہ جز نکوئی اہل کرم نحو اہد ماند

حدیث میں آیا ہے کہ جب آدمی منزل آخرت میں جاتا ہے تو تمام اعمال اُس سے منقطع ہو جاتے ہیں مگر تین چیزیں علیحدہ نہیں ہوتیں۔ اول صدقہ جاریہ۔ دوم ایسا عمل جس سے لوگوں کو فائدہ پہنچے سوم صالح فرزند کہ اُسکو دعاے خیر سے یاد کرتا ہے

۱۵ البتہ ہمارے آثار ہم پر دلالت کرتے ہیں ۱۲

۱۶ اگر احسان کرو گے تو وہ اپنے لیے ۱۲

صدقہ جاریہ سے وہ مکانات خیر ادا ہیں کہ جن سے آدمی نفع حاصل کرے جیسے مسجد مدرسہ - خانقاہ - پٹل - سرائے - حوض وغیرہ - لہذا اولیائے ملک اور تخت نشینان بارگاہ خلافت کو یہ زیبا ہے کہ وہ اولاً تعمیر مساجد و معابد میں سعی کریں جیسا کہ اسکی طرت اشارہ ہے اِنَّمَا يُعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ۔

حدیث میں آیا ہے کہ جس نے خدا کی راہ میں کوئی مسجد بنوائی حق سبحانہ تعالیٰ اُسکے لیے بہشت میں ایک مکان تیار کرتا ہے۔ مساجد کمنہ کی تعمیر کا بھی یہی حکم ہے بعد ازاں امام و مؤذن مقرر کرنا چاہیے اور اُن کے لیے اسباب معیشت مہیا کرنا چاہیے تاکہ وہ اطمینان و فراغت سے اپنا فرض منصبی بجالائیں اور رزق کی تلاش میں اپنے کام سے نہ ٹکریں نیز بڑے بڑے مدارس کی تعمیر کرنا چاہیے اور مدرسین علماء و فضلا کا تقرر کرنا چاہیے تاکہ علوم شرعی کی حفاظت ہو اور اشاعت بڑھے اور اُسکا ثواب پہونچے اور پاکیزہ و صاف خانقاہیں بنوائیں جس میں صوفیان پاک طینت اقامت گزین ہوں تاکہ طالبان حق اُنکے پاک انفاس کے برکات سے اپنے مقاصد کو پہونچیں اور اُنکے انوار و اوقات ذرائع سعادت و صوری و معنوی ہوں۔ و نظافت اور روزینہ ارباب مدرسہ و خانقاہ کا بھی مقرر کرنا چاہیے تاکہ طلبہ مطالعہ علوم سے اور درویش ذکر حق سے غافل نہ ہوں۔ نیز مکروں اور کوٹھڑیوں کا بنوانا جہین فقر اور محتاجین کے لیے کھانے کا سامان مہیا رہے جمعیت خاطر اور صفائے باطن کا موجب ہوتا ہے اور دارالشفاکا بنانا طیب حاذق کا مقرر کرنا اور ادویہ و اشربہ کا انتظام کرنا ذریعہ صحت و سلامت کا ہوتا ہے۔ دوسرے مسافر خانوں کا بنوانا جس میں مسافران ستم رسیدہ اور غربا قیام کریں۔ بے شمار اور اچھا نتیجہ پیدا کرتا ہے۔ پانی پرپون کا بنوانا جس سے مسافروں کو گزرنے میں آسانی ہو بغایت سہولت ہے چنانچہ اخبار

۱۔ جو خدا پر ایمان لاتا ہے وہی اللہ کی مسجد بنواتا ہے۔ ۱۲۔

میں آیا ہے کہ جو شخص لوگوں کے گزرنے کے واسطے چل بناتا ہے خدے عزوجل
 چل صراط پر اس کا گزرنہ آسان کر دیتا ہے۔ جا بجا گنہوں اور مہکوں اور محلوں کا قائم کرنا
 تشنگی قیامت سے بچنے کا سبب ہے منقول ہے کہ کسی صحابی نے حضرت رسالت
 سے عرض کیا کہ میں اپنی ماں کی روح پر ثواب پہونچانا چاہتا ہوں اور صدقہ دینا
 چاہتا ہوں۔ آپ مجھے اس بارے میں کیا ہدایت کرتے ہیں۔ آنحضرت نے فرمایا
 بہترین صدقہ پانی ہے۔ چنانچہ اُس نے ایک گنواں خریدا اور اُسکا پانی عامۃ المسلمین
 کے لیے وقف کر دیا اور اُسکا ثواب اپنی ماں کی روح پر بخشا۔ دوسرے بابرکت
 زیار تگاہوں اور تبرک مزاروں کا بنوانا اسکا سبب ہوتا ہے تاکہ تبرک ارواح
 آسودگان خاک کی مدد پر آمادہ ہوں۔ منجملہ خیرات کے یہ بھی ہے کہ خیرات کے موقع
 کے اوقاف کو دست تغلب سے نکال لے اور متدین آدمی کو اُس پر مقرر کرے اور
 اسکی آمدنی مستحقین کو پہونچا دے جیسا کہ وقف کرنے والے کی شرط ہوتی ہے۔ وقف
 کے کاموں کو بادیانت اور نیک معاش عمال کے سپرد کرے اور اُس پر بھی اعتماد
 نہ کر کے اپنا اکثر وقت کا رہاے اوقاف کی نگرانی اور مصارف کی تحقیقات
 میں صرف کرنا چاہیے اور اس کام میں مطلق سہل انکاری کو دخل نہ دے کیونکہ
 ایسا کام کرنا شریعت کو قوی کرتا ہے اور جو کہ کار و وقف کو بدستور شرع انجام دے
 تو حسب قول اللہ اے علیٰ الخیر کفنا علیہ یعنی رہنمائی کر نیوالا نیک کام پر نیکی کر نیوالے
 کے مانند ہے اور اجر و ثواب میں صاحب وقف کے ساتھ شریک ہو گا۔

| | |
|-------------------------|--------------------------|
| خیر کن یا دلیل خیرے باش | تا ترا ہم دران ثواب دہند |
|-------------------------|--------------------------|

خیر و خیرات کے بیان میں جو طول بیان ہوا وہ اس وجہ سے کہ صدقہ جاریہ
 کے ثواب بے پایاں ہیں۔ حکایت ہے کہ کوئی بزرگ فوت ہوا اور کسی نے
 انکو خواب میں دیکھ کر اُنکی حالت دریافت کی۔ جواب دیا ایک مدت تک شکر و خیر عذاب

میں مبتلا رہا ناگاہ پر و انہ نجات دفتر کرم اکہی سے پہونچا اور حق سبحانہ نے میرا گناہ بخش دیا
سائل نے دریافت کیا کہ اس آمرزش کی کیا وجہ ہوئی جواب دیا کہ فلان جنگل میں ایک
مسافر خانہ میں نے بتوایا تھا۔ اُس دن ایک درویش دوپہر کے وقت وہاں داخل
ہوا اور آرام کیا جب اُسکی مشقت اور کسملندی دور ہوئی تو دعا کے لیے زبان کھولی
اور کہا کہ اے خدا اس مسافر خانے کے بانی کو بخش دے۔ فی الفور اُسکی دعا قبول ہوئی اور
میں بخشا گیا اور قعر عجم سے جہنم میں داخل ہوا ۵

ہر چند بروے کار در مے نگر م نیکی ست کہ نیک ست دگر باہمہ ہیچ

اکیسواں باب سخاوت و احسان کے بیان میں

سخاوت نیکنامی کا سبب اور احسان کا برآمدی اور نیک انجامی کا ذریعہ ہے
جو دو سخا سے بڑھ کر انسان خصوصاً اشراف و امجاد کے لیے کوئی صفت نہیں ہے
شرف مرد وجود است و کرامت بہ سجود ہر کہ این ہر دوزدار دعدش بہ ز وجود

اخبار میں آیا ہے کہ سخاوت بہشت میں ایک درخت ہے اور حقیقت میں جو نیار
خوشنودی خدا کے کناے ایک سرسبز نہال ہے جس کی شاخ اعلیٰ علیتین سے
پیوستہ ہے اُسکا شگوفہ نیکنامی دنیا ہے اور اُسکا میوہ عقیقی کی کرامت و فضیلت
ہے ۵

این سخا خانیست در باغ بہشت واے او کین شاخ را از کف بہشت
کسی حکیم سے لوگوں نے دریافت کیا کہ وہ عیب جو ساری خوبیوں کو چھپالے
کیا ہے اُس نے جواب دیا وہ عیب نخل ہے۔ پھر سوال کیا کہ وہ کون سا ہنر ہے
جو تمام عیوب کو چھپا لیتا ہے۔ اُس نے جواب دیا سخاوت ہے ۵

ہنر سخاست دگر جملہ دست افرازند اگر ترا بہر انگشت خویش صد ہنرست

| | |
|-----------------------|-----------------------|
| تجربه کردم زهر اندیشه | نیست نکوتر ز سخن پیشه |
| خاص ز بهر کرم آمد درم | برگزیر قافیه اینک کرم |

اسکندر نے ارسطو سے پوچھا کہ دین و دنیا کی سعادت کس چیز میں ہے جواب آیا جو دو کرم میں۔ سعادت دین تو یہ ہے کہ حق سبحانہ فرماتا ہے مَنْ جَاؤِیَ الْحَسَنَةَ فَلَهُ عَشْرُ مِثَالِهَا عَظِيمٌ

| | |
|----------------------------|----------------------------|
| آنکه ترا تو کشته ره می دهد | از تو یکه خواهد و ده میدهد |
| بهر ازین مایه تانیت نیست | سود کن آخر که زیانیت نیست |

اور سعادت دینا یہ ہے کہ مخلوق کے مرنے دل کو شکا کر کے جیسا کہ کہا گیا ہے
 الْإِنْسَانُ عَبِيدٌ لِلْإِحْسَانِ چونکہ دل بنزہ سلطان کے ہے۔ جب کسی کی قید میں پڑتا ہو
 تو قالب بھی اُسی کے پیچھے چلتا ہے اور جب کریم مالک رقاب ہو جائے تو سعادت
 کے دروازے اُس پر کھل جاتے ہیں اور ذریعہ حصول مراد اُس کے لیے مہیا ہو جاتے
 ہیں۔ اخبار میں آیا ہے کہ خسرو پر وزیر کا ایک سپہ سالار فوج کشی اور دشمن کشی میں
 مشہور تھا اور ثنات راے۔ قوت غزم کے لیے نزدیک و دور معروف خسرو پر وزیر
 اُسی کے مشورہ سے انصاف کرتا تھا۔

| | |
|-----------------------|--------------------------|
| از متاعه بدگلشن خسروی | به بازوے او پشت دولت قوی |
|-----------------------|--------------------------|

ایک وقت اخبار نویسوں نے بادشاہ کے گوش گزار کیا کہ تمھارا سپہ سالار فرمانبرداری سے انحراف کرنا چاہتا ہے اور ترو و سرکشی کا طریقہ اختیار کر رہا ہے پہلے اس کے کہ اس امر کا وجود قوت سے فعل میں آئے تدارک کرنا چاہیے ۵

۱۵ جنیکیان لایا پس اُسکے لیے دس گنا اجر ہے ۱۲ ۱۵ انسان احسان کا بندہ ہے ۱۲

| | |
|--|---------------------------------|
| علاج واقعہ پیش از وقوع باید کرد | دریغ سودندار و چورفت کار از دست |
| <p>اس خبر کے سننے سے خسر و اندیشہ مند ہوا اور کہا کہ اگر اُسے عنانِ عزیمت کسی حصہ ملک میں از روئے مخالفت موڑی تو بہ کثرت سپاہ اور اعیان لشکر اُس کے موافق ہو جائینگے اور ممکن ہے کہ اُسکے باغی ہونے کی شہرت سے ارکانِ ملک میں خلل واقع ہوا اور دیدہ سلطنت میں فتور پڑے</p> | |
| سبا دابر آرد بہ بیداد سر | کہ در ملک پیدا شود شور و شر |

پس بادشاہ نے مشیرانِ مملکت سے اس بارے میں مشورہ کیا سمجھوں گی کہ ہوئی کہ اسے قید کر دینا چاہیے۔ خسر نے اُن کی رائے پر آفرین کی دوسرے دن سپہ سالار کو طلب کر کے اُس کی معمولی نشست سے اور بلند و ممتاز جگہ پر اُس کو بٹھایا اور اُس کی بہادری اور اوصافِ پسندیدہ کی تعریف کر کے انعام میں نفیس و عزیز اشیا اور نقد و بسیار رحمت فرمائے جس کا وہ مستحق نہ تھا۔ مشیران نے یہ دیکھ کر موقع پر عرض کیا کہ ہمارے مشورہ پر کاربند نہ ہونے کی کیا وجہ ہے۔ بادشاہ مسکرایا اور کہا کہ تمھاری رائے کے خلاف میں نے نہیں کیا نہ میرا ایسا ارادہ ہے۔ تم نے کہا تھا کہ اسے قید کرنا مناسب ہے میں چاہتا ہوں کہ اُسے حکم ترین قید میں ڈالوں اور قیدِ احسان سے بڑھ کر کوئی اور مضبوط قید میں نہیں دیکھتا دوسرے میں نے سوچا کہ قید کا محل ایک عضو خاص ہوتا ہے۔ ہذا میں نے مناسب سمجھا کہ اس کے دل کو مقید کر دوں کیونکہ وہ ہنزلہ بادشاہ کے ہے اور تمام اعضا حشم و خاتم کی جگہ پر میں جب اصل چیز مقید ہو جائے گی تو ضرور بالضرور اُس کے تابعین اعضا بھی گرفتار ہو جائیں گے دوسرے یہ کہ بندہ اپنی سو جان سے گھس جاتا ہے مگر احسان کا بند جو دل پر رکھا جائے کسی چیز سے فرسودہ نہیں ہوتا۔ امثال میں بیان ہوا ہے کہ مرغِ جوی کو دام میں

گرفتار کر سکتے ہیں اور انسان کو احسان و انعام سے مہنومی

| | |
|--|--|
| کرم پیشہ کن کا دسے زادہ صید عدو را با لطاف گردن ببند چو دشمن کرم بیند و لطف وجود | با احسان توان کرد و جوشی بقید کہ نتوان بریدن بہ تیغ آن کند نیاید دگر خبث زودر وجود |
|--|--|

چنانچہ جس طرح کہ خسرو نے سوچا تھا آتش مخالفت آب احسان شاہی سے
مجھبہ گئی اور بیخ کینہہ بیخہ کرم سلطانی سے اکھڑ گئی اسکے بعد جبکہ وہ غلو صنیعت
سے جان نثار خدام میں شریک ہوا تو تمام عمر طریقہ فرمانبرداری سے منھ نہ موڑا۔

| | |
|-------------------------------|----------------------------|
| زبان نواز پیش گری کی یافت ازو | بعد از ان روی بر ستافت ازو |
|-------------------------------|----------------------------|

اس باب میں ذیل کی رباعی خوب کہی گئی ہے۔ رباعی

| | |
|---|--|
| باہر کہ کرم کنی از ان تو شود بادشمن خویش اگر سخاوت و زری | اندر ہمہ وقت مدح خوان تو شود شک نیست کہ یار مہربان تو شود |
|---|--|

فضائل جو دین سے ایک یہ بھی ہے کہ دلہائے خلایق سخی کو دوست رکھتے ہیں
ہر چند کہ اُس کے احسان سے وہ بہرہ مند نہ ہوئے ہوں مثلاً خراسان کے لوگ اگر
سُئین کہ عراق میں ایک آدمی نہایت کریم و سخی ہے تو سب اُسے عزیز رکھینگے اور
اُسکی تعریف کریں گے بلکہ اگر کوئی ایسا کریم آدمی زندہ نہ ہو تو بھی اُس کے بعد ہر شخص
اُسکی تعریف میں رطب اللسان رہتا ہے چنانچہ حاتم طائی کو دیکھو کہ تاریخ تصنیف
کتاب سے جو شہہ ہر ہے۔ اُس کا زمانہ ۹۴۵ء برس آگے ہے مگر ہنوز اُس کی
بہاریا دگل آفرین سے آراستہ ہے اور چین نیکنامی تحسین و ثنا سے پیراستہ ہے۔

| | |
|--------------------------------|-----------------------------------|
| نخاند حاتم طائی و لیک تابہ ابد | بماند نام بلند شش بہ نیکی و مشہور |
|--------------------------------|-----------------------------------|

حکایت ہے کہ جب حاتم کا چرچا جزیرہ عرب سے یمن تک پہنچا اور اُسکی سخاوت
کی شہرت ولایت شام و روم تک پہنچی تو والی شام۔ حاکم یمن قیصر روم اُس کی

عداوت پر کمر بستہ ہوئے۔ کیونکہ اُن مین سے ہر ایک سخاوت اور جود و دی کا دعویٰ کرتا تھا حالانکہ حاتم کا ذکر تمام زبانوں پر بکثرت جاری تھا اور اُس کے کرم و جود کا غلطہ اطراف و اکناف ملک مین ہو رہا تھا۔ ۵

ابر دریا دل زدست جود اور انفعال

مال عالم زیر پاے ہمت اور مال

پس ان مین سے ہر ایک نے اُسے آزمانا چاہا۔ پہلے والی شام نے ایک آدمی حاتم کے پاس بھیجا اور اُس سے سواونٹ سرخ۔ سیاہ مو اور سیاہ چشم۔ بلند کولہان کے طلب کیے۔ اس قسم کے اونٹ وادی عرب مین کیا بھین اور خال خال ملتے ہیں اور بہت گران قیمت ہوتے ہیں۔ حاتم کے پاس ایسے اونٹ نہ تھے جب وہ آدمی پیغام لے کر حاتم کے پاس پہونچا تو اُس نے اُس کی فرمائش قبول کی اور سمعاً و طاعتاً زبان پر لایا ۵

بہرچہ امر شود چاکریم و دولت خواہ

حاتم نے ایچی کو اچھی منزل مین اتارا اور اسباب ضیافت حسب عادت اُس کے لیے مہیا کیا اور قبائل مین منادی کی کہ اس قسم کے اونٹ لا کر مجھے دو۔ دو ماہ کے بعد انکی قیمت مین ادا کر دیں گا۔ الغرض اس طریقہ سے سواونٹ قرص لے کر والی شام کے پاس روانہ کر دیے۔ جب یہ قافلہ والی شام کی خدمت مین پہونچا تو حیران ہو کر کہا کہ مین نے اس اعرابی کو آزما کر اُسے مقروض بنا دیا۔ چنانچہ اُس نے تمام اونٹوں کو اسی ایچی کے ہاتھ حاتم کے پاس روانہ کر دیا۔ جب حاتم کے پاس پہونچے ہوئے اونٹ واپس آئے تو اُس نے مالکان شتر سے کہا کہ جس جس کا اونٹ ہو وہ واپس لے جائے اور جس قدر کہ مال و تحفہ والی شام کا ہر اونٹ پر بار ہے۔ وہ بھی لے لے۔ اس طرح سے ہر ایک چیز تقسیم ہو گئی۔ جب اُسکی خبر والی شام کو پہونچی

| | |
|--|-----------------------------|
| تو اُس نے کہا کہ یہ مروت تو آدم زاد سے باہر ہے اور حاتم کی سخاوت مسلم ہے۔ | |
| آوازہ سخاوت و احسان حاتم | آخر درین جهان عیبت درین است |
| ہر قل کی نسبت روایت ہے کہ جب اُس کو حاتم کے دبیرہ جو دکی اطلاع پہنچی تو اُسکی کیفیت و حال کا تجسس ہوا اور لوگوں سے معلوم کیا کہ حاتم کے پاس ایک نہایت تیز رو۔ بادیرہ پیا۔ گھوڑا خاص سواری کا ہے۔ | |
| چو اشک عاشقان گلگون چشمو | جہان بیاتراز شبید زخرد |
| بوقت حملہ برق آسا جندہ | بگاہ پیوہ چون صرصر روندہ |
| قیصر نے اپنے وزیر سے کہا کہ حاتم کی سخاوت کا اندر دشو و عرب و عجم میں دور و دہے اور اُسکی جو اندری اور مروت کی شہرت چاروں گ عالم میں مشہور ہے۔ میں نے سنا ہے کہ اس اس صفت کا ایک گھوڑا اُسکے پاس موجود ہے۔ چونکہ اُسکی سخاوت و بہت کا میں امتحان لینا چاہتا ہوں۔ اسلئے کسی آدمی کو اُس گھوڑے کے لیے روانہ کرو۔ مثنوی | |
| من از حاتم آن اسب تازی نژاد | بخواہم گراو مکرمت کرد و داد |
| بدانم کہ در وی شکوہ می ست | وگر رو کند بانگ طبل تھی ست |
| پس ایلمچی ہدایا و تحف لیکر حاتم کے پاس روانہ ہوا۔ گھوڑے ہی زمانہ میں راستہ طے کرتے ہوئے ایلمچی حاتم کے قیام گاہ تک آپہنچا۔ قضا را ایلمچی کے پہنچتے ہی شدت سے پانی اور برت کی بارش ہوئی حاتم نے ایلمچی کی خاطر و مدامات کر کے مناسب مقام پر آٹا اور فی الفور حکم دیا کہ سواری کا گھوڑا فرج کیا جائے اور دسترخوان مہمان کے سامنے لایا جائے فراغت طعام کے بعد آرام کا سامان ہوا اور حاتم خمیہ سے باہر نکلا۔ اُس رات کو کسی قسم کی گفتگو در میان میں نہ آئی علی الصبح جب ایلمچی نے قیصر کا فرمان اور تمام ہدایا و تحف حاتم کے روبرو پیش کیے تو وہ نہایت متلک ہو۔ ایلمچی نے سمجھ کر کہا کہ اے جو اندر اگر اسب کے دینے میں کچھ تامل ہے تو میں زیادہ اصرار نہیں کرتا۔ حاتم نے جواب دیا کہ اس قسم کے گھوڑے اگر | |

بزار بھی ہوں تو ادنیٰ ادنیٰ آدمیوں کے دیدنے میں مجھے کچھ تامل نہیں ہے۔ خصوص
ایسی حالت میں کہ ایک عظیم الشان قیصر نے مجھ کو ایک گھوڑے کی فرمائش سے موت
بخشی اور اس کے لیے خاص ایلی روانہ کیا۔ مجھے فکر و تردد یہ ہے کہ اگر پہلے ہی میں
واقف ہوتا تو اس گھوڑے کو ضائع نہ کرتا۔

| | |
|--|---|
| من آن بادرقا رولدل کتاب کہ بید غلمت ابراز پیش و پس بنوعی دگر روے درہم نہ بود موت نہ دیدم در آئین خویش مرنام باید در استلیم فاش | زہر شہاد دوشس کردم کہا ب بسوے رمہ رہ نہی یافت کس جسز آن بر دیہ بارگا حسم نہ بود کہ مہمان خسید دل از فاقہ ریش دگر مرکب نامور گو سباش |
|--|---|

پس تازی گھوڑے اور عجاز کے تبرکات سلطان روم کے لیے تحفہ میں روانہ
کیے اور ایلی کو بھی انعام و اکرام سے مالا مال کیا۔ جب ایلی پہونچا تو قیصر فحشے
مضمون سے آگاہ ہوا اور انصاف کو مد نظر رکھ کر کہا کہ آئین مروت و سخاوت
حاکم کی مسلم ہے۔

| | |
|--|--|
| توان گفت کامروز نبود بعالم ز روے جو انزدی و مہربانی | جسز او شہر یار دیار مروت بر خستہ شد کار و بار قوت |
|--|--|

دوسرا بادشاہ یمن کا تھا جو اپنی سخاوت و کرم کے لیے مشہور تھا اور محتاجوں
در ماندگان کی اعانت کے لیے معروف و مقبول۔

| | |
|--------------------------|---------------------------|
| چو دست جود بخشش بر کشادی | ز عالم رسم خواہش بر قنادی |
|--------------------------|---------------------------|

اسکی خواہش تھی کہ سو اکرم کے اسکی صحت اور نہ مشہور ہو۔ اسی وجہ سے جو حاکم
کی تعریف کرتا تھا سخت مشتعل ہوتا تھا اور اس کو ایذا دیتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ حاکم
ایک صحرائشین آدمی ہے جو منجملہ میری رعیت کے ہے۔ نہ مملکت داری کا اسے

رتبہ حاصل ہے نہ فرمان روالی کا منصب رکھتا ہے۔ نہ جاگیر کی قوت نہ کشتورستی کی طاقت ہے

| | |
|-------------------------------|---------------------------|
| نہ اور اخزانہ است نے تخت مناج | نہ باجش کے می دہد نے خراج |
|-------------------------------|---------------------------|

اس سے ظاہر ہے کہ اُس سے کرم کا طور کیا ہوگا اور چتر اونٹ اور گھوڑوں سے کس قدر سخاوت کا اظہار کریگا سال بھر میں جو حاتم کو ملتا ہو گلبین، الیکین میں سائل کو اتنا دیدیتا ہوں اور اُسکے سوخوان کے برابر ایک وقت دسترخوان مہمان کے روبرو رکھتا ہوں۔ مصرع بین تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

القصہ بادشاہ نے ایک دن بڑا جشن منعقد کیا اور تمام دن خیر و خیرات میں مصروف رہا ناگاہ اثنائے حال میں حاتم کا ذکر کسی نے کیا ہے

| | |
|------------------------|--------------------------|
| در ذکر حاتم کے باز کرد | وگر کس ثنا گفتن آغاز کرد |
|------------------------|--------------------------|

بادشاہ اس ذکر سے نہایت بخجندہ ہوا اور دل میں سوچا کہ کسی طرح لوگ حاتم کے ذکر سے باز نہیں آتے اور اُس کی مہمان داری اور نیکو کاری کو فراموش نہیں کرتے مناسب ہے کہ کسی طرح ہمیشہ کے لیے اُس کا خاتمہ کر دوں ہے

| | |
|--------------------------|-----------------------------|
| کہتا ہست حاتم در ایام من | بہ نیکی نہ خواہد شدن نام من |
|--------------------------|-----------------------------|

اُس کے شہر میں ایک عیار پیشہ تھا کہ ایک درم کے معاوضہ میں سوخون ناحق کینے پر آمادہ تھا اور تھوڑی سی امید پر بہتوں کے شیشہ دل سنگ جفا سے ٹوڑتا تھا ہے

| | |
|----------------------------|-----------------------------|
| چو چشم نازنینان بود خو نیز | چو زلف خویر ویاں فتنہ انگیز |
|----------------------------|-----------------------------|

آخر کار شاہ یمن نے اُس کو طلب کیا اور انعام ادا کر اہم کا وعدہ کر کے اُسے حکم دیا کہ قبیلہ بنی طوین جا کر کسی نہ کسی طرح حاتم کا کام تمام کر دے۔ اُس نے قتل کی فریاد کی اور اپنی راہ لی اور ایک مدت کی قطع مسافت کے بعد ایک منزل پر وارد ہوا جہاں ایک خوشرو جوان سے اُس کی ملاقات ہوئی جس کے روئے تابان سے

بزرگی اور سرداری کے آٹانظاہر تھے۔ جو ان خوشخو نے نہایت نرمی اور مہربانی سے دریافت کیا کہ کہاں جانے کا قصد ہے عیار پیشہ نے جواب دیا کہ میں سے آٹا ہوتا اور شام کو جا رہا ہوں۔ چونکہ اُس نے نہایت منت سے التماس کیا کہ ایک شب کو میرے خیمہ میں قیام کر کے حاضر نوش کرے اور اس تعلق سے مجھے سرفراز کرے مصرع زور دے آئے و شبستان مامنور کن۔ وہ عیار جو ان کی خوشخوئی اور حسن اخلاق پر فریفتہ ہو کر ساتھ ہو لیا اور اس جو ان نے ضیافت کی تیاری شروع کی اور ہتھکڑی خاطر داری کی کہ اُس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھی۔ لمحہ بہ لمحہ گونا گون مشروبات و ماکولات سے اُس کی تواضع کی ہے

| | |
|--------------------------|-------------------------|
| ہر نفسے برسِ خوش آتش نگر | خوردنی خوب تر از یک دگر |
|--------------------------|-------------------------|

سہان نے ساعت بساعت میزبان کی تعریف زیادہ کی اور ثنا و آفرین کی زبان کھولی ہے

| | |
|--------------------------------|----------------------------|
| آبارک اللہ ازین مروی و خوشخوئی | گذشتہ زہمہ نیکون بہ نیکوئی |
|--------------------------------|----------------------------|

اسی لطف و مدارات میں صبح ہو گئی اور افق مشرق سے آفتاب طلوع ہوا ایمان بادیدہ ہائے گریان رخصت ہوا اور اس بیت کا مضمون جگر سوز زبان پر لایا ہے

| | |
|---------------------------|---------------------------|
| دل مے سوز دازد ابرغ جدائی | چہ بودی گر نہ بودی آشنائی |
|---------------------------|---------------------------|

جو ان نے نہایت اصرار کے ساتھ درخواست کی کہ دو تین دن اور قیام کرے مگر سہان حذر کرتا تھا اور کہتا تھا ہے

| | |
|---------------------------|-------------------------|
| نیارم شد البتہ اینجا مقیم | کہ در پیش دارم مھے عظیم |
|---------------------------|-------------------------|

جو ان نے کہا کہ مجھ کو اپنی اقامت سے سرفراز کرو جو ہم درپیش ہے اُسے بیان کر شاید میں بھی مدد کر سکوں اور ہمراہ چلون مہمان نوازان کی دلنوازی اور جو اندری پر فریفتہ ہی تھا دل میں سوچا کہ یہ ہم جو درپیش ہے بغیر ایسے دوست کی

امداد کے پوری نہیں ہو سکتی۔ کچھ مضائقہ نہیں اگر ایسے دلوں کو درست کو اپنا
ہمراز بنالوں اور اس ہم کام اُس کی امداد سے انجام کو پہنچاؤں۔

| | |
|--------------------------|--------------------------|
| ایک گل مقصود درین بوستان | چیدہ نشد بے درد وستان |
| دامن یاری گرت افتد بدست | نارنج و آژادہ توانی نشست |
| کار تو از یار کمتل شود | مشکلت از ہم نفسان حل شود |

پس پہلے اُسے جو ان سے قسم لی کہ اس راز کو افشاء نہ کرے گا۔ غرض کہ بعد
تاکید بسیار اپنا راز ظاہر کیا اور کہا کہ میں نے سنا ہے اس نواح میں کوئی حاتم نام
کا شخص ہے جو جوامزدی کا دم بھرتا ہے اور احسان و مردم نوازی کا دعویٰ کرتا ہے
شاہدین کو اُس کی جانب سے دل میں خطرہ و اندیشہ پیدا ہوا۔ میں ایک پریشان
اور بے روزگار شخص ہوں۔ دزدی عیاری کا پیشہ کرتا ہوں۔ اسی اثنائ میں بادشاہ
نے مجھے طلب کیا اور مال و متاع کا وعدہ کر کے حکم دیا کہ حاتم کو تلاش کر کے
اُس کا کام تمام کر دوں اور اُس کا سر بادشاہ کے روپر وے جاؤں۔ عجیباً روزی
کے لیے اسے قبول کیا اور اس قبیلہ میں آیا ہوں۔ حاتم کو پہچانتا ہوں نہ
اُسکی جائے قیام کا پتہ معلوم ہے اب ازراہ غریب نوازی اور بندہ پروری
حاتم کا پتہ مجھے دیجئے۔ اور اُس کے قتل میں امداد کیجئے تاکہ میں اپنی ذمہ داری
سے عمدہ برآ ہوں اور آپ کی بدولت بادشاہ کے مواعید سے بہرہ مند ہوں
جوان یہ سنکر ہنسنا اور کہنا

| | |
|------------------------|------------------------------|
| بخندید گفت کہ حاتم منم | سر اینک جدا کن بر تیغ از تنم |
|------------------------|------------------------------|

اے معان اٹھ اور قبل اس کے کہ میرے متعلقین خبردار ہوں میرا سر جدا
کر کے اپنے ساتھ لے تاکہ شاہدین کا مقصد حاصل ہو اور قیری مراد بھی برائے یہ

| | |
|------------------------|----------------------------|
| چو حاتم باز ادگی سمناد | جوان را بر آذر خوش از نهاد |
|------------------------|----------------------------|

فی الفور عیار حاتم کے آگے زمین بوس ہوا اور اس کے ہاتھ پاؤں پر بوسہ دیکر کہا نظر

| | |
|---------------------------|-----------------------------|
| اگر میں گلی بر وجودت زنم | نہ مردم کہ در کیش مردان زنم |
| دو چشمش بوسید و در برگرفت | وز انجب طریق بمن برگرفت |

حاتم نے اس کے لیے زادراہ اور سواری مہیا کر دی عیار پیشہ قطع مسافت کر کے جب بمن میں پہونچا تو بادشاہ سے تمام ماجرا بیان کیا۔

از روے انصاف شاہ بمن نے اعتراف کیا کہ اس مرتبہ کا کرم دنیا میں کسی کا نہیں ہے نہ اس رتبہ کی سخاوت کسی میں ہے۔ ۵

| | |
|-------------------------|-------------------------------|
| ہست جو اندر درم صد ہزار | کار چو با جان فتد آنجا ست کار |
|-------------------------|-------------------------------|

کتاب جو اہر الامارہ میں بیان ہے کہ جب حاتم فوت ہوا تو اسکو دفن کیا تھا اس کی قبر ایسے مقام پر تھی جہاں سیلاب آب کا گذر تھا کسی وقت شدت کی بارش ہوئی اور پانی میں ہولناک طغیانی ہوئی۔ قریب تھا کہ حاتم کی قبر تباہ ہو جا اس کے بیٹے نے چاہا کہ لاش کو اٹھا کر دوسرے محفوظ مقام پر منتقل کر دے جب قبر کھودی گئی تو اس کے تمام اعضا اپنی اپنی جگہ سے الگ ہو گئے تھے۔ صرف سیدھا ہاتھ محفوظ تھا جس میں کسی قسم کا تغیر نہ پہونچا تھا۔ لوگوں نے اس عجیب حال پر نہایت تعجب کیا۔ اس جماعت میں ایک صاحب دل پیر مرد بھی تھا اس نے کہا کہ اے لوگو۔ اس نظارہ پر تعجب نہ کرو کہ اسی دست راست سے اُس نے بہ کثرت سالکوں کی حاجت روائی کی۔ ضرور تھا کہ خیر و کرم کی برکت سے اسکا ہاتھ سلامت رہے جب کہ ایک بت پرست کافر کا ہاتھ سخاوت کی برکت سے بگڑ نہ سکا تو کیا عجیب ہے کہ مومن کا جسم سخا و احسان کے ذریعہ سے آتش دوزخ کے جلنے سے محفوظ ہے کیونکہ دولت جاودان کا حامل کرنا خیر و احسان کے قواعد سے وابستہ ہے

| | |
|------------------------|--------------------------|
| دولت باقی ز کرم یافتند | دولتیاں رخ ز جهان تافتند |
|------------------------|--------------------------|

دارائے کسی حکیم سے پوچھا کہ سلطنت کی آرائش کس چیز میں ہے اُس نے جواب دیا کہ عزت زندگی میں۔ پھر پوچھا کہ عزت کو کس طرح استعمال میں لانا چاہیے حکیم نے جواب دیا مال کو ذلیل سمجھنے سے جسکی نظر میں مال و متاع ذلیل ہے تمام لوگ اُسے عزیز و بزرگ سمجھتے ہیں اور جو شخص مال کو دوست رکھتا ہے تمام لوگ اُسے حقیر و خوار سمجھتے ہیں۔ قطعہ

| | |
|--|---|
| مال از بہر آن بکار آید ہر کہ تن را فدای مال کند ہر کریمی کہ خوار دارد ز زر | تانا بہر تننت سپر گردد مال و تن عرصہ خطا گردد ہر زمانے عزیز تر گردد |
|--|---|

الحمد للہ کہ آئین سخاوت و کرم اور قوانین احسان و مروت حضرت شہزادہ عالم جہان آرا سے میں بوجہ اتم پائے جاتے ہیں۔ قطعہ

| | |
|---|--|
| معین الملک لہ اللہ ابو الحسن کہ جو دم ز انعام و عطا و محبت نزدیک آن کر | چو ابرو بہاری عالمی را تازہ می سازد کہ رسم احتیاج از عرصہ عالم براندازد |
|---|--|

جو دم حاتم کے نامہ کو طو کر کے معین ابن زائدہ کے دفتر سخاوت کا نشان مٹا دیا ہو قطعہ

| | |
|--|--|
| کینخسر و زمان فریدون روزگار عدلت نظام عالم و حاکمیت تو ام ملک | ہم شہر یار عدلے و ہم یاد شاہ جو دم جو دم پناہ سائل و دوست پناہ جو |
|--|--|

حق سبحانہ تعالیٰ فرمان احسان کو بقول و ہو محسن فلہ اجرہ عند ربہ۔ اس کا ذریعہ نشان بنائے اور نشان انعام کو و کذلک نجبرنی المحسنین کے طغرائے مزین آراستہ رکھے

| |
|---|
| باب فی عنوان باب تواضع و احترام کے بیان میں |
|---|

تواضع رفعت کی وجہ سے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے من تواضع لیٹر رفعہ اللہ

۱۷ اور وہ من ہے لہذا اسکا اجر رب کے پاس ہے ۱۲ اور اسی طرح ہم محسنوں کو عرض دیتے ہیں ۱۳ جو شخص تواضع کرے واسطے خدا کے بلند مرتبہ کرے گا اُس کو خدا ۱۴

| | |
|--|-------------------------------------|
| <p>تواضع تراا رجندی دہد</p> | <p>زروے شرف سر بلندی دہد</p> |
| <p>ملوک سامانیہ میں سے نصیر بن احمد نے اپنے بیٹے کو وصیت کی کہ اے فرزند ولید اگر تیری خواہش ہے کہ جو مملکت بعد شقت بسیار ہمارے قبضہ میں آئی ہے اور جس کی قہید قواعد و انتظام میں تمام عمر میں نے صرف کر دی ہے۔ سالہا سال تیرے قبضہ میں رہے تو خزانہ پر اعتماد نہ کرنا کیونکہ مال معرض زوال میں ہے اور فوج پر خاطر جمع نہ رکھ کیونکہ سپاہیوں کے حالات پلٹتے رہتے ہیں بلکہ کرم پر اعتماد کرنا اور تواضع میں مبالغہ کرنا کیونکہ کرم و تواضع آدمیوں کے لیے دو دام ہیں جو انہیں پھنس گیا ہرگز رہائی نہیں پاسکتا۔ گویا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عبارت میں سید القوم خادمہم۔ اسی معنی کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جب تو کسی کی تواضع سے خدمت کرے اسکا دل تیرا شکار ہو جاتا ہے اور تیرے دام محبت میں گرفتار ہو جاتا ہے پس وہ محکوم اور تو مخدوم ہو جائیگا اور وہ شکار اور تو صیاد بن جائیگا۔ نظم</p> | |
| <p>تواضع میدہد از روشنائی</p> | <p>بے بیگانگان را آشنائی</p> |
| <p>تواضع یہ ہے کہ اپنی قدر کو دوسرے کی قدر سے کمتر سمجھے پس اپنی عزت و حرمت کو الگ رکھ کر دوسروں کو عزیز و محترم بنائے اور اگر شرف ذات و علو سے قدر کے مشتبہ ہو جانے کے اندیشہ سے اس سے اجتناب کرے تو دو صورتوں سے خالی نہ ہو گا یا یہ کہ فی الحقیقت وہ عالی مرتبہ ہے تو ایسا شخص تواضع سے نہ ڈرے کیونکہ اس سے اسکی عظمت و بزرگی کچھ کم نہ ہوگی بلکہ رفعت و شوکت خالق و مخلوق کے نزدیک اس کی بڑھنے لگی ہے</p> | |
| <p>تواضع ز گردن منہ از ان کو مست</p> | <p>گرد اگر تواضع کند غوے او مست</p> |

اسی جگہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تکبر ناقص اور ذلیل اشخاص کی خصلت ہے جن کا مقصود کبر سے اپنے نقص کی پردہ پوشی ہوتی ہے مگر اس سے وہ اپنے عیوب کی حقیقت ظاہر کرتے ہیں کیونکہ تکبر آدمی کو غور و ذلیل بنا دیتا ہے۔ نظم

| | |
|---------------------------|------------------------|
| تا تو انی بگرد کبر مگرد | متکبر بری ز کبر بخورد |
| مگر تو بے کبر ویر یا باشی | خاص در گاہ کبر یا باشی |

تواضع ہر شخص کے لیے زیبا ہے خصوصاً اہل دول کے لیے کیونکہ تواضع پیرایہ زندگی ہے حکایت ہے کہ ابن سماک ہارون رشید کے دربار میں آیا۔ خلیفہ اس کی تعظیم کے لیے اٹھا۔ ابن سماک نے کہا کہ اے خلیفہ بادشاہ ہو کر تیری تواضع کرنا بادشاہی سے بڑھ کر ہے۔ خلیفہ نے جواب دیا بے شک اور بیان کرو ابن سماک نے کہا کہ جسے حق تعالیٰ مال و جمال اور بزرگی عطا کرے اور وہ مال سے بندگان خدا کے ساتھ غمیواری اور احسان کرے اور جمال میں پارسائی کرے اور بزرگی میں تواضع کرے تو حق تعالیٰ اسے اپنے غلصون میں لے لیتا ہے ہارون رشید نے قلم دوات منگا کر یہ گفتگو اپنے ماتھے سے قلب بند کر لی۔ یہ بھی خلیفہ کی تواضع پر دلالت کرتا ہے۔ مثنوی

| | |
|-----------------------|---------------------------|
| زیر کان آزمودہ اندیسے | بر تواضع زیان نہ کرد گیسے |
| از تواضع بلند گرد نام | وز تواضع رسیدہ اند بکام |
| متواضع بزرگوار بود | منظر لطفت کرد گار بود |

سادات عظام اور علمائے کرام کے لیے تواضع و احترام نہایت مناسب اور موجب ارتفاع ہے۔ امام محمد حسن شیبانی جب ہارون رشید کے پاس آئے تو خلیفہ نے بڑی تعظیم کی اور کھڑے ہو کر اپنی جگہ بٹھا لیا۔ جب وہ اٹھے تو چند قدم مشایعت بھی کی۔ کسی نے خلیفہ سے کہا کہ خلافت کی عظمت و شوکت اس قسم کی

تواضع سے جاتی رہتی ہے۔ ہارون رشید نے جواب دیا جو شوکت و ادب تواضع سے زائل ہو جائے تو اس کا مٹ جانا ہی مناسب ہے اور جو قدر و منزلت بزرگوں کے احترام سے دور ہو اس کا محو ہونا ہی ضروری ہے ۵

قدرے کہ بے لطف کسان کا ستہ گرد
مرد بچان قدرے کہ اس ستہ گرد

حکایت ہے کہ شاہ اسماعیل سامانی سلطان خراسان کے پاس کسی کے کام کے لیے ایک عالم آیا بادشاہ نے اس کی بڑی تعظیم کی اور جاتے وقت سات قدم تک مشایعت کی کسی شب خواب میں آنحضرت صلیع کو دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں۔ اے اسماعیل تو نے ایک عالم کو عزیز رکھا۔ میں نے حق سبحانہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ تجھے دونوں جہان میں عزیز رکھے۔ تو نے سات قدم تک مشایعت کی۔ میں نے دعا مانگی کہ سات نسل تک تیرے خاندان میں حکومت رہے اور دونوں دُعائیں قبول ہوئیں۔

تواضع کی ایک علامت یہ ہے کہ علما و صلحا اور درویشان صاجدل کی صحبت کی جانب مائل ہوں ان لوگوں کی صحبت کی طرف جو طمع دنیاوی کے لیے علم اور درویشوں کی صورت بنائے ہوئے ہیں بلکہ اسکی صحبت چاہیے جو کام کا ہوا اور لوگ اس کے معتقد ہوں تو وہ پسند نہ کرے۔

حکایت ہے کہ عبدالمدطاہر خراسان سے آتے ہوئے نیشاپور میں مقیم ہوا۔ اعیان و اشراف شہر اس کے سلام کو حاضر ہوئے۔ ایک ہفتہ کے بعد آئے پوچھا کہ شہر میں کوئی ایسا شخص باقی رہا ہے جو میرے سلام کو نہیں حاضر ہوا اور نہ مجھے دریافت کیا۔ لوگوں نے جواب دیا کہ اس شہر کے سب لوگ آپ کے دربار میں آئے مگر وہ درویش جو گوشہ نشین ہو گئے ہیں نہیں آئے۔ مثنوی

| | |
|--|---|
| معتکفانِ حرمِ کسریا دیدہ نہ تو کون و مکان و زلف ملک نہ و نوبت شاہی زدہ | شستہ زدل صورت کبر دریا بال نہ و ہر دو جهان زیر پر تخت در ایوان اکہی زدہ |
|--|---|

عبداللہ نے پوچھا کہ اُن کا نام کیا ہے۔ جواب دیا کہ احمد عرب اور محمد اسلم طوسی جو علمائے ربانی مین سے ہیں اور امرا و سلاطین کے یہاں آمد و رفت نہیں رکھتے۔ عبداللہ نے کہا کہ اگر وہ میرے سلام کو نہیں آئے تو مجھے اُن کے سلام کو جانا چاہیے یہ کہہ کر سوار ہوا اور احمد عرب کی خدمت میں پہونچا اور آدمی بھیجا کہ میرے آنے کی خبر کر دے۔ احمد کو جگانے کا موقع نہ تھا۔ عبداللہ ظاہر اندر گیا اور احمد کھڑا ہو گیا اور منہ اس کی طرف کیے ہوئے تھوڑی دیر تک کھڑا رہا۔ عبداللہ بھی خاموش رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد احمد نے سر اٹھا کر کہا کہ اے طاہر کے بیٹے مین نے جس قدر خوشرو اور نیک فو تجھے سنا تھا اُس سے زیادہ پایا۔ اب تو اس خوبصورت چہرہ کو خدا کی نافرمانی میں مشغول نہ رکھنا اور اس خصلے کو آتشِ دوزخ کی لکڑی نہ بنانا۔ یہ کہہ کر قبلہ رو ہوا اور نماز میں مشغول ہو گیا۔ عبداللہ ظاہر روتا ہوا اگھر سے باہر نکلا اور محمد اسلم کے پاس گیا مگر محمد اسلم نے اندر داخل ہونے کی اجازت نہ دی۔ ہر چند اس نے سعی کی مگر کچھ کارگر نہ ہوئی۔ لوگوں نے کہا کہ جمعہ تک صبر کرنا چاہیے۔ جب محمد نماز کو جانے لگے تو ملاقات ممکن ہے۔ عبداللہ جمعہ کو سر راہ کھڑا ہو گیا۔ شیخ نماز کے لیے برآمد ہوا۔ جب سواروں کو کھڑا دیکھا تو وہیں ٹھہر گیا۔ عبداللہ سواری سے فوراً اتر پڑا اور شیخ کے سامنے آکر سلام کیا۔ شیخ نے پوچھا کہ تو کون ہے اور تیرا کیا کام ہے۔ جواب دیا میرا نام عبداللہ ظاہر ہے۔ آپ کی زیارت کے لیے حاضر ہوا۔ شیخ نے کہا دو ہوتیرا مجھ سے کیا کام ہے اور مجھے تجھ سے کیا کہنا ہے۔ یہ کہہ کر اُس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔

اور ایک دیوار پر نظر جمالی۔ عبداللہ نے اُس کے قدم پر سر رکھ دیا اور مناجات کی کہ اگلی یہ مرد تیری رضا کے لیے مجھ گنہگار کو دشمن رکھتا ہے اور میں تیری رضا کے لیے اس بندہ نیک کو دوست رکھتا ہوں اس کی دشمنی کی حرمت اور دوستی کے پاس سے اس بد کو اسکی خدمت میں نیک کر دے۔ ہاتھ نے آواز دی کہ سر اٹھا تیرا گناہ بخشا گیا۔ نظم۔

| | |
|---------------------------|----------------------------|
| اگرچہ مابدان روزگارِ رحیم | ولیکن نیکوان را دوست داریم |
| چہ باشد گردان را در قیامت | بر نیکان بخشد از راہ عنایت |

حکایت ہے کہ ایک بادشاہ کسی درویش کے دیکھنے کو گیا۔ فی الفور درویش سجدہ میں گرا۔ وزیر نے پوچھا کہ یہ سجدہ کس کا ہے۔ اُس نے کہا سجدہ شکر۔ دریافت کیا کس لیے۔ جواب دیا۔ خدا کا میں نے شکر کیا کہ بادشاہ کو میرے پاس لایا اور مجھے اُسکے پاس نہ لے گیا۔ کیونکہ بادشاہوں کا درویش کے پاس آنا عبادت ہے اور درویشوں کا اُسکے دربار میں جانا معصیت ہے۔ جب سلطان کو اطاعت حاصل ہوئی اور گناہ مجھ سے سرزد نہ ہوا تو یہ شکر گزار سی اور سپاس کا مغل ہے۔ مثنوی

| | |
|--------------------------|-----------------------------|
| اگر دم ز درویش پر سی زنی | ز رفعت قدم فوق کر سی زنی |
| کسے کا ستعانت بدرویش برد | اگر بر فریدون ز داز پیش برد |

تبیئیسوان باب مانت و دیانت کے بیان میں

علمائے دین اور عارفان صاحب یقین نے یوں کہا ہے کہ خصال حمیدہ میں مانت رکن اعظم ہے اور دیانت اخلاق پسندیدہ و اصل محکم ہے۔ ایمان کی بنیاد مانت سے پوری رہتی ہے جیسا کہ فرمایا ہے۔ لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَا اِمَانَةَ لَهُ اور قواعد شرع کی حفاظت و دیانت ہی سے ہے۔ مثنوی۔

| | |
|--|--|
| قاعدہ دین بدیانت نہاد از شرر دوزخ امانت بود | شرع کہ بنیاد صیانت نہاد در دولت ارمیل دیانت بود |
| <p>ہر کردار و گفتار اور دید و شنید میں ایک حد تک امانت و خیانت ہے اگر اس میں امانت کا لحاظ نہ رہے تو ضرور خیانت ہوگی۔ اور جو کچھ کہ خدا نے بندہ کو دیا ہے وہ امانت ہے جس میں خیانت جائز نہیں مثلاً آنکھ ایک امانت ہے جس سے آثار قدرت کا مشاہدہ کرتے ہیں اور کان امانت ہے جس سے گفتگو کے حق سنتے ہیں اور زبان ذکر خدا کے لیے امانت ہے۔ ہاتھ خلق خدا کو نفع پہنچانے کے لیے ہے علیٰ ہذا القیاس جب نظر حرام سے کسی کو کوئی دیکھے یا اقوال ناشائستہ سُنے یا بہتان و دوزخ باندھے اور ہاتھ آزار کے لیے بڑھائے تو بے شک امانت اکی میں یہ خیانت ہوگی اور خدا کی ممانعت اس بارے میں موجود ہے۔ یا ایہا الذین آمنوا لا تحذوا اللہ - منوی</p> | |
| دین تو فایز دیانت گری شرم نداری کہ خدایت ہست | لے شدہ ز ایمان و امانت بری ترس نداری کہ فنایت ہست |
| <p>سلاطین کو امانات کی حفاظت کے بعد ایک دوسری امانت کی حفاظت بھی لازمی ہے یعنی رعایا کے حالات کا ملاحظہ کرنا جو خلاق عالم کی امانت ہے۔ اگر حقائق میں کمی ہو تو ارکان امانت میں ضرور کمی ہوگی۔ حکما کہتے ہیں کہ اگر بادشاہ ظالم حاکم مقرر کرے یا کسی ہم رعیت پر تمسکار اور جبار شخص کو بھیجے تو یہ خیانت کی علامت ہے۔ کیونکہ ضعیفوں اور عاجزوں پر تمسکاروں کا قابض بنانا ایسا ہی ہے جیسے بکریوں کو بھیڑیوں کے سپرد کر دینا۔ نظم</p> | |
| رعیت ہمہ گو سپندے حقیر فتادند اندر بلا سے بزرگ | تمسکارہ گر گیت بادار و گیر چو سپردی این گو سپندان بگریگ |

دوسرے دیانت کا لحاظ رکھنا لازمی ہے اور دیانت و امانت کی محافظت ایسی ہے جو خدا اور بندے کے درمیان رہے اور کوئی اُس پر متعلق نہ ہو مگر اُس کے اظہار کے بعد قانون دیانت کی حفاظت ہر دو جہان کی سعادت بلکہ خدا کی رضا مندی کا سبب ہے ۔

در دیانت کویش تا دنیا و دین گیر و نذر و غیر

دیانت دار آدمی ہمیشہ کریم ہوتا ہے اور سبھوں کے نزدیک عزیز و محترم ۔ حکایت ہے کہ نوشیروان کے ابتدا سے عہد میں جبکہ اُس کی عدالت کا جھنڈا بلند نہ ہوا تھا اور عیش و عشرت کچھ بجائے کار رعیت میں مشروف نہ ہوا ۔ اُس کے ہمسایہ میں ایک آدمی کرم میں مشہور تھا اور رعایوں کی خاطر داری اور رعایت میں معروف و مذکور رہا

با حساش فقیران شاد گشته زبند احتیاج آزاد گشته

خاص و عام کو وہ اپنا مہمان بناتا تھا ۔ جب اُس کے کرم و ہمت کی شہرت ہوئی اور نوشیروان نے بھی تعریف سنی تو اتنی نا معمولی سودا گردن کے لباس میں اُس کے مکان پر گیا ۔ میزبان نے نہ پہچانا اور حسب عادت نہایت کلفت اور احتیاط سے خاطر داری کی اور لوازم ضیافت مہیا کیے اور ایک دالان میں بٹھایا ۔ اسکی کھڑکیوں سے چاروں طرف انگوڑے کے درخت پھیلے ہوئے نظر آ رہے تھے ۔ میزبان نے اس قدر خاطر داری اور کلفت میں مبالغہ کیا کہ نوشیروان نہایت تعجب ہوا اور مجلس کے اختتام پر کہا کہ اسے خواجہ میں ایک تاج آدمی ہوں ۔ تیرے کرم و بخشش کا شہرہ سنکر تصدیق وہ ہوا اور جس قدر سنا تھا اُس سے زیادہ پایا مصرع ۔

چون دیدم ہزار چندانے ، اب میں رخصت ہوتا ہوں جو کچھ کہو تحفہ بھیج دوں ۔ میزبان نے کہا کہ آپ کی بدولت یہاں سب کچھ مہیا ہے مگر جب رسم کلفت درمیان سے اٹھ گئی ہے تو میں کہتا ہوں کہ مجھے تازہ انگوڑے کھانے کی طرف نہایت رغبت ہے

اگر آپ کے پاس کوئی باغ ہو تو مجھے تحفہ کچھ بھیج دیجیے گا۔ نوشیروان نے کہا کہ میں تو باغ میں بہ کثرت انگور دیکھ رہا ہوں کیوں نہیں اس میں سے کھاتے۔ میزبان نے جواب دیا ہمارا بادشاہ نہایت ظالم اور امور رعیت کی طرف سے غافل ہے انگور پک گئے ہیں مگر وہ اپنے ملازمین کو تخمینہ کے پتے نہیں بھیجتا۔ لوگ تو بغیر سرکاری معائنہ کے کھاتے ہیں مگر میں محروم ہوں کیونکہ بادشاہ کا حق اس باغ میں ہے۔ اور ابھی تک تخمینہ نہیں ہوا۔ اگر میں کھاؤں تو خیانت ہوتی ہے اور میرے مذہب میں خیانت عرام ہے جب پھل آجاتے ہیں تو باغ کو میں ٹھیکہ دیتا ہوں اور کسی کو آنے نہیں دیتا۔ جب تک کہ بادشاہ عشرت حصول نہ لے نوشیروان یہ سنکر روٹا اور کہا کہ وہ غافل بادشاہ میں ہی ہوں اور تیری دیانت کی وجہ سے میں بیدار ہوا۔ پس راہ انصاف اختیار کی اور اس مرد کو معذور و معظّم کیا۔ قطعہ

| | |
|--------------------------|--------------------------|
| از دیانت کارے یا بد نظام | وز امانت مرد کامل مے شود |
| بے نطق از تدین خلق ما | دولت دارین حاصل مے شود |

بیان ہے کہ امیر بلخ کا بیٹا ایک دن سیر و تفریح کے لیے باہر گیا تھا۔ ایک جگہ پست چار دیواری نظر پڑی اور دیکھا کہ ایک بوڑھا کمر میں زنا را باندھے ہوئے پودوں کو لگا رہا ہے۔ امیر زادہ نے کہا کہ اے پیر مرد جب تو ان درختوں کے میوے نہ کھائے گا تو کیوں اُنھیں لگا رہا ہے۔ پیر مرد نے جواب دیا دوسرے بوٹے ہیں اور میں کھاتا ہوں۔ اس لیے میں بوتا ہوں تاکہ دوسرے کھائیں اور ممکن ہے کہ میں بھی کھا سکوں امیر زادہ ایک مضرب نوجوان تھا طلاق کی سوگند کھائی کہ تو اس باغ سے میوہ نہ کھانا۔ یہ کہہ کر چلا گیا۔ پیر مرد نے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کون نوجوان تھا معلوم ہوا کہ امیر بلخ کا بیٹا تھا ایک مدت کے بعد امیر زادہ پھر

اُسی طرف میر و تماشا کے لیے آنکلا اور اپنی جماعت کے ساتھ ایک دنگشا اور
پُر فضا باغ میں آیا۔ نظم

برایشان میوہ ہاے خوش رسید
نواخوان گشتہ مرغان خوش آواز

درختانش ہمسر بالاکشیدہ
ازبالاے درختان سرافراز

امیر زادہ کو یہ باغ نہایت پسند آیا اور مرکب سے وہیں اتر پڑا۔ ایک زنا ر بند پیر مرد
باغ میں پھر رہا تھا۔ مگر دونوں نے ایک دوسرے کو نہ پہچانا۔ پیر مرد کچھ میوے توڑ کر
امیر زادہ کے روبرو لایا۔ اُس نے کھانا شروع کیا اور کھوڑا سا کھاتے کو میوہ پیر مرد
کو بھی دیا۔ اُس نے نہ کھایا اور ایک لازم کو دے دیا۔ امیر زادہ نے نہ کھانے کی
وجہ پوچھی۔ پیر مرد نے جواب دیا کہ جب میں ان درختوں کو لگا رہا تھا تو امیر بلخ کا بیٹا
یہاں آیا اور مجھے اس فعل پر سزائش کی کہ لب گور ہو کر ان درختوں کو لگاتا ہے
کہ چند سال کے بعد دوسرے لوگ اس کے پھل کھائیں گے۔ میں نے اُسکی بات
کا جواب دیا اور اُس نے طلاق کی سوگند کھائی اور مجھے پھل کھانے سے منع کیا۔
میں اس سوگند کی حرمت سے کہ شاید وہ کتھا ہو پھل نہیں کھاتا تا کہ طلاق نہ واقع
ہو اور عمدہ دیانت سے میں باہر ہو سکوں۔

جوان نے کہا کہ اے پیر مرد وہ امیر زادہ میں ہی ہوں اور سوگند میں ہی نے
کھائی تھی۔ اس تیری دیانت پر میں نے تجھے اپنی وزارت سپرد کی۔ اب سے کوئی
کام بغیر تیرے مشورہ کے نہ کروں گا۔ پیر مرد نے کچھ دیر تامل کیا۔ پھر سر اٹھا کر کہا
کہ میں اس خدمت کو قبول کرتا ہوں۔ لیکن بادشاہ مسلمان اور وزیر گہر جائز نہیں
پس اُس نے زنا ر توڑ کر پھینک دی اور کلمہ شہادت پڑھا اور دیانت کی برکت سے اسلام
کی دولت پائی۔

باتو گفتم گفتنی و استاد علم بالصواب

اگر علو قدر غریب از دیانت رخ متاب

پچو بیسیواں باب وفاتِ عہد کے بیان میں

صاحبِ کمال جو انہوں کا کام وفا ہے اور حسنِ عہد بزرگانِ ستودہ صفات کی خصلت ہے جس عہد و پیمان کا رضائے خال وفات سے آرائش پائے اُس کے دامِ محبت سے مرغِ دل گردن نہیں اٹھا سکتا حق سبحانہ تعالیٰ نے فرمایا ہے
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آذِنُوا بِالْعَقْدِ - دوسری جگہ فرماتا ہے - اَوْ قُوا بَعْدِي اَوْفُوا بِعَهْدِكُمْ - اور حدیث میں آیا ہے - لَا دِينَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهُ - ۵

خدیجہ بنت خویلد نے عہد پسندیدہ تر

نہیں ہر مرد صاحبِ نظر

ایک دن حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنے کسی دوست کے ہمراہ اُس کے مکان تک گئے۔ اُس نے آپ سے کہا کہ یہاں آپ ٹھہر جائیے۔ میں گھر کا کام کر کے واپس آتا ہوں۔ آپ نے وعدہ کیا اور وہیں بیٹھ گئے۔ اُس آدمی کو گھر میں کوئی بڑا کام پیش آیا اور حضرت اسماعیلؑ کے وعدہ کو بھول کر کام میں مشغول ہو گیا کسی دوسرے راستے سے کام کے لیے وہ باہر بھی گیا۔ آخر تین دن کے بعد آپ کے پاس گزرا اور دیکھا کہ آپ اُسی مقام پر تشریف فرما ہیں۔ اُس نے پوچھا کہ آپ کیون یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ تم سے چونکہ میں وعدہ کر چکا تھا اس لیے تمہارے انتظار میں بیٹھا رہا۔ اُس نے کہا جب میں نہ آیا تو آپ چلے کیون نہ گئے۔ آپ نے فرمایا کہ میں وعدہ کے خلاف کرنا جائز نہیں رکھتا۔ اگر بد توں تم نہ آتے تو میں یہیں بیٹھا رہتا اور اس جگہ سے کہیں نہ ملتا۔ بیشک حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں اسی قسم کے اوصاف کی تعریف کی ہے
اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ ۝ ۵

اور ہر چہ گمان ہی فزون آید مرد

اور عہدِ عہد اگر برون آید مرد

جب کہ ہندگان خدا کے ساتھ وفائے عہد پسندیدہ ہے تو خدائی وعدوں کا
 وفارنا کس قدر پسندیدہ نہ ہوگا۔ حکایات الصالحین میں بیان ہے کہ ایک
 خواجہ کے پاس کوئی پارسا اور خدا ترس ملازم تھا ناگاہ خواجہ بیمار ہوا اُس نے
 خدا سے عہد کیا کہ اگر میں اس بیماری سے نجات پاؤں تو اس غلام کو آزاد کر دوں گا
 حق سبحانہ نے اُسے شفا بخشی۔ چونکہ خواجہ کا دل غلام سے لگا ہوا تھا اس لیے
 اُس نے حسب وعدہ آزاد نہ کیا اور پھر بیمار ہو گیا۔ غلام کو حکیم کے بلانے کے واسطے
 بھیجا۔ تھوڑی دیر کے بعد غلام تنہا واپس آیا اُس کے آقائے پوچھا کہ طبیب کہاں
 ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ طبیب کہتا ہے کہ چونکہ خواجہ میری ہدایات پر عمل نہیں
 کرتا۔ اس لیے میں اُس کا علاج نہ کروں گا۔ خواجہ متنبہ ہوا اور کہا کہ اے غلام
 طبیب سے کہہ کہ میں مخالفت سے باز آیا اور نقص عہد سے توبہ کرتا ہوں مصرع
 گرسر برود از سر بیان نرم۔ غلام نے کہا اے خواجہ طبیب کہتا ہے کہ اگر تو وفا
 کرتا ہے تو میں بھی تجھے شفا دیتا ہوں۔ خواجہ نے غلام کو آزاد کر دیا اور فی الفور شفا پا
 ہوا۔ ۵

دروے لطف و کرامت وفا کنند باتو

اگر بعد محبت وفا گنی باحق

حکایت ہے کہ کسی بادشاہ کو ایک سخت مہم درپیش ہوئی۔ اُس نے عہد کیا کہ اگر
 حسب درخواست کام خدا نے پورا کر دیا تو خزانہ میں جس قدر پیسہ ہے سب فقر کو تقسیم
 کر دوں گا حق سبحانہ نے جلد تر حسب غشامہم کو پورا کر دیا اور بادشاہ نے ارادہ
 کیا کہ وفا کے عہد کرے۔ خزانچی کو طلب کیا اور فرمایا کہ خزانہ میں جس قدر پیسہ ہو
 اُس کا شمار کرو۔ بعد اُس کے کل مال لکھوا لہ۔ امرا اور ارکان دولت نے عرض
 کیا کہ اے بادشاہ خزانہ فقرا و مساکین پر نہ تقسیم کرنا چاہیے ورنہ لشکر بے توانا
 ہو جائے گا۔ اُس نے جواب دیا کہ مگر میں اسکے تقسیم کرنے کا عہد کر چکا ہوں کہ

اہل استحقاق کو دون گا۔ ارکان دولت نے کہا کہ علما کہتے ہیں کہ ملازمین شاہی بھی بحکم والعا ملین علیہا جملہ اہل استحقاق میں سے ہیں۔ بادشاہ اس بارے میں نہایت متحیر ہوا اور غرہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ ناگاہ سامنے سے ایک دیوانہ گذرا حکم دیا کہ اسے حاضر کرو تا کہ میں اس سے مشورہ کروں آخر کار دیوانہ سامنے حاضر ہوا۔ بادشاہ نے کہا کہ اے دیوانہ میں نے خدا کے ساتھ عہد کیا تھا کہ جب میرا کام ہو جائے تو جس قدر کہ نقد رکھتا ہوں اُس کی راہ میں تصدق کر دوں گا چنانچہ وہ ہم پوری ہو گئی اور مال و نقد بکثرت ہے۔ ارکان دولت اُسکے خرچ کرنے پر راضی نہیں ہیں اور علما سپاہیوں کو سختی ثابت کرتے ہیں۔ اس باب میں تیری کیا رائے ہے۔ دیوانہ نے کہا کہ اے بادشاہ جس وقت تو نے عہد کیا تھا کہ وریشون کو مال دوں گا تو سپاہیوں کا خیال دل میں گذرا تھا یا نہیں۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ نہیں انھیں گدا گروں اور فقر کا خیال تھا۔ اُس نے کہا پس جب کا خیال تھا۔ انھیں کو دو۔ کسی امیر نے دیوانہ سے کہا کہ مال بکثرت ہے اگر سب خرچ ہوا تو سپاہی کیا کریں گے۔ دیوانہ نے اُسے گھور کر دیکھا اور بادشاہ کی جانب متوجہ ہو کر کہا کہ اے بادشاہ جس سے تو نے عہد کیا ہے۔ دوسری بار اُس سے کچھ کام متعلق ہو گا یا نہیں اگر ہو تو وفاے عہد کر اور اگر تو اُس کا محتاج نہ ہو تو حوجی میں آئے وہ کر۔ بادشاہ یہ سن کر رویا اور فقر و مساکین پر مال تقسیم کرنے کا حکم دیا۔

| | |
|----------------------------|---------------------------|
| محتاج خواہی شد آستید | محتاج از وفاداری خویش روا |
| کسانے کہ فرمانزد آگشته اند | مکرّم ز حسن وفا گشته اند |
| وفاداری آئین شاہنشاهیست | غم عہد خوردن ز کار آگہیست |

جس قدر حسن عہد سلاطین کے لیے زیبا ہے اُس قدر کسی کو بھی نہیں کیونکہ انکی باتیں ہر ایک کے قانون تک پہنچتی ہیں۔ اور ہر ایک مجلس و مجمع میں انکے

حالات کا تذکرہ کیا جاتا ہے اور تمام خلقت اس کے عہد و پیمان پر اطلاع پاتی ہے اور جب وہ اپنے عہد کو پورا نہ کریں تو دوست دشمن کو اُن پر اعتماد نہ رہے گا ہوشنگ کے وصیت نامہ میں مذکور ہے کہ اے فرزند نقض عہد اور خلاف وعدہ سے اجتناب کر کیونکہ اس کا خراب نتیجہ بہت جلد مل جاتا ہے۔

| | |
|---------------------|------------------|
| وہست وفادر عمر مدکن | تا نشوی عمر مدکن |
|---------------------|------------------|

جملہ لوازم سلطنت سے بادشاہ کے لیے ایک یہ بھی ہے کہ عہد سلطنت کے عہد سے باہر آئے۔ حکایت ہے کہ افراسیاب ظالمون کے حالات اور مظلوموں کی کیفیت کے دریافت کرنے میں بڑی محنت کرنا تھا ایک دن مجلیس اہل نے کہا کہ آپ اس باب میں محنت محنت کرتے ہیں اور سیر و تفریح سے باز رہتے ہیں افراسیاب نے جواب دیا کہ میں اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرنا چاہتا۔ انھوں نے کہا کہ ہمنے کسی وعدہ کا ذکر آپ سے نہیں سنا۔ افراسیاب نے جواب دیا کہ حکومت بذات خود ایک وعدہ ہے۔ بادشاہ کو لازم ہے کہ اس وعدہ کو پورا کرے اور ایسے وعدہ یہ ہے کہ مظلوموں کا انصاف کرے ظالمون سے بچائے۔ جو شخص اس طریقہ پر نہ چلے گا وہ خلاف وعدہ کا مرتکب ہوگا۔ مصرع خلاف وعدہ نیاید ز اہل ین دنیا کسی بادشاہ نے ایک حکیم سے پوچھا کہ کونسی صفت مرد کو عزیز بناتی ہے جواب دیا ایسے وعدہ حسن عہد کے فضائل میں سے ایک یہ ہے کہ بقائے عالم اسی سے وابستہ ہے کیونکہ مددِ عالم سلطنت پر ہے اور سلطنت کا مدار لشکر پر ہے۔ اور شایان عالم خزان کو فوج و خدم و حشم پر اس امید سے خرچ کرتے ہیں کہ دشمن کی چڑھائی کے وقت وفائے عہد کریں۔ اگر رسم و فادینا سے اٹھ جائے تو سپاہیوں پر کسی کا اعتماد باقی نہ رہے اور ارکان ملک میں خلل واقع ہو۔ دوسرے معاملات تجارت و زراعت میں بہ کثرت عقود و عہد ہوتے رہتے

ہیں اگر وہ پورے نہ کیے جائیں تو دنیا کا نظم و نسق پر گندہ ہو جائے۔ لہذا طریق وفا سے صفحہ نہ موڑنا چاہیے اور وفاداروں کی صحبت میں رہنا چاہیے شبنوی

جان ہدف تیر بلایت کند
دوستی حبان ز گرانے بود
ہیچ نیرزد چو وفادار نیست
لیک وفادار نباید کہے
دامن او گیسو کز اہل وفاست

میل کسے کن کہ وفایت کند
بہر چنین دوست کہ جانے بود
جان کہ از وہ بوجہان یار نیست
یار تو ان یافت بگیتی سے
صحبت آن کن کہ بصدق و عفاف

ملک خراسان کی تاریخ میں مذکور ہے کہ جس وقت یعقوب لیث نیشاپور پہنچا محمد طاہر دیوان کا حاکم تھا جو یعقوب سے باغی ہو گیا۔ اُسے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ محمد طاہر کے ارکان دولت نے پوشیدہ طور پر یعقوب کے پاس اظہار خلوص میں خطوط لکھے مگر ابراہیم دربان نے نہ خود کوئی تحریر لکھی نہ کسی کی تحریر یہ یعقوب تک پہنچنے دی۔

جب یعقوب نے نیشاپور لے لیا اور رعایا و ارکان دولت کو اپنے قبضہ میں کر لیا تو ابراہیم کو طلب کیا اور کہا کیا وجہ تھی کہ میرے ہواخواہوں نے تیرے ذریعہ سے خطوط بھیجے مگر تو نے اُنکے ساتھ موافقت نہ کی۔

ابراہیم نے جواب دیا کہ اے بادشاہ مجھے پہلے سے تیری شناسائی نہ تھی کہ اُس کی وجہ سے عہد کی تجدید کرتا۔ محمد طاہر سے بھی مجھے کچھ شکایت نہیں ہے جسکی وجہ سے مخالفت پر آمادہ ہوتا۔ نہ خود اس بات کو گوارا کر سکا کہ انعام و پرورش کے حقوق برطرف کر دیں اور عہد پیمان کو توڑ ڈالوں۔

من نہ آنم کہ سر از خط و فایروارم
گر چہ سازند جدا چون قلم بند ز بند

یعقوب نے کہا کہ تو اس لائق ہے کہ تیری پرورش کی جائے اور تیرے طریقہ کی پیروی کی جائے مصرع آفرین باد برین ہمت مردانہ تو۔

پس اُسکو اپنے خاص مصاحبین میں داخل کر لیا اور جن لوگوں نے اپنے مالک سے نفاق بڑھا تھا۔ انواع انواع سزاؤں سے انہیں ہلاک کر دیا قطعہ

| | |
|----------------------------------|--------------------------------|
| کسے کہ حق نہ شناسد از و امید مہر | کسے کہ نیست وفالیش بدو کن بیند |
| ز حسن عمد بعالم اگر علم گرددے | لوے رفعت تو بگذرد ز چرخ بلند |

پچیسواں باب صدق کے بیان میں

راستی اور راستکاری برکت اور غلصی کا سبب ہے۔ قطعہ

| | |
|---------------------------|--------------------------|
| راستان رستہ اندر روز شمار | جہد کن تا ازان شمسار شوی |
| اندرین رستہ راستکاری کن | تا دران رستہ رستگار شوی |

بزرگوں نے کہا ہے کہ میدان سخن کذب سے کشادہ تر ہے چمن سخن میں گل صدق سے متاع اٹھانا چاہیے اور نفس ناطقہ کو گلدستہ دروغ نہ بنانا چاہیے قطعہ

| | |
|-------------------------|-----------------------------|
| زبان پاک را حیضت بسیار | کہ از لوث دروغ آلودہ سازی |
| اگر پابرنداری از رہ صدق | سرازد گردون گردان بر سر ازی |

بزرگان دین میں سے کسی نے کہا ہے کہ اس صورت میں بھی کہ جھوٹ بولنے سے عذاب کا خوف اور راستی سے امید ثواب نہ ہو۔ تو بھی عاقل کو چاہیے کہ جھوٹ سے احتراز کرے اور راستی کی طرف مائل ہو کیونکہ دروغ گوئی آدمی کو خوار اور بے عزت کر دیتی ہے ۵

| | |
|---|---------------------------|
| از کجی افتی بکم و کا ستے | از ہمہ عنم رستی اگر راستے |
| حکایت ہے کہ خلیفہ سترشد نے وصیت نامہ میں اپنے بیٹے کو لکھا تھا کہ اگر | |

تو چاہے کہ لوگ تجھ سے ڈریں تو جھوٹ نہ بولنا کیونکہ دروغ گو آدمی اگرچہ ہزاروں
حفاظت کے لیے اپنے ارد گرد رکھے مگر بے رعب و داب ہوتا ہے یعنی اگر ہزار
تیغ برہنہ بھی ہو اور شمشیر زبان جو ہر صدق سے خالی ہو تو کسی آدمی کے نزدیک
اسکی کچھ وقعت نہیں ہوتی۔ مثنوی

کہ ہم رستہ گردی وہم رستگار
با حسنہ شود راستان را غلام
با حسنہ تو اضع کند پیش تیر

تو درکار خود راستی بر بکار
بود گرچہ مردم بسے کج خرام
اگر چند باشد کمان سخت گیر

حکایت ہے کہ حجاج ظالم ایک جماعت کو سزا دے رہا تھا۔ انہیں سے ایک
نے کہا کہ اے امیر مجھے قتل نہ کر کیونکہ میں نے اپنا حق تجھ پر ثابت کر دیا ہے حجاج
نے پوچھا کہ مجھ پر کیا حق ہے قیدی نے جواب دیا کہ فلاں دشمن تیرے بارے
میں گستاخانہ باتیں کر رہا تھا مگر میں نے اُسے منع کیا اور دشنام سے باز رکھا حجاج
نے پوچھا کوئی گواہ بھی ہے۔ قیدی نے کہا ہاں اور ایک شخص کی طرف اشارہ کیا
جو اُسی کے ساتھ قید تھا۔ اُس نے کہا بے شک یہ سچ کہتا ہے۔ میں نے خود اُس کا
فلاں شخص کو غیبت سے اسنے روکا۔ حجاج نے پوچھا کہ تو نے کیوں نہ منع کیا
اُس نے جواب دیا تو میرا دشمن ہے۔ تیری رعایت مجھ پر واجب نہ تھی۔ حجاج نے
دونوں کو چھوڑ دیا۔ ایک کو بوجہ اُس کے حق کے اور دوسرے کو بوجہ اسکی
صداقت کے۔ اور یہ مثل لوگوں میں مشہور ہوئی۔ اِنْ كَانَ الْكَذِبُ نَجِيًّا فَالْحَقُّ
اِنْجِي۔ مثنوی۔

یاری حق دست بہم برزند
بر سخن راست زبان کس نہ کرد
راستی از تو طغیہ از کردگار

راستی آنجا کہ علم برزند
راستی خویش نہاں کس نہ کرد
راستی آور کہ شوی رستگار

| | |
|---|-----------------------------|
| چون بہ سخن راستی آ رہے بجائے | ناصر گفت ر تو باشد خداے |
| اور جس طرح کہ کذب آبرو کو دور کر دیتا ہے ویسا ہی ہلنی مذاق لہو و لعب بھی مسقط آبرو ہے خصوصاً اگر باب اختیار کے لیے کہ انکی مزاح سے ملازمین دلیسر ہو جاتے ہیں اور انکی وقعت انکے دلوں سے جاتی رہتی ہے اور ممکن ہے کہ جب کسی سے مذاق کریں تو دل میں وہ کینہ رکھے اور موقع پا کر کبھی انتقام کا دریے ہو اور اس صورت میں فتنہ و فساد کی زیادتی ہوگی روشنائی نامہ میں مذکور ہر نظم | |
| مکن محس و دروغ و ہزل پیشہ | مزن بر پائے خود ز ہزار تیشہ |
| دوسرے یہ کہ با اختیار لوگوں کو غیبت سے ضرور احتراز کرنا چاہیے۔ کیونکہ انکے لیے یہ آسان بات ہے کہ جس کی غیبت جس کے سامنے کرنا چاہیں بالمشافہہ کر سکتے ہیں نہ خود کو اہل غیبت میں شمار کرنا چاہیے نہ اپنے ملازموں کو کیونکہ غیبت کے بے انتہا دینی و دنیاوی نقصانات ہیں نظم | |
| غیبت کس تا بتوانی مگوے | زانکہ ز غیبت برود آبروے |
| گوش منہ بر لب غیبت گران | تا تو ہم انباز نباشی دران |
| چھبیسواں باب حاجت روائی کے بیان میں | |
| جو شخص چاہے کہ اسکی حاجتیں بارگاہ خداوندی سے پوری ہوں تو اسے چاہیے کہ حاجات خلق کو پورا کرے حدیث میں آیا ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ ان لوگوں کی مدد کرتا ہے جو بندگان خدا کی مدد کرتے ہیں ۵ | |
| اگر توقع بخشائش خدا دارے | |
| ز روے لطف و کرم بر شکستگان بخشائے | |

اخبار میں آیا ہے کہ جو شخص انعامِ ربانی اور افضالِ سبحانی کو اپنے لیے زیادہ کرنا چاہے تو بہ کثرت محتاجوں اور عاجزوں کے حقوق کی ادائیگی اپنے ذمہ لے کیونکہ حاجتمندوں کے فاقہ کا بند کرنا مقدارِ نعمت پر منحصر ہے جس قدر با اقتدار صاحبوں کو دولت زیادہ ملے اُسی قدر ضعفا اور محتاجوں کی حاجت روائی کرنی چاہیے لہذا ہر ایک با عظمت اور صاحبِ دولت اصحاب پر فرض ہے کہ در ماندگان کے تحفیف مصائب میں کوتاہی نہ کریں اور اپنی قدرت و اقبال کو غنیمت جانکر اہل حاجت کی مراد بر لائیں۔ قطعہ

| | |
|-------------------------------|--------------------------------|
| اید خلق رو کن بکمرت کہ تو نیز | مقررست کہ با خود امید داری |
| بدہ مراد فقیران بطفت تابیدہ | مراد با کہ تو از حضرت خدا داری |

حدیث میں آیا ہے کہ مومنوں کے دنوں کو خوش کرنا آدمیوں اور جنوں کے عمل کے برابر ہے پس سلطنت کی شرط یہ ہے کہ ہر وقت محتاجوں کے حاجات کا منتظر ہو اور اُنکے دنوں کو حاجت روائی سے خوش کرے تاکہ باین عظمت و شان اُسکا ثواب بھی فوت نہ ہو۔

اسکندر ذوالقرنین ایک دن رات تک مجلسِ حکومت میں بیٹھا رہا جب برسات کا وقت قریب آیا تو کسی مجلس سے کہا کہ میں آج کو اپنے حساب عمر میں شمار کرتا ہوں اُسے کہا جو دن فراغت و صحت سے گزرے اور سلامت و کرامت سے شبِ بخیر ہو اور مہات سلطنت حسبِ مرام فیصل ہوں خیرانہ معمور ہو اور ملکات و کمیل تو اگر اُس دن کو بادشاہِ عمر میں نہ شمار کرے تو اور کون دن اس قابلِ نظر آئے گا اسکندر نے کہا کہ جس دن بادشاہ کی طرف سے کسی مظلوم کو راحت نہ پہونچے اور کسی محروم کی حاجت روائی نہ ہو تو کس طرح اُسے عمر میں شمار کیا جاسکتا ہے۔ قطعہ

| | |
|--|---|
| زعم آن قدر بیش باید بکار وزان زندگانی چه حاصل بود | کہ در نفع حلق خدا بگذرد کہ در کار نفس و ہوا بگذرد |
| <p>حکایت ہے کہ بادشاہ چین نے اسکندر سے پوچھا کہ سلطنت کی لذت کس چیز میں آپ نے پائی اُس نے کہا تین چیزوں میں اول دشمنوں کو مغلوب کرنے میں دوم دوستوں اور ہوا خواہوں کو سرفراز کرنے میں سوم محتاجوں کی حاجت روائی کرنے میں۔ اس کے علاوہ جولذت ہو وہ بے اعتبار ہے۔ نظم</p> | |
| ہمین بس ز شاہی و فرمانبری دوم دوستان را بود و لنواز سوم حاجت مرد امیدوار از ایشان کسے گوی دولت بود | کہ از دشمنان ملک سازد قوی رعایاے خود را کند سرفراز بر اند نگر داندش شرمسار کہ در بند آسائش خلق بود |
| <p>ستائیسوان باب آہستگی اور تامل کے بیان میں</p> | |
| <p>اس خبر کے مطابق کہ۔ التانی من العجلین والعجلۃ من الشیطن، کاموں میں آہستگی اور تامل رحمن کی طرف منسوب کرتا ہے۔ اور تعجیل و تشابہ کاری شیطان کی طرف آہستگی ہر کام کو آراستہ کرتی ہے اور عجلت سے ہر کام بگڑ جاتا ہے بصورت اول غالب پہلویہ ہے کہ کام حسب دخواہ پورا ہوا و جس کام میں کہ تیزی اور جلدی کی جائے اکثر مقصد فوت ہو جاتا ہے اور ممکن ہے کہ وبال عجبی اور خجالت دنیا کا سبب ہو۔ نظم</p> | |
| آہستگی کا عالم برآر چرانع را بگری نیفر و سخته شکیب آور و بندگان را کلید | کہ در کار گری نیاید بکار نہ خود را نہ پر و اند را سوختی شکیبندہ را کس پیشان ندید |

حکایت ہے کہ پرویز نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ جس طرح تو رعیت پر حاکم ہے اسی طرح تجھے عقل حاکم ہے اگر رعایا کو فرما نہ دار رکھنا چاہے تو تو بھی عقل کا فرما نہ دار رہ اور ہر کام میں حاکم عقل سے مشورہ کر خصوصاً ایسے معاملات میں جن سے لوگوں کا نقصان یا اتلاف مال کا اندیشہ ہو۔ نظم

بگذرا ز طبع حق استعجال
بر مرادات دل رسدنا چار

بے تامل مباشر در تہہ حال
ہر کہ دارد تامل اندر کار

ہوشنگ کی وصیتوں میں مذکور ہے کہ معاملات ملک داری میں بمقتضائے قول
لیکس من العدل سترے، جلد بازی نہ کرنی چاہیے اور غیظ و غضب کی حالت میں
نفس کو غالب نہ رکھنا چاہیے بلکہ از سر نو انجام پر غور کرنا چاہیے مباد البعد از وقوع
پشیمانی ہو اور تداومت سے کچھ فائدہ پھر حاصل نہ ہو۔ نظم

ز راہ تانی عنان بر تاب
وے کشتہ نتوان بر آئین

مکن در امور سیاسی شتاب
کہ صد خون بیکدم توان بخت

جلد بازی مثل ایک تیر کے ہے جو کمان سے نکل کر واپس نہیں آسکتا اور اسکی
شمشیر ہے جو ہاتھ میں ہے اگر چاہو اس سے کام لو ورنہ کچھ ضرر نہیں پہونچائی اور
اس میں کسی وقت اہل حکومت کو خفت نہیں حاصل ہو سکتی جس طرح کہ حالت
غضب میں ہونا ممکن ہے پس ایسے وقت میں لازم ہے کہ حکم دینے سے
باز رہے اور انجام کو دیکھے حکایت ہے کہ اردشیر بابک نے تین رقعہ لکھوا کر
ایک غلام کے سپرد کر دیا اور حکم دیا کہ جس وقت مجلس حکم میں کسی پر میرا راج
متغیر ہو اور غیظ و غضب کے آثار مجھ پر ظاہر ہوں تو پہلے اس کے کہ میں کوئی حکم
دون ایک رقعہ پیش کرنا اگر دیکھنا کہ آتش خشم فرو نہیں ہوتی تو دوسرا رقعہ پھر
تیسرا رقعہ دینا۔ پہلے رقعہ کا مضمون یہ تھا کہ تامل کر اور نفس امارہ کی عنان میں

اپنا ارادہ نہ دے کہ تو ایک عاجز مخلوق ہے اور ایک قوی خالق موجود ہے جس نے تجھے پیدا کیا۔ دوسرے رقعہ کا یہ مضمون تھا کہ آہستگی عمل میں لاکھونکہ زبردست لوگ حضرت پروردگار کی ودیعت ہیں۔ جلد بازی سے کام نہ کر اور مغلوبوں پر رحم کرنا کہ اس کے عوض میں جو غالب ہے تجھ پر رحم کرے۔ تیسرے میں لکھا تھا کہ جو حکم دینا چاہے اُس میں شرع سے تجاوز نہ کر اور انصاف کو ہاتھ سے نہ دے

شہری

| | |
|---------------------------|---------------------------|
| توسن خود شہر سازی چنان | انس نتوان باز کشیدن خنان |
| حکم چنان کن کہ ز روئے نسق | راست بود حکم تو با حکم حق |

تو ایچ میں لکھا ہے کہ جب احمد سامانی نے وفات پائی تو اُس کا بیٹا نصر آٹھ برس کا تھا۔ ارکان دولت نے اُسے تخت نشین کیا اور خود احکام نافذ کرتے تھے۔ جب نصر سن رشد کو پہونچا تو حکومت کو اپنے قبضہ اختیار میں کیا اور اپنے باپ کی ملکیت پر تصرف ہوا۔ طرح طرح کے فضائل و مناقب اُسے حاصل تھے لیکن کم عمری اور عدم تجربہ کے باعث زود ختم تھا اور بے تامل حکم دیتا تھا اور معمولی مقصود پر سخت سزا دیتا تھا۔ ایک دن اُس نے اپنے وزیر سے پوچھا کہ اگر مجھ میں کچھ عیب ہو تو بیان کر ونا کہ میں اُس کا تدارک کروں۔ اُس نے عرض کیا کہ محمد الشاہ والا تبار میں ہر قسم کی خوبیاں ہیں اور عام و خاص کے فائدہ پر ہر حکم مبنی ہوتا ہے۔ لیکن اس خوان کرم پر نمک کی کچھ کمی ہے اور بغیر نمک کے کوئی کھانا لذیذ نہیں ہو سکتا۔ نصر نے پوچھا کہ وہ نمک کیا ہے۔ وزیر نے جواب دیا خوان حکومت کا نمک بردباری اور آہستگی ہے اور اس خوان کو غارت کرنے والا غیظ و غضب اور تیزی ہے۔ امیر نصر نے کہا یہ مجھے معلوم ہے کہ یہ عیب مجھ میں موجود ہے لیکن چونکہ اس کا خور ہو گیا ہوں لہذا اس کے تدارک

کی کوئی تدبیر تیار۔ وزیر نے کہا کہ حکم نافذ کرتے وقت آپ اس کا لحاظ رکھیں کہ تال سے
 ہو نہ کہ جلد بازی سے اور آپ کی خدمت میں پاکیزہ اخلاق کے بزرگ صحت رکھیں
 تاکہ بوقت غیظ و غضب وہ سفارش کر سکیں۔ اس طرح یہ عادت پڑ سکتی ہے
 امیر نے بزرگان ملک کو طلب کر کے اپنا مقرب بنایا اور حکم دیا جو حکم کسی مجرم کے
 لیے میں نافذ کروں وہ تین دن تک ملتوی رہے اور تین بار پھر میرے سامنے
 پیش کرو اور جس کی سزا کا میں حکم دوں سو بید سے کم مارنا اور اپنے بھلیسیوں
 کو اجازت دی کہ اگر کوئی گنہگار معافی کا مستحق ہو تو تم بوجہ احسن اسکی سفارش
 کرو۔ جب امور حکومت ان قواعد پر جاری ہوئے تو تھوڑے ہی زمانہ میں بددب
 عدالت اور شان حکومت کا غلطہ اطراف جہان میں پھیل گیا۔ مقتوی

باہستگی کوشش چون شیر نہ
 کہ درزہ خطر باست این شیر را
 شتابندی کن نہ آہستگی

لوشاہی چوشاہین مشونیز پر
 عنان کش و ان سپاندیشہ را
 بکاری کہ غم را دہی بستگی

اسٹائیسوان باب مشاورت اور تدبیر کے بیان میں

حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا ہے۔ و مشاور ہم
 فی الامر، یعنی اپنے اصحاب سے ہر کام میں مشورہ کرو۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ
 حضرت پیغمبر باوجودیکہ تمام خلق سے دانا تر تھے اور وحی الہی سے مدد پاتے تھے
 پھر بھی حق تعالیٰ نے مشاورت کا حکم دیا تاکہ بعد آپ کے امت میں ایک طریقہ
 کی بنیاد پڑے کیونکہ مشاورت میں بکثرت فوائد ہیں۔ ایک یہ ہے کہ مشورہ کاموں
 کو صلاح و راستی سے نزدیک کرتا ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر کوئی شخص بغیر مشورہ کے
 کام کرے اور اس کام کا اچھا نتیجہ نہ ہو تو طعن و تشنیع کی زبان دراز نہ ہوتی ہے

بخلاف اسکے اگر مشورہ سے وہ کام کرے تو بے نتیجہ ہونے کی حالت میں وہ معذور سمجھا جائے گا تیسرے یہ کہ ایک آدمی کا ذہن کسی امر کے ہر پہلو پر منتقل نہیں ہو سکتا جب ایک جماعت ہوگی تو ہر ایک کچھ نہ کچھ سوچے گا۔ اس طرح جو اسے ٹھیک ہوگی وہ ظاہر ہو جائے گی پس اہل اختیار اصحاب کے لیے لازمی بات ہے کہ حسب مقتضایا اصواب مع ترک المشورۃ کا ہر کام میں جو پیش آئے عقلا سے بغیر مشورہ کیے ہوئے شروع نہ کریں اور مشورت کو حل مشکلات میں حاکم سمجھیں اور یقین کریں کہ اتنی عقلیں ایک عقل سے زیادہ فائدہ مند ہوتی ہیں۔ ملتوی

مگر مذہب عقل را جاحدی
کہ رایان خیر حکمن الواحد

در مشورت را چہ را بستہ
نہ را باب حکمت چنین گفته اند

اس کا لحاظ چاہیے کہ مشورہ اہل حکمت اور با تجربہ لوگوں سے ہو کیونکہ اس گروہ کی تدبیریں نہایت صائب ہوتی ہیں اور تدبیر صائب کی پیروی کرنا واجب ہے بہرام گور نے اپنے بیٹے کو وصیت کی کہ امور مملکت میں مشاورت سے کام کرنا کیونکہ تدبیر باصواب مثل ایک شکار کے ہے جو ایک آدمی کے ہاتھ میں نہیں آتا اور اگر ایک جماعت ہو تو اُن سے بچکر نہیں جاسکتا اور ہر سخت تر حادثہ کا تدبیر سے مقابلہ کرنا اور دوسری چیز کی طرف مائل نہ ہونا کیونکہ جو بات تدبیر سے حاصل ہوتی ہے وہ نمشیر و تیر سے باسانی حاصل نہیں ہو سکتی۔ فرد

کہ بعد شکر جزا میسر نہ شود

کار ہا راست کند عاقل کا ل سخن

حکایت ہے کہ سلطان روم اور عزیز مصر کے درمیان مخالفت ہوئی اور لشکر کشی کی نوبت پہونچی۔ رومی لشکر میں ایک آدمی تھا جو تمام حالات سے عزیز مصر کو مطلع کر دیتا تھا۔ چونکہ اُس کی خبریں صحیح ہوتی تھیں اس لیے عزیز مصر کو اُس پر بڑا اعتماد تھا قیصر کو یہ خبر معلوم ہو گئی مگر اُس نے مجبوری کی جانب مطلق توجہ نہ کی۔ آخر کار

میدان جنگ قریب آگیا تو قیصر نے تمام امرا اور سرداروں کو اپنے روپر و طلب کیا اور سب سے کہا کہ عزیز مصر کے امرا اور سرداران فوج نے یہ حلف مجھے لکھا ہے کہ جب میدان جنگ میں صفین قائم ہو جائیں گی تو عزیز مصر کو سفید کر کے سپرد کر دیں گے لہذا تم لوگ مطمئن رہو اور تمام قوت سے کام میں مصروف ہو جاؤ جب مجھ نے یہ خبر سنی تو مجلس سے باہر آکر فوراً عزیز مصر کو مطلع کیا۔ عزیز مصر نہایت خوف زدہ ہوا اور توقف میں مصلحت نہ دیکھی فی الفور راہ فرار اختیار کی اور قیصر نے اپنی فوج اس کے تعاقب میں روانہ کی اور بہت کچھ مال و اسباب غنیمت میں ملا اور اس ایک تہ تبر سے سپاہ مصر کو بھگا دیا۔ قطعہ

| | |
|--------------------------------------|--------------------------------------|
| ہر کہ بے تدبیر کاے کرد ملک ز دست داد | ملک منجوا ہی بناے کار بر تدبیر بہ |
| بہر تسخیر مالک لشکر و ضیل چشم | جملہ درکار اند لیکن این ہمہ تدبیر بہ |

ایک بادشاہ نے کسی حکیم سے پوچھا کہ تدبیر بہتر ہے یا شجاعت حکیم نے جواب دیا کہ شجاعت تلوار سے مشابہ ہے اور اسے درست قوی سے جو اسکو کام میں لاتا ہے جو شخص ہاتھ میں تلوار نہیں رکھتا کچھ نہ کچھ کام کر سکتا ہے لیکن تلوار بغیر ہاتھ کے بیکار ہے اور بزرگوں نے اس باب میں کہا ہے البرے قبل شجاعة الشجعان عزیز مصر سے لوگوں نے پوچھا کہ بہترین تدبیر اور صائب ترین رائے کون سی ہے اس نے جواب دیا جو فتنہ و فساد کو دور کرے۔ بادشاہوں پر لازم ہے کہ حتی المقدور فتنہ کے روکنے میں سعی کریں جیسا کہ ملک ہمایا طلبہ کا واقعہ گذرا۔ وہ اس طرح ہوا کہ خراسان سے غنیم ملک ہمایا طلبہ پر فوج کشی کے ارادے سے نکلا۔ ملک ہمایا طلبہ بھی جنگ کے لیے تیار ہو اگر امکان دولت نے پیش بینی کی اور دشمن سے خفیہ طور پر اپنا اخلایہ صفا ہر کیا اور کل مخلصوں کے نام کا عریضہ سردار غنیم کے پاس روانہ کر دیا۔ اس نے ان سب خطوط کو لفافہ میں بند کر کے خزانہ میں رکھوا دیا

قصداً ملک ہیا ملکہ کو فتح نصیب ہوئی اور غنیمت کا بکثرت مال و اسباب و خزانہ ہاتھ آیا۔ اُن خطوط کا لفافہ بھی مہر شدہ بادشاہ کے روبرو پیش ہوا۔ جب بادشاہ کو معلوم ہوا کہ اس لفافہ میں کس قسم کے خطوط ہیں تو اُسے کھولا بھی نہیں اور اُسی طرح چھوڑ دیا اور دل میں سوچا کہ اگر ان خطوط کو پڑھوں گا تو ارکان دولت سے بظن ہوں گا اور وہ بھی ہراساں ہو کر فتنہ و فساد کے درپے ہونگے جسکا شانادقت طلب امر ہوگا۔ اسی اُشنا میں ایک خواص بارگاہ کو بلایا اور خریطہ اُسے دے کر حکم دیا کہ اُن میں وہ خطوط میں جنہیں ہمارا امرانے غنیمت کو ازراہ عاقبت اندیشی تحریر کیے ہیں اور اُس نے اُن سب کو جمع کر کے اس خریطہ میں رکھا تھا۔ لیکن بجائے اس کے کہ میں کھول کر پڑھوں اور ہر نویسنہ کا نام دیکھوں حکم دیتا ہوں کہ اس خریطہ کو آگ میں جلا دو۔ جب ارکان دولت نے بادشاہ کے اس لطف و کرم کا مشاہدہ کیا تو مطمئن ہو کر اُس کی اطاعت اور فرمانبرداری میں یکدل و جان ہو گئے اور بادشاہ نے اس تدبیر سے ہر ایک کو اپنا مطیع بنا لیا۔ مثنوی

| | |
|------------------------------|------------------------------|
| یہ تدبیر کارے تو ان ساختن | کہ نتوان بہ تیغ و سنان ساختن |
| مکن تکیہ بر گنج و تیغ و سپاہ | ز فرزانگان لے و تدبیر خواہ |

کہتے ہیں کہ ہر ایک شخص سے خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا اگر دیانت دار اور مستعد ہو مشورہ کرنا چاہیے کیونکہ چھوٹوں کو بڑا اوقات ایسی سوچتی ہے کہ بڑوں کے خیال میں بھی نہیں گذرتی اور کسی نے مشورہ کرنے میں نقصان نہیں اٹھایا۔ حکایت ہے کہ شہر مرو میں ایک عالم کی لڑکی حسن و جمال میں کیتاے زمانہ تھی اور شہر کے تمام اُمرا اُس کی خواستگاری کرتے تھے وہ عالم حیران تھا کہ اپنی لڑکی کسے دے ہمایہ میں ایک پارسی رہتا تھا اسکو بلایا اور کہا کہ میری بیٹی سے نکاح کی خواہش بہ کثرت

لوگ کر رہے ہیں مین حیران ہوں کہ کس کی درخواست قبول کروں۔ تمھاری رائے اس بارے میں کیا ہے۔ پارسی نے جواب دیا کہ مین اسلام سے بیگانہ نہ محض ہوں نہ تحصیل مشورہ اور اسے دینے کے لائق ہوں۔ عالم نے کہا یہ تو ٹھیک ہے کہ تم مسلمان نہیں ہو مگر معتقد اور امین مرد ضرور ہو اور بزرگان دین نے بڑی تائید کی ہے کہ امین اور معتبر آدمی سے ضرور مشورہ کرنا چاہیے اور حدیث میں آیا ہے ان شاء اللہ موتوں یعنی دیانت دار سے مشورہ لو۔ لہذا جو تمھاری رائے ہو کہ مین اسے اختیار کروں گا۔ پارسی نے جواب دیا کہ نکاح مین کفو کا ہونا شرط ہے اور مسلمانوں کے مذہب مین کفو سے مراد مذہب و ملت ہے اور ہمارے طریقہ کے موافق اصل و نسب کا اعتبار ہے اور اہل زمانہ کے نزدیک مال و رتبہ کا لحاظ ہے اب تم غور کرو کہ اگر اپنا مذہب اختیار کرتے ہو تو دین کو اختیار کرو اور اگر اسلاف کے طریقہ کی پیروی کرنی چاہتے ہو تو نسب کا اعتبار کرو اور اگر اہل زمانہ کے خیال پر چلنا چاہتے ہو تو مال و جاہ کو تلاش کرو۔ عالم کو اسکی گفتگو نہایت پسند آئی اور کہا کہ دین سب پر غالب ہے۔ اس کے پاس ایک غلام تھا جس کا نام مبارک تھا علم و فضل اور دیانت مین یکتا تھا۔ عالم نے کہا کہ مبارک سے بڑھ کر مین اور کسی کو دیندار نہیں پاتا لہذا اپنی بیٹی اس کے نکاح مین دی اور ایک مدت کے بعد خدائے اس کو ایک صالح فرزند عنایت کیا کیونکہ عبد اللہ مبارک اہل اسلام کا امام اور زاہد و عارف ہوا۔

روپیچ از مشورت زیر کہ ارباب حسد

مشورت را پیشکار اہل دولت گفتہ اند

پس سلاطین پر لازم ہے کہ ہر عقدہ کو جو پیش آئے ناخن تدبیر سے کھولیں اور ہر ایک خلل کی تلافی و تدارک مشاورت اور رائے صائب سے کریں۔ نظم

| | |
|---|--|
| برے لشکرے را شکنی پشت مشو مغرور عقل و دانش خویش مدخواہ از حسد دمنده ان آگاہ | بشمیر از یکے تا صد تیران کشت بنہ آئینہ تدبیر در پیش کہ تا یابی سوے مقصود خود راہ |
|---|--|

اسی مضمون کا یہ قطعہ کہا گیا ہے ۵

| | |
|---|---|
| کار ہا بے مشاورت نہ گنتی ہر چہ آن بے مشاورت سازی | نادران سودیکر ان بینی جنم میدان کزان زیان بینی |
|---|---|

انتیسواں باب خرم و دوراندیشی کے بیان میں

کسی امر موہوم کے انجام کا سوچنا اور حتی الامکان لغزش و خلل سے بچنا حزم کہلاتا ہے۔ حکام اور فرمانرواؤں کے لیے یہ خوب ترین خصلت ہے۔ افراسیاب کے اقوال میں سے ہے کہ جو شخص خرم سے کام لے دشمن کی مکاری سے محفوظ ہے اور حقیقت میں خرم دوراندیشی اور پیش بینی کا نام ہے عقل مند آدمی جب شر و فساد کی علامت پیدا ہوتے ہوئے دیکھتا ہے۔ فی الفور اُس کے تدارک میں مشغول ہوتا ہے اور جاہل آدمی جب تک کہ گرداب بلا میں نہین پھنستا متنبہ نہین ہوتا۔ مثلاً گوئی پتھر پر لوہا مارے تو خردمند یہ سمجھ کر کہ اُس سے آگ نکلے گی وہاں سے ہٹ جاتا ہے مگر بیوقوف جب تک کہ آگ کی لپیٹ میں نہ آئے اُس کی سوزش پر خبردار نہین ہوتا۔ مصرع پیش از وقوع واقعہ در فکر خویش باش۔ کسی بزرگ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ خرم کیا چیز ہے۔ اُس نے جواب دیا خرم کی اصلیت بدگمانی ہے چنانچہ حدیث میں آیا ہے الخرم سور الظن ایک حکیم کا قول ہے ۵

بد نفس مباش و بد گمان باش وز فتنہ کو مکر و رمان باش

مثنوی معنوی میں ہے ۵

| | |
|--------------------------|-------------------------|
| حزم آن باشد کہ ظن بد بری | ناگزیزی و شوق از بد بری |
|--------------------------|-------------------------|

جس شخص میں یہ صفت پائی جائیگی تو ضرور وہ حادثہ کے موقع پر مصائب کے ٹوٹنے سے پہلے اپنی فکر صائب سے ایک محکم دیوار قائم کر دے گا اور اس طرح راہ آفات میں قبل ظہور اپنی حفاظت کا سامان پیدا کرے گا اور ایسے مواقع پر ابنائے روزگار پر اعتماد نہ کرے گا نہ موافقت و مدارات اہل زمانہ کو وقوع سمجھے گا اور اپنے مافی الضمیر کو کسی پر ظاہر نہ کرے گا تاکہ مفسدون کی شرارت اور حاسدون کی غیبت سے محفوظ رہے۔ رباعی

| | |
|--------------------------------|------------------------------|
| ہر کس کہ امان دین و دنیا طلبید | بے بدرتہ حزم کمبزل نہ رسید |
| آئینہ فکر را بز ن صیقل حزم | تار وے مراد اندران بتوان دید |

امام ابراہیم نے ابو مسلم کو جب خراسان میں دعوت اسلام کے لیے روانہ کیا تو نصیحت کی کہ اگر اپنا کام حسب دلخواہ انجام دینا منظور ہو تو ایسے شخص کو قتل کرنے کی فکر کرنا جس سے کہ تو بدگمان ہو کیونکہ سلاطین کی دوراندیشیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جن سے بدگمان ہوں اُس کا کام پہلے ہی تمام کر دیں۔ اسی بارے میں کہا ہے ۵

| | |
|-------------------------|-------------------------|
| ہر کس زد دلت کرانہ گیرد | اور اسبک از میانہ بردار |
|-------------------------|-------------------------|

تاریخ اسلامی میں بیان ہے کہ اسفار بن شریہ نے قلعہ سمنان کے فتح کرنے کا ارادہ کیا اور اس فکر میں منہمک ہو کہ ابو جعفر سمنانی کو ہلاک کرے۔ ابو جعفر یہ خبر پا کر خوف زدہ ہوا اور قلعہ سمنان کو خوب مضبوط کر کے محصور ہو گیا جب اسفار نے ولایت رہے پر قبضہ کر لیا تو دہلی کو فوج کشی کے ساتھ ابو جعفر کے مقابلہ پر روانہ کیا ہر چند کوشش کی گئی مگر قلعہ فتح نہ ہوا آخر الامر دہلی نے ایک ایچی کو مقرر کیا کہ وہ طرفین میں صلح کا پیغام پہنچائے اور مصلحت اس میں یہ سوچی کہ

ابو جعفر دیلمی کو قلعہ میں صیانت کے لیے لیجائے، الغرض ایسا ہی ہوا اور دیلمی افسران فوج کو ہمراہ لیکر قلعہ میں گیا اور خفیہ طور پر سب کو تاکید کر دی کہ موقع پا کر ابو جعفر کا کام تمام کر دین۔ جب دیلمی حصار کے قریب پہونچا تو ابو جعفر نے حکم دیا کہ دیلمی تنہا داخل ہو چنانچہ وہ اکیلا داخل ہوا اور اس کے ہمراہی باہر رہ گئے۔ ابو جعفر پر اس وقت نفس کا دورہ پڑا جس سے وہ قابل حرکت نہ تھا۔ ایک دیوچہ کے پاس بیٹھ گیا جس سے سامنے اور صحرا کا میدان نظر آ رہا تھا یہیں اکیس مین گفتگو شروع ہوئی۔ اثنائے کلام مین دیلمی نے ابو جعفر سے کہا کہ تخلیہ کرو تا کہ مین تجھ سے کچھ بات راز کی کروں۔ ابو جعفر نے تمام لوگوں کو اٹھ جانے کا حکم دیا صرف ایک غر و سال ملازم ضروری کاموں کے لیے وہاں رہ گیا جب تخلیہ ہو گیا تو دیلمی نے کھڑکی بند کی اور شخص سے ابو جعفر کا کام تمام کر دیا۔ غلام دہشت سے خوف زدہ تھا اسے دم مارنے کی مجال نہ تھی۔ دیلمی نے ریشم کی باریک ڈور مونہ سے نکال کر کھڑکی کے در سے مضبوط باندھ لی اور اسی کے ذریعہ سے حصار کے باہر آ کر اپنے خیمہ میں داخل ہو گیا۔ اگر اس موقع پر ابو جعفر فوراً اندیشی سے کام لیتا۔ تخلیہ نہ کرتا اور دشمن کو کوئی موقع نہ دیتا تو درطہ ہلاکت مین گرفتار نہ ہوتا۔ اخبار و آثار مین اس قسم کی بہ کثرت حکایتیں درج ہیں کہ محض حزم کے خلاف کرنے سے لوگ مصیبت مین پڑے۔ اگر عقل نہ آدمی غور سے کام لے تو وہ یقین کرے گا کہ کوئی قلعہ حزم و احتیاط سے محکم تر نہیں ہے اور کوئی سنگین حادثہ غفلت و سستی سے بڑھ کر مرید نہیں ہے۔

| | |
|-------------------------------------|--------------------------------------|
| بحزم کوش کہ این رہ رہ پراثر خطر است | با احتیاط قدم نہ کہ جائے شور و شریعت |
| ہمین کہ ابر بیا رو چستان قصو کن | کہ سیل میرسد و خانہ تو برگد راست |
| مباش غافل و از حزم بر کرانہ مشو | کہ حزم تیر بلائے زمانہ را سپر است |

| | |
|-----------------------------------|-------------------------------------|
| کیکہ عاقبت اندیش دودہ بین باشد | مقرر است کہ از خود ہمیشہ با خیر است |
| چو با خیر بود از خود نہال دولت او | علی الدوام سبب باغ مراد بارور است |

تیسواں باب شجاعت کے بیان میں

شجاعت اعلیٰ ترین فضائل میں سے ہے اور وہ ایک متوسط قوت کا نام ہے جو جبین اور رتہور کے درمیان میں ہے۔ ہنشاے حکم۔ اِنَّ اللہَ یحبُّ الشَّجَاعَ خَبَارِ میں آیا ہے کہ دلیر آدمی کی دعا کو تیرک سمجھنا چاہیے کیونکہ یہ لوگ پروردگار سے گمان نیک رکھتے ہیں اور بدول آدمی میدان کارزار میں فرار پر آمادہ کرتا ہے اور بہادر آدمی خدا کے فضل پر تکیہ رکھتے ہیں حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی شجاعت کا اشارہ کیا ہے رزقی تحت ظل ریحیؑ اس میں بوقت جنگ ارتکاب کارزار آلات جنگ کے استعمال کی ترغیب و تحریص ہے قطعہ

| | |
|---------------------------|---------------------------|
| بہ شجاعت تو ان گرفت جہان | ہر کہ بدول بود چہ کار کند |
| وانکہ جرات نہاید اندر کار | خویش تن را بزد گوار کند |

خالد بن ولید لشکر اسلام میں اپنی لاثالی جہات کے لیے مشہور و معروف تھے جب وقت رحلت فریب پہنچا تو بعد حسرت و یاس اشک بہا کر کہا کہ افسوس کس قدر میدان جنگ میں میں نے شجاعت دکھائی اور کس قدر نیزے کے زخموں کو برداشت کیا اور اس وقت پیرزنوں کی طرح بستر مرگ پر جان دے رہا ہوں اور چونکہ موت سے چارہ نہیں ہیں یہ خواہش کرنی چاہیے کہ شہادت کے صلہ میں جان جائے۔ یہ بھی آئین کا قول ہے کہ بدول آدمی کا فرار پر سلامتی جان کو مختصر سمجھنا غلط ہے کیونکہ قدرت جمعیت اور شوکت جلاوت سے دشمن پر عیب چھا جاتا ہے اور ضعف و خور و جزولی سے دشمن کا حوصلہ بڑھتا ہے جو بدول ہے کہ اکثر

بدول تہ تیغ ہو جاتے ہیں اور بہادران جنگ آزمنا جنگ سے صحیح و سالم نکلے ہیں۔ نظم

| | |
|-----------------------------|-----------------------------|
| ہر کہ بدول تر بود در کارزار | باشدش جان بقرار و کارزار |
| جراتی کن پیش مردان در نبرد | تا بر آید نامت از مردان مرد |

میدان جنگ میں کسی بادشاہ نے نعرہ مار کر اپنی سپاہ اور سرداران فوج سے مخاطب ہو کر کہا کہ آج کا دن روز امتحان ہے۔ معرکہ حرب مردوں کے لیے آتش دان کے مثل ہے کہ جس سے زیرِ خالص کے سوا کچھ نہیں نکلتا اور جو کھوٹا ہوتا ہے پھل جاتا ہے۔

| | |
|-------------------------------|---------------------------------|
| خوش بود گر محک تجربہ آید بیان | تا سیہ روے شود ہر کہ دروغش باشد |
|-------------------------------|---------------------------------|

دلیر آدمی وہ ہے جو اپنے نفس کو بڑے بڑے کاموں میں ڈالے اور اپنے دل کو آلام و مصائب اٹھانے کا ترقی مدارج کی غرض سے جو گر بنائے تاکہ و بدبہ و شوکت و شجاعت کا شہرہ آفاق میں پھیل جائے اور سطوت و جرات کا چرچا اقطارِ عالم میں سا رو دائر ہو۔ مثنوی

| | |
|------------------------------|-----------------------------|
| مر انا م باید کہ گرد و بلبند | کہ از نام گرد و دسکے ارجبند |
| بر دی شود ذکر آزادہ فاش | چو نام نکو ہست گو جان مباش |

افراسیاب اپنی فوج سے کہتا تھا کہ مرگ کی زیادہ خواہش کرو تا کہ زندگانی زیادہ پاؤ۔ مرنے پر آمادہ رہو تا کہ سرمایہ دولت و عزت ہاتھ آئے کیونکہ بزرگی و وہی چیزوں میں ہے یا نام نیک سے مرنا یا دوست کامی کے ساتھ زندگی بسر کرنا۔ نظم

| | |
|---------------------------|-------------------------|
| مرگ در چشم ہر کہ خوار بود | در شجاعت بزرگوں بود |
| ہر کہ جان را عزیز می دارد | با جہانداریش چہ کار بود |

امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب بوقت کارزار سب سے آگے ہوتے اور جہان غنیم کی زیادہ کثرت ہوتی وہیں گھس پڑتے تھے اور اپنی اندیشہ ناک حالت

کا مطلق خیال نہ کرتے۔ ایک شخص نے دریافت کیا کہ اے امیر یہ آپ کی عجیب جرات ہے کہ اپنی حفاظت کا بالکل خیال نہیں فرماتے۔ آپ نے جواب دیا کہ اگر اجل آگئی ہے تو قضا سے احتیاط بیکار ہے اور اگر فوت کا حکم دیوان قضا سے ابھی جاری نہیں ہوا۔ تو ایسی جرات سے مجھ کو کچھ نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ اسی باب میں کہا ہے ۵

| | |
|---|--|
| لے یومین من الموت افر ان دونوں میں سے کس دن موت سے بھاگوں | یوم لایقدر ام یوم قدر جس دن قسمت میں ہو یا جس دن قسمت میں نہ ہو |
| یوم لایقدر لایاتی القضا جس دن قسمت میں نہیں ہے تو قضا آتی نہیں | یوم قدر لایغنی الحذر اور جس دن تقدیر میں ہو تو حفاظت بیکار ہے |

ان ابیات کا ترجمہ فارسی زبان میں حسب ذیل ہے۔

| | |
|--|--|
| دور و زحزہ کردن از مرگ سزا نیست روزیکہ قضا باشد و کو شش نکلند سود | روزیکہ قضا باشد و روزیکہ قضا نیست روزیکہ قضا نیست و روزیکہ قضا نیست |
|--|--|

حقیقت یہ ہے کہ میدان جنگ میں جو سرفروشی نہ کرے اُس سے کچھ توقع نہ رکھنی چاہیے ۵

| |
|--|
| تا تو دل در بند جان داری و جان در بند تن کے مرادِ خویش یا بی در کنارِ خویش تن |
|--|

حکایت ہے کہ فوج حبش نے ایک مرتبہ ملک یمن پر قبضہ کر لیا تھا سیف ذی الیزن وہاں کا امیر مجبوراً بھاگ کر نوشیروان کی پناہ میں آیا اور اُس سے مدد طلب کی۔ نوشیروان نے چورون اور ڈاکوؤں کی بڑی جماعت کو جو زندان میں مقید تھے رہا کر کے اُس کے ساتھ کر دیا۔ اور سب کو مسلح کر دیا۔ انکی تعداد ایک ہزار آٹھ سو کی تھی سیف ذی الیزن سب کو کشتی میں بٹھا کر روانہ ہوا جب ساحل پر

پہونچا تو سب کو کشتی سے اُتارا اور تمام کشتیوں کو دریا بڑو کر کے سامان رسد کو
 چھینک دیا اور ساتھ یوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ اب ہم ولایت مین میں داخل
 ہو گئے ہیں غنیم سے جنگ کرنا چاہیے اب تمکو دو باتوں مین سے ایک بات
 بغور و تامل اختیار کر لینا چاہیے یا تو غنیم پر غالب آؤ یا سب قتل ہو جاؤ یہ مجبوری
 تمام سپاہ دل و جان سے مردانہ وار مشغول بہ پیکار ہوئی اور تھوڑی سی جہالت
 لشکر حبش پر غالب آگئی پس جنگجو آدی کو چاہیے کہ خوف کو راہ نہ دے کیونکہ رستم
 دستان نے کہا ہے کہ ہزار زخم لگنے کو مین بہ نسبت اُس کے دوست رکھتا ہوں
 کہ میری زخموں کی طرح بستر مرگ پر جان دون ۵

| | |
|---------------------------|----------------------------|
| بنام نگو کشتہ گردم رو است | مرانام باید کہ تن مرگ راست |
|---------------------------|----------------------------|

جس بادشاہ مین جرات و شجاعت زیادہ ہوگی۔ مصائب کی برداشت کرنے مین
 اُسی قدر پابداری ہوگی اور جلد تر منزل مقصود پر پہونچے گا اور حسب وخواہ سمات
 کو انجام دے گا حکایت ہے کہ جب یعقوب لیث کے ارادے پورے ہونے لگے
 اور خراسان کی تسخیر کا ارادہ کیا تو ایک دن تنھیا ر سے آراستہ ہو کر بالا خانہ پر برآمد
 ہوا۔ تمام امرا اور سردار فوج دربار مین حاضر تھے۔ منجھون نے عرض کیا کہ یہ وقت
 سوار ہونے کے لیے کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ آٹھ گھنٹے کے بعد البتہ نیک
 گھڑی آئے گی۔ یعقوب اُسی طرح مسلح ہو کر آٹھ گھنٹہ تک گرمی کے ایام مین
 دھوپ مین کھڑا رہا جب آٹھ گھنٹے پورے ہوئے تو بچے اُترا اور گھوڑے پر سوار
 ہوا۔ ارکان دولت اس قدر برداشت مشقت پر حیران و متعجب تھے۔ انھوں نے
 پوچھا کہ دھوپ مین کھڑے رہنے سے امیر کا کیا مطلب تھا اُس نے جواب دیا
 کہ میرے روبرو بہت بڑی مہم پیش ہے اگر ایسی نازک حالت مین کاہلی اور
 سستی کو دخل دے تو خلل عظیم واقع ہوگا۔ لہذا مین نے خود اپنا امتحان کیا

کہ آفتاب کی تابش برداشت کر سکتا ہوں یا نہیں۔ معلوم ہوا کہ امتحان میں کامیاب ہوا اب امید ہے کہ مقصود جلد حاصل ہو جائیگا۔ چونکہ یعقوب نے طلب حکومت میں اس قدر جدوجہد کی لہذا جس مرتبہ پر پہنچنا تھا پہنچا۔ قطعہ

| | |
|--|--------------------------------------|
| شاہد ملک سرت در عقد کسے کرے جہد | دست در آغوش با شمشیر و خنجر میکند |
| آنکہ یار ابر سر ناز و تنگم سے نہد | کر دگارش در جہان سردار و سردار میکند |
| باد شاہی در چین دادند گل را نہ آنکہ گل | با وجود ناز کی از خار سردار بر میکند |

یعقوب لیث کی ایک یہ بھی حکایت ہے کہ ایک دن سیستان کے چند جوان آپس میں دنیا کی لطیف و نفیس چیزوں کی نسبت اظہار برائے کر رہے تھے۔ قوت تک ملک گیری کا ارادہ یعقوب نے نہیں کیا تھا۔ ایک نے کہا لطیف ترین لباس اطلس ختائی ہے۔ دوسرے نے کہا کہ ظریف ترین تاج قبۂ رومی ہے۔ تیسرے نے کہا کہ محلات میں چشمہ مائے گل و یحمان بہتر ہے۔ چوتھے نے کہا مشروبات میں صاف و شفاف شراب بہتر ہے۔ پانچویں نے بیان کیا کہ سایون میں بید کا سایہ سازگارتر ہے۔ ایک نے کہا باجون میں عود کی آواز ملائم ہے۔ دوسرے نے کہا کہ مجلس کی ہمنشینی کے لیے جوانان خوبصورت و لائق سیرت بہتر ہیں۔ جب یعقوب کی باری آئی تو بھون نے اُسے بیان کرنے پر مجبور کیا۔ اُس نے کہا خوب ترین لباس زرہ ہے اور بہترین تلج خود اور خوشترین منزل معرکہ حرب اور زیبا ترین شراب خون دشمن۔ اور لطیف ترین سایہ سایہ نیرہ۔ اور گداز ترین آواز گھوڑے کا ہنسانا اور بزرگ ترین مصاحب مردان جنگ جوہن۔ امیر المومنین حضرت علی نے فرمایا ہے۔ قطعہ

| | |
|-----------------------------|-------------------------|
| اسیف و الخنجر یحساننا | اُف علی الخنجر جس فالاس |
| تلوار و خنجر ہمارے پھول ہیں | افسوس ہے نرگس اور کس پر |

| | |
|-----------------------------|------------------------|
| شرابنا من دم اعدائنا | و کاسنا جھتہ الماس |
| ہماری شراب دشمنوں کا خون ہے | اور پیالہ سر کی کھوپڑی |

اس کا ترجمہ فارسی میں حسب ذیل ہے۔

| | |
|----------------------------|--------------------------|
| گل وریحان ماتنج است و خنجر | بکار ما نیاید زر گس و آس |
| شراب ماست خون دشمن ما | اساس کلمہ او بہترین کاس |

پس طالب ملک کو چاہیے کہ سان آبدار اور تلوار جو ہر دار سے کام لیا کرے اور جب بادشاہ خود جبری اور دلیروں کا لشکر میں بھی حوصلہ زیادہ بڑھے گا بزدل بادشاہ کو ملک گیری حاصل نہیں ہوتی۔ نصائح الملوک میں بیان ہے کہ جس پیر مرد میں عقل نہیں ہے وہ ایک ایسے چشمہ سے مشابہ ہے جس میں پانی نہ ہو اور جس جوان میں ادب نہیں ہے وہ ایک ایسے باغ کے مثل ہے جس میں پھول نہ آئے اور جس درویش میں معرفت انہی نہیں ہے وہ چشم بے نور کے مانند ہے اور عالم بے تقویٰ اس بے لگام سے مشابہ ہے اور غیر محسن و دؤمند درخت بے بیوہ کے برابر ہے اور بے حیا صاحب جمال طعام بے نمک کی طرح ہے اور سلطان غیر منصف ابر بے باران کے مثل ہے اور جس بادشاہ عالمگیر میں شجاعت نہیں وہ ایک تاجر کے مثل ہے جس کے پاس کچھ سرمایہ نہیں۔

حکایت ہے کہ سلاطین عرب میں سے کسی بادشاہ کو غنیم سے مقابلہ کرنا پڑا جب فوجیں میدان جنگ میں صف آرا ہوئیں تو امراء دولت نے بادشاہ عرب سے کہا کہ جنگ کا نتیجہ دو صورتوں سے خالی نہیں یا فتح یا شکست۔ اگر خدا تعالیٰ معاملہ دگرگون ہو تو ہم آپ کو کمان تلاش کریں۔ اس نے جواب دیا کہ اگر غنیم غالب آئے تو مجھے میدان میں گھوڑوں کے سمون کے نیچے تلاش کرنا یعنی یا تو غالب ہوں گا یا مارا جاؤں گا۔

یا بر اکیم پسر خ گر دندہ
یا شوم زیر پاسہ افگندہ

حکایت ہے کہ اس جنگ میں بادشاہ نے تلوار اٹھا کر بڑی تندی سے غنیم پر حملہ کیا اور بڑی سختی سے لڑائی جاری ہوئی حتیٰ کہ آفتاب نصف النہار پر پہنچ گیا اور سورماؤں پر تشنگی غالب ہوئی کسی غلام نے پانی کا ظرف بھر کر جلدی سے بادشاہ تک پہنچایا اور پینے کے لیے پیش کیا۔ اُس نے جواب دیا کہ میری تیغ ابدار مجھے بھی زیادہ تشنہ ہے بخدا جب تک وہ خون دشمن سے سیراب نہ ہو لے گی میں اپنی پیاس نہ بجھاؤں گا۔ بوجہ اُسکی بیوقوفی و استغفال کے خدا نے اُسے فتح عنایت کی ۵

کسے را کہ ایزد کند یا دے | کہ یار دے کہ بادے کند داوری

اسکندر زہاقرنین سے لوگوں نے دریافت کیا کہ بادشاہ دیر کی کیا علامت ہو جواب دیا جو نہ پوچھے کہ دشمن کی تعداد کیا ہے بلکہ تلاش کرے کہ دشمن کہاں ہے اور ایسا ہی سرداران فوج کو بھی چاہیے ۵

چو شمشیر ہندی گیر و بدست | بصفت اعادی و دار و شکست
بگر زگران سنگ شمشیر تیز | روان در بہان افگندہ رستخیز

نوشیروان نے بزرچہر سے دریافت کیا کہ شجاعت کیا ہے جواب دیا قوت دل نوشیروان نے کہا قوت بازو کیون نہ کہا۔ بزرچہر نے جواب دیا کہ اگر دل قوی نہیں ہے تو باہر میں بھی قوت نہ رہے گی اور میں نے سنا ہے کہ کسی جنگجو عرب نے باوجود ضعیفی اور پیری ایک دن گھوڑے پر سوار ہونا چاہا۔ لوگوں نے بازو دیکھ کر سوار کر دیا ایک بے ادب نے آوازہ کسا کہ کیس کام کا ہے جبکہ دو آدمی سوار کرانے کو مطلوب ہوں۔ اُس نے جواب دیا بیشک دو آدمی سوار کرانے کو چاہیے مگر ہزار آدمی بھی گرا نہیں سکتا۔ نوشیروان نے کہا بہت صحیح کہتا ہے قوت بازو

قوت دل کے تابع ہوتی ہے ۵

آدمی را قوت دست از دل ست

ہر کہ اور ا دل قوی بازو قوی

جس وقت کہ سکندر عالم کی تسخیر کے لیے نکلا۔ ارسطو کو بلایا اور کہا کہ اے حکیم جس مہم میں میں نے ہاتھ ڈالا ہے اس میں ہر قسم کے لوگ دوست دشمن نکلیں گے اُسے کس طرح برتاؤ کرنا چاہیے ارسطو نے جواب دیا کہ حتی المقدور دشمن انگری نہ کرنا اور دوستوں کی ذلت و خواری کو روانہ رکھنا اور اگر کوئی دشمن پیدا ہو تو مدد دے و دینو از می سے اسکو رام کرنا تاکہ وہ بھی دوست بن جائے اور دوست کو عزت و حرمت سے ممتاز کرنا تاکہ وہ دوستی سے کشیدہ خاطر نہ ہو سکے۔ اسکندر نے کہا او بیان کرو۔ ارسطو نے بیان کیا۔ کار دشمن سے غافل نہ ہونا اگرچہ تھوڑے ہی ہوں اور لشکر پر اعتماد نہ کرنا اگرچہ بکثرت ہوتا ختم مہم نرم بولنا اور درخت زبانی نہ کرنا اور جو کام نازیانہ سے نکلے شمشیر نہ نکالنا۔ اسکندر نے پھر کہا کہ اگر دشمن سے جنگ کی نوبت آئے تو کیا کرنا چاہیے اور کس طرح پیش قدمی کرنی چاہیے حکیم نے کہا کہ جنگ کا حال دو صورتوں سے خالی نہیں یا تو جنگ پر کسی کے مقابلہ پر جائے یا کوئی مقابلہ پر آئے۔ اگر تو جنگ پر آمادہ ہو تو دس باتوں کی رعایت کرنی چاہیے۔ اول جنگ سے غرض سوا خیر محض اور طلب دین حق و دفع ظلم و فساد کے اور کچھ نہ ہو۔ دوم خداوند کریم سے مدد طلب کرنی چاہیے دعا اور خیرات و صدقات میں مشغول ہونا چاہیے اور اہل قبور و قلوب سے استمداد کرنا چاہیے۔ سوم حزم و احتیاط کو کام میں لانا چاہیے اور جاسوسوں کے ذریعہ سے غنیمت کے لشکر کا حال اور تعداد دریافت کرنا چاہیے۔ چہارم ایسا لشکر ساتھ رکھنا چاہیے کہ سب سپاہی یکدل و ہم زبان ہوں کیونکہ اتفاق سپاہ موجب فتح و نصرت ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں نظم

کسے را طغیر طغیر حال ست

کہہ در پردے لشکرش یکدل ست

زیار ان یکدل بلندی رسد

پسہ را کہ فیروز مندی رسد

اس کے لیے بزرگوں اور اکابر خصوصاً اقربا کے اتفاق کی سخت ضرورت ہے
 پنجم لشکر سے اچھے وعدہ کرنا چاہیے اور خوشخبر لیون سے قوی پشت بنانا چاہیے
 اور ان مواعید کے ایفا کی نیت کرنی چاہیے۔ ششم حتی الامکان خود جنگ میں
 نہ شریک ہونا چاہیے تاکہ اگر شکست کے آثار ہوں تو فوراً اس کا تدارک ہو سکے
 ہفتم لشکر کا سپہ سالار ایسا شخص ہونا چاہیے۔ جو ان تین صفات کا جامع ہو اول
 شجاع اور قوی دل ہو اور نام آور ہو تاکہ دشمن پر عیب پڑے دوم راے صائب
 اور تدبیر حکم رکھتا ہو۔ جنگ کے داخل و خارج کو سمجھتا ہو کہ جہاں تدبیر سے کام نکلے
 تو شجاعت سے باز رہے اور جیلہ و کمر کو کام میں لائے کیونکہ جنگ میں خدع ناجائز
 نہیں ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ الحرب خدعہ۔ دوسرے یہ کہ جنگ میں تجربہ کار
 ہو کیونکہ تجربہ کے فوائد بے شمار ہیں ہفتم جنگ میں جسے کارہائے نمایاں کیے ہوں
 اس کو انعام و اکرام اور ثنا و صفت سے ممتاز کرنا چاہیے تاکہ دوسروں کو بھی
 اس طرف رغبت ہو۔ نہم روز جنگ غفلت سے دور رہنا چاہیے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے
 کہ فتح قریب ہوتی ہے اور ذرا سی غفلت سے معاملہ دگرگون ہو جاتا ہے دہم
 اگر غنیمت شکست کھا جائے اُنکے پیچھے نہ جانا چاہیے نہ کسی کو فی الفور تعاقب میں
 بھیجنا چاہیے۔ اکثر ایسا ہوا ہے کہ منہزم لشکر ملیٹ پڑا ہے اور تعاقب کنندگان
 کو گرفتار کر لیا ہے اور اگر کوئی غنیمت مقابلہ پر آئے تو دو صورتوں سے خالی نہیں یا تو
 تجھ میں تاب مقاومت نہیں ہے یا ہے۔ اگر ہے تو بہتر یہ ہے کہ کسی تدبیر سے
 دشمن کو اس ارادے سے باز رکھنا چاہیے اگر وہ باز نہ آئے تو شرائط حرب کی
 رعایت کر کے جنگ پر آمادہ ہو جانا چاہیے اگر مقاومت کی طاقت نہیں ہے
 تو جاسوسوں اور نگہبانوں سے کام لینا چاہیے۔ راستوں اور چوکیوں کو

مستحکم کرنا چاہیے قلعوں کو محفوظ بنانے اور سامان رسد کے جمع کرنے میں کوتاہی نہ کرنی چاہیے۔ اور حتی الامکان صلح کرنے کے لیے مال و جیل و مکائد سے کام لینا چاہیے اور اگر دشمن صلح کا خواہشمند ہو تو انکار نہ کرنا چاہیے۔ اور ہرگز لڑائی مول نہ لینی چاہیے کیونکہ جنگ مذموم ہے اور طالب صلح آخر میں مغفور و منصور۔ نظم

| | |
|------------------------------|--------------------------------|
| سستیزہ مکن ز انکہ با دست تیز | گند باغ انصاف را برگ ریز |
| سستیزہ بجائے رساند سخن | کہہ ویران کن درخان مان کن |
| کنند عامل اندر رہ صلح سیر | تو این راہ میسر و کہ الصلح خیر |

سکندر نے اس ہدایت نامہ کو دستور العمل بنایا اور جنگ و صلح کی بنیاد اسی پر رکھی۔ چونکہ صفت شجاعت خصوص اہل دول کے لیے بہترین صفت ہے ایسے بیان کو اس قدر طول دیا گیا۔ الحمد للہ کہ شہزادہ جو ان بخت باندیر اور دلیری میں بینظیر۔

| | |
|-----------------------------|---------------------------|
| ابو المحسن آن شاہ روشن ضمیر | کز و نوجوان گشت دوران پیر |
| جہاندار شاہی کہ روز مصاف | فروریزد از صولتش کوہ قاف |
| چو در معرکہ بر کشد تیغ تیز | بکو مہ کند کوہ را سنگ ریز |

قوت بازو کی مساعادت اور بخت بیداری معاونت سے علم ظفر پیکر جس قوت بلند کرتا ہے فتح و نصرت استقبال کو آتے ہیں اور جس جانب مقصد بہت ہوتا ہے اقبال و سعادت دست بستہ حاضر ہوتے ہیں۔ قطعہ

| | |
|-----------------------------------|------------------------------------|
| ہر کجا غم جہانگیرش گران سازد رکاب | فتح و نصرت را بدان جانب بیگ ووغان |
| نیج دولت پرورش را ملک ملت پرپناہ | تیغ نصرت گسترش را دین و دنیا درخان |

حساب المصور جب میدان جنگ میں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ تو ثبات و استقلال میں کوہ البرز معلوم ہوتا ہے۔ مثنوی

| | |
|------------------------------|-----------------------------|
| یہ ایک تیغ زن چون نرگس یار | سراسر صف شکن چون لعل لہار |
| ولایت گیر چون حسن حبیبان | خبار انگیز چون جو رقیبان |
| ہمہ چون شعلہ مے عشق جانسنو | ہمہ چون غمزہ دل بس جگر دوز |
| ہمہ چون چشم خوبان فتنہ انگیز | ہمہ چون ہجر مردانہ دوزخ نوز |

حق سبحانہ آپ کے سایہ عاطفت کو جان نثاروں پر ہمیشہ دراز رکھے اور اپنے خلاصہ بندگان کی حرمت سے اعانت کرے۔

اکتیسواں باب غیرت کے بیان میں

غیرت اس چیز کی نگہداشت کا نام ہے جس کی حفاظت انسان کو لازم ہو۔ تدابیر سیاست میں سلاطین کو بغیر اس صفت کے کچھ چارہ کار نہیں نیز امور ملت و احکام سلطنت میں بھی۔ کیونکہ غیرت کی دو قسمیں ہیں غیرت دین اور غیرت دنیا اور ہر دونوں کی رعایت نہایت ضروری ہے غیرت دین تو یہ ہے کہ امر معروف و نہی عن المنکر کے اجرا میں سعی کرے اور ملازمین و رعایا کو مطیع رکھے۔ معاصی و مناہی سے منع کرے حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص شریعت کے خلاف کرے اسکو گڈے سے سزا دینا چاہیے یا شمشیر سے جیسا کہ شریعت کا اقتضا ہو اور یہی اہل اختیار و اقتدار کا ہے۔ پس اگر مباحثہ سے نہ دفع کر سکے تو زبان ہی سے منع کرے پہلے نصیحت کرنی چاہیے۔ اگر کچھ مستغنیہ نہ ہو تو سختی سے کہنا چاہیے اور یہ مرتبہ اہل علم و ارہاب زہد و تقویٰ کا ہے۔ بعضے علمائے اس حدیث کا ترجمہ یوں بیان کیا ہے۔ لیس وراذلک الاسلام یعنی جو کہ منع کرنے سے دست و زبان کے عاجز آجائے اور دل سے دشمن نہ رکھے اسکو اسلام سے کچھ حصہ نہیں ملا۔ قطعہ

| | |
|---------------------------|--------------------------|
| سنی منکر بدست باید کرد | اور میسر نباشد ت این کار |
| بزبان منع کن و گرنه تو ان | در دل خویش می کند انکار |

اور جو بادشاہ اقامت حد و شرع اور اجراء احکام دین میں کوشش کرے وہ نائب حق اور ظل اللہ ہوتا ہے۔ چونکہ بکثرت کارہائے ملک میں مشغولی کی وجہ سے جزوی معاملات کا معلوم کرنا بادشاہ کے لیے نہایت دشوار ہے لہذا محتسب مقرر کرنا چاہیے۔ اور محتسب کو چاہیے کہ اسلام میں سخت ہو غیرت دین و حمیت مذہب عفت پرہیزگاری۔ امانت۔ راستی۔ کم طمع سے متصف ہو جو کرے تقویت دین کے لیے کرے۔ اور غرض و ریاسے کو سون دوں ہوتا کہ اسکے اقوال دلون میں اثر پیدا کریں ۵

سخن کہ آن ز غرض پاک و از طمع خالیست
اگر بسنگ بگولے دران اثر دارد

حکایت ہے کہ شیخ ابوالمحسن نوری قدس سرہ کی عادت تھی کہ جب کسی امیر کو دیکھتے تو اُس سے لوگوں کو منع کر دیتے۔ اگرچہ اُس میں قتل کا بھی خوف کیونکہ ایک دن آپ وجہ کے کنائے بغرض طہارت گئے وہاں ایک کشتی نظر پڑی جس میں تیس خمر سبز مہر رکھے تھے اور ہر ایک پر لطیف لکھا ہوا تھا۔ شیخ کو نہایت تعجب ہوا کہ لطیف کس چیز کا نام ہے اُٹھون نے ملاح سے پوچھا کہ ان مشکون میں کیا ہے اُس نے جواب دیا آپ سے درویشوں کو اس سے کیا علاقہ۔ شیخ نے آہستہ اصرار سے ملاح کو بتانے پر مجبور کیا۔ اُس نے جواب دیا کہ خلیفہ کے لیے شراب کے مشکے رنگائے گئے ہیں۔ کشتی میں ایک بڑا مٹھ پڑا ہوا تھا۔ ملاح سے شیخ نے کہا کہ مجھے اُٹھا دو۔ ملاح غصہ میں آیا اور اپنے کسی شاگرد کو اُٹھانے کا اشارہ کیا پانچہ اُس نے لکڑی اُٹھا کر دی اور شیخ نے اُس سے ہر ایک مشکون

توڑ پھوڑ ڈالا۔ ملاج خوف کے مارے کانپنے اور فریاد کرنے لگا۔ یونس خلیج کو توال
 یل بغداد اپنے سپاہیوں کے ساتھ موقع پر آیا اور شیخ کو گرفتار کر کے خلیفہ کے
 پاس پہونچا دیا۔ اور صورت حال بیان کی۔ خلیفہ مقصد بہ غایت درجہ جبار
 و ظالم تھا ساتھ ہی غیور بھی تھا۔ اُس کی سخت سزائیں اہل بغداد نے دیکھی تھیں
 جب انھوں نے دیکھا کہ شیخ کو خلیفہ نے طلب کیا ہے۔ تو نہایت اندوہین
 ہوئے کیونکہ شیخ کے بچنے کی کوئی صورت نہ تھی۔ جب وہ سامنے لائے گئے تو
 خلیفہ سرخ لباس پہنے ہوئے تھا اور ہاتھ میں ایک آہنی گرز تھا اور یہ قہر و سیاست
 کی علامت تھی۔ شیخ سے چلا کر اُس نے پوچھا کہ تو کون ہے جو ایسی گستاخی کا مرتکب
 ہوا۔ شیخ نے جواب دیا میں محتسب ہوں۔ پھر خلیفہ نے پوچھا کہ کس کے حکم سے جواب
 دیا خدا و رسول کے حکم سے خلیفہ نے سوال کیا کہ تجھے کس نے محتسب بنایا۔ جواب
 دیا جس نے تجھے خلیفہ بنایا۔ مقصد کچھ دیر تک سر جھکا لے بیٹھا رہا پھر سر اٹھا کر پوچھا
 کہ ان خنوں کو کیوں تو نے توڑ ڈالا۔ شیخ نے جواب دیا کہ تیری اور رعایا کی شفقت
 کی وجہ سے۔ پوچھا میرے حق میں کیا شفقت ہے۔ جواب دیا ایک امر منکر کو مین
 روکا جسے تو روا رکھتا ہے اور تجھے گرفتاری قیامت سے بچایا اور رعیت کے
 حق میں یہ شفقت ہے کہ تیرے ارتکاب محرمات کی وجہ سے لوگ معاصی پر دلیر
 ہو جاتے ہیں۔ جب تو اس سے باز آئے گا تو دوسرے بھی جرأت نہ کر سکیں گے
 کیونکہ عامہ خلایق صلاح و سداد میں بادشاہ کے تابع ہوتے ہیں۔ اگر اُسے
 طریق راست پر دیکھتے ہیں تو سب وہی طریقہ اختیار کرتے ہیں اور بادشاہ کو
 بھی ثواب ملتا ہے اور اگر فسق و فجور میں مبتلا پاتے ہیں۔ تو وہ بھی محرمات کے
 مرتکب ہوتے ہیں اور بادشاہ پر سب کا گناہ راجع ہوتا ہے پس میں نے تیرے
 اور رعایا کے حق میں مہربانی کی اور اس میں بجز خوشنودی خدا کے اور میری کچھ بھی

غرض نہیں خلیفہ معتمد یہ سُنکر رو پڑا اور کہا کہ یہ کام تیرے لیے زیبا ہے۔ آج سے تو محتسبی کا کام کرنا اور کوئی تجھے روکنے نہ پائے گا۔ اس واقعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب محتسب حقانی ہو تو اسے کوئی آفت نہیں پہنچتی نظم

آئی منکر سے کم اندر ز من
آفتے در روزگار من رسد
از بلا مایے دو عالم ایمنے

آن یکے با پیر خود گفت کہ من
لیک می ترسم کہ از اہل حسد
گفت اگر این کار بسر حق کنے

غیرت دنیا کی تین قسمیں ہیں اول اشیاء و اقران سے نسبت و دوم بذات خود نسبت سوم عامہ خلق سے نسبت پہلی نسبت یہ ہے کہ اپنے برابر والوں سے مرتبہ میں فوقیت چاہے جس پر کسی کی سرفرازی نہ ہو اور جاہ و صولت قدر و شوکت حشمت و عظمت اقتدار میں سب سے بڑھ کر ہو۔ بلاشبہ اس قسم کی غیرت کا ظہور اور حرمت کی کثرت بڑے بڑے کام کراتی ہے۔ یہ خاصیت اہل ہمت کی ہے۔ اور جس قدر ہمت بلند ہوگی یہ خصلت زیادہ پائی جائے گی۔ حکایت ہے کہ ایک شہزادے نے کسی حکیم سے پوچھا کہ میری خواہش ہے کہ میں اپنے اخوان و اقران سے بڑھ جاؤ مجھے کیا عادات اختیار کرنا چاہیے حکیم نے کہا کہ اے شہزادہ کوئی شے اکتساب دولت کے لیے ہمت و غیرت سے بڑھ کر نہیں ہے۔ نظم

سر تیغ را بکذر اندر تیغ
ز غیرت مراد خود آرد چنگ
کہ از غیرت آید بکف تاج و تخت

کسے کو ز غیرت برافراخت تیغ
ز غیرت بدست آید ش نام و تنگ
چنین گفت آن مرد بیدار تخت

اور اپنی طرف منسوبہ غیرت یہ ہے کہ اپنے اہل حرم کو چشمہ نامحرم سے پوشیدہ رکھے اور حدود عصمت و عفت کی محافظت کرے اور عقلاً و شرعاً و عرفاً جو لازم ہو اسکی عادت اختیار کرے تاکہ اسکی برکت سے اہالیان رعیت بھی صلاحیت

سے موصوف رہیں اور فساد سے دور بھاگیں۔ اسی باب میں ایک بزرگ نے نصیحت کی ہے۔ مثنوی

| | |
|---|---|
| عصمتیان را ببقام حلال دیدہ ببردے نباید کثاد این همه آفت کہ بہ تن میرسد دیدہ فرو پوشش چو در در صد ہر کہ بجز جفت حلالیت بود | جلوہ حرام ست مگر با حلال پای بہر کوے نباید نہاد از نظر تو بہ شکن میرسد تا نشوی تیر بلا را ہدف رخ منما و رہم نہ خالت بود |
|---|---|

عامہ خلافت کی نسبت غیرت یہ ہے کہ جو غیرت اپنے محذرات کے بارے میں ردوار رکھے وہ تمام مسلمانوں کے اہل حرم سے مرعی رکھے اور اسکی خواہش نہ کرے کہ ملازمان درگاہ کی وجہ سے کسی خاندان کے ناموس پر دھبہ آئے اور مسلمانوں کے گناہوں کی تفتیش نہ کرے اور رعایا کے عیوب بقدر امکان پوشیدہ رکھے کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص مسلمانوں کے عیوب چھپائے خدا نے عذوقل اُس کے عیوب پوشیدہ رکھے گا اور ایک روایت میں ہے کہ اُس کے گناہوں کو دنیا اور آخرت میں پوشیدہ رکھتا ہے ۵

| | |
|-----------------------------|-------------------------------|
| مثلاً ہست کہ اسیرتر از علیک | پر وہ کس ندری کس ندر پر وہ تو |
|-----------------------------|-------------------------------|

اور اپنی حفاظت میں غیرت کا برتاؤ حمیت ہے اور کمال غیرت یہ ہے کہ جب کوئی کسی کی پناہ اور حفاظت میں آئے تو اسے پناہ دے اور حتی الامکان اسے ضائع نہ کرنا چاہیئے عرب میں ایسا ہی دستور تھا اور اب بھی ولایت حجاز میں ہے کہ جب کوئی اُنکے زیر سایہ دیوار یا خیمہ آتا ہے تو اسے اپنے جوار میں داخل کر لیتے ہیں بغیر اس کے کہ وہ کچھ زبان سے کہے نہ اس کو کسی کو دینے دیتے ہیں اور بہ کثرت مال اس میں صرف کرتے ہیں بلکہ اکثر خزانہ پزی تک لوٹ آجاتی ہے مگر حمایت

اپنا ہاتھ نہیں اٹھاتے حتیٰ کہ جانوروں کو بھی اپنی حفاظت میں لے لیتے ہیں جبکہ وہ ان کے خیمہ یا چہرہ گاہ میں آ جاتا ہے ۔

حکایت ہے کہ بہرام گور کسی وقت میں نعمان بن منذ کے پاس عرب میں تھا اور نعمان اس کے باپ یزدجرد کے ساتھ تربیت کرتا تھا ایک دن ہرن کے شکار کا قصد کیا ۔ ایک ہرن سامنے سے بھاگا اور بہرام گور نے اُس کا تعاقب کیا ہوا گرم ہوئی اور ہرن غایت تشنگی سے بے طاقت ہو کے کسی قبیلہ عرب کے خیموں کے پاس جا نکلا اور قبیلہ نام عرب کے خیمہ میں جا گھسا ۔ قبیلہ نے اسے پکڑ کر اُس سے بازو دیا ۔ بہرام اتنے میں پہونچا اور تیر کمان پر رکھ کر غور زن ہوا کہ اسے صاحب خانہ میرا شکار یہاں آ گیا ہے اسے باہر نکالو قبیلہ نے بہرام کو نہ پہچانا اور کہا کہ اے خوشرو جو ان یہ امر موت سے باہر ہے کہ جانور خیمہ میں پناہ لے اور میں شکاری کو پھر واپس دون کہ وہ مار ڈالے ۔ بہرام نے سختی سے طلب کیا تو قبیلہ نے کہا کہ زیادہ گفتگو کی حاجت نہیں جب تک کہ تو اس تیر سے میرا کام تمام نہ کر چکے گا ہرن میں نہ دون گا اور جس وقت کہ میں مروں گا تو میرے قبیلہ کے لوگ ہرن کے لیے تیری جستجو کریں گے ۔ اپنے حال پر رحم کر اور اس ارادہ سے باز آ اور اگر اس تازی انسل گھوڑے کو مطلقاً زین و لگام کے ساتھ لینا چاہتا ہے جو خیمہ کے دروازے پر بندھا ہوا ہے تو مجھے دینے میں کچھ تامل نہیں ہے اسے لیکر اپنے مقام پر واپس جا ۔ بہرام کو یہ حمایت پسند آئی اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر ساتھیوں سے جا ملا اور جس دن کہ بہرام تخت سلطنت پر تکیں ہوا ہے قبیلہ کو طلب کر کے اسکی پرورش کی اور عربوں میں اس کا لقب مجیر الغزالیان مشہور ہوا یعنی پناہ دہندہ آہوان ۔ نظم

نکہ دار اندازہ کا رغوش

کسے را کہ آری بز نہار غوش

| | |
|---------------------------|---------------------------|
| بمدی حمایت از و و انگیر | بمدانگی کار از و در پندیر |
| یکے قطرہ آرد بدیر یا پناہ | دصد رصفت ساز دشن تکیہ گاہ |
| بصد تربیت نامدارش کند | یکے گوہر شاہوارش کند |

بتیسواں باب سیاست کے بیان میں

اور وہ ضبط کرنا اور نظم و نسق کا درست کرنا ہے۔ سیاست دو طرح کی ہے ایک اپنے نفس کی سیاست۔ دوسرے اغیار کی سیاست اپنی سیاست سے مراد اخلاق ذمہ کو دور کرنا ہے اور اوصاف حمیدہ کا حاصل کرنا۔ سیاست غیر کی دو صورتیں ہیں ایک تو خواص و مقربان بارگاہ کی سیاست اور ان کا نظم و نسق اور دوسرے رعایا و عوام الناس کی سیاست۔ صورت اول کا بیان چالیسویں باب میں آئے گا۔ قسم دوم کا یہ حال ہے کہ بدون اور بد فعلوں کو ہمیشہ ہر اسان رکھنا چاہیے اور نیک اصحاب و نیک کرداروں کو امیدوار رکھنا چاہیے۔ بزرگچہر سے لوگوں نے پوچھا کہ کون بادشاہ بزرگ ہے اُسے جواب دیا جس سے بے گناہ امن میں رہیں اور گناہگار اُس کی سیاست و خشم سے ترسان رہیں اور اس کا انعام ستی درویشوں پر ہوتا رہے۔ نقل ہے کہ ہوشنگ بادشاہ کہتا تھا کہ خدا کی رحمت نیکوں اور بصلحوں پر ہے اور غضب بدون اور مفسدون پر۔ میرا قہر لطف سے آئینہ ہے اور ہیبت شکرِ رحمت سے وابستہ ہے ۵

تریاق وز ہر ہر دمراد خزانہ است
آن را بدوستان دہم این را بدشمنان

حکمائے کہا ہے کہ دنیا کا مدار کار سیاست پر ہے اور اسے کون و فساد کے نام سے تعبیر کرتے ہیں اگر سیاست نہ ہو تو دنیا کا انتظام بگڑ جائے اور اگر قانون

تا دیب و تغذیب نہ ہو تو اہل جہان کے کاروبار تباہ ہو جائیں۔ قطعہ

| | |
|-------------------------|-----------------------|
| از سیاست نظام یا بد ملک | بے سیاست حسل پذیر بود |
| انسق کار ہائے عالم ما | از سیاست ناگزیر بود |

اگرچہ عروس الاملک الا بالعدل۔ و پذیر ہے مگر اس کو لا عدل الا بالسیاست سے چارہ نہیں۔ جو بادشاہ کہ آفتہ الیاست ضعف سیاست کے مفہوم سے بے خبر ہو جلد تر ارکان مملکت ترزل پذیر ہو جائیں گے اور سلطنت کی بنیاد ناقص ہو جائے گی کیونکہ ملک و ملت کی زینت اور دین و دولت کی مصلحت سیاست میں مضمر ہے۔ قطعہ

| | |
|-------------------------------|-----------------------------------|
| تبیغ سیاست ست کہ رخسار ملک را | سازد جهان فروز و درخشان چو آفتاب |
| معماری سیاست اگر نے مدد کند | گرد و جهان ز سیل و جفا و ستم خراب |

بغیر شریعت کے قواعد کے کوئی حق اپنے مرکز پر قائم نہیں رہ سکتا اور بغیر ضابطہ سیاست کے نظام عالم ٹھیک نہیں رہ سکتا پس بادشاہوں کی سیاست مقوی شرع ہے اور احکام شرع مروج ملک میں۔ قطعہ

| | |
|--------------------------------|-------------------------------|
| سر سبزی نہال سعادت بہ باغ دہر | بے چشمہ سار شرع مطہر طمع مدار |
| لیکن زلال چشمہ دین کے شود روان | بے سایہ سیاست شاہان کا مگار |

اور نفس الامر میں مدار ملت دست پر ہے اور قرار مملکت ہاتھ سے ہے۔

| | |
|----------------------------|-----------------------------|
| اگر تبیغ سیاست سلاطین نبود | در عالم خاک آب خوش گس نخورد |
|----------------------------|-----------------------------|

حدیث میں آیا ہے کہ اگر بادشاہ نہ ہو تو انسان ایک دوسرے کو کھا جائے یعنی لوگ نیست و نابود ہو جائیں۔ مملکت کا انتظام بغیر سیاست کے نہیں ہو سکتا اور شرف و فتنہ کا سکون بجز سیاست کے ممکن نہیں حکایت ہے کہ کوئی خلیفہ تبیغ برہنہ اور مصحف شریعت ہاتھ میں لیے ہوئے منبر پر آیا۔ اثنائے خطبہ میں

کہا اے نیک بند و تمکو یہ کافی ہے یعنی مصحف اور اسے بدکردار و تم کو یہ بس ہی
یعنی تلوار۔ قطعہ

| | |
|--------------------------|------------------------------|
| سیاست آتشی باشد کہ آن را | ز بہر بد سگالان بر منہ و زند |
| چو ایشان میفرزند آتش ظلم | ہمان بہتر کہ ایشان را بسوزند |

طمعاج خان بڑا بادشاہ گذرا ہے جس نے سیاست ملک کا اچھا انتظام کیا
اور اس کی شمشیر ہدیت نے بیدار و متمکاری کی بنیاد اکھاڑ چھینکی تھی۔ قطعہ

| | |
|-------------------------|--------------------------|
| تاخت از بیم قہر او قستہ | زان سبستی بصد فرنگ |
| رفت از صیقل سیاست او | زنگ ظلم از رخ جهان دوزنگ |

ایک دن اس کی خدمت میں کوئی زندادو باش آیا اور پھولوں کا گلہ سدا کچھوش
کیا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ کہاں سے لایا اُس نے جواب دیا کہ پھلواریون سے
چُن لیا ہے۔ پوچھا کیا تیری پھلواری تھی جواب دیا نہیں۔ پوچھا کیا اُس کے
مالک سے خریدتا اُس نے کہا نہیں اس شہر میں پھول خریدے نہیں جاتے
اور بہت کم قیمت ہوتے ہیں۔ سلطان نے کچھ دیر تامل کر کے کہا کہ جو بغیر اجازت
کسی کے باغ میں جائے اور پھول چنے تو پھل بھی بغیر اجازت توڑ سکتا ہے اور
اس صورت میں تو بڑی بدہنگامی ہوگی لہذا حکم دیا کہ اُس او باش کا ہاتھ کاٹ
ڈالا جائے مگر اکابرین کی شفاعت سے صرف ایک انگلی کاٹی گئی۔ اسکے بعد
طمعاج خان زندون اور بیاباگون کے استیصال کی جانب متوجہ ہوا۔ ایک دن
اس جماعت نے شہر کے دروازے پر لکھا کہ ہم وہ گیاہ ہیں جو کاٹنے سے اور
بڑھتے ہیں۔ جب یہ خبر سلطان کو پہونچی تو اُس نے حکم دیا کہ اس کے پہلو میں
یہ بھی لکھ دو کہ ہم بھی ایسے باغبان ہیں کہ سر اٹھاتے ہی چھانٹتے ہیں۔

| | |
|---------------------------------|----------------------------------|
| ہر خار کہ سر بر زند از گلشن ملک | فی الحال سرش بہ تیغ بر باید داشت |
|---------------------------------|----------------------------------|

کہتے ہیں کہ ہر مہربان نو شیروان نے اپنے عدل کو سیاست کا پیوند کیا تھا اور لطف کو تہرے منظم کیا تھا۔ نیکون کو سرفراز کرنا اور بدون کو رسوا کرتا تھا۔ ۵

| | |
|-----------------------------|---------------------------|
| زہد سیاست اور اہ کاروان ستم | کشیدہ جمتش خوان عدل رعایا |
|-----------------------------|---------------------------|

کسی وقت اُسکار کا بدار کسی باغ میں گیا اور بغیر مالک کی اجازت کے ایک خوشہ انگور توڑ لیا۔ باغبان نے اس کا گھوڑا پکڑ لیا اور کہا کہ مجھے خوش کر دینا بادشاہ سے فریاد کروں گا رکبادار نے اس کو کچھ دیا مگر وہ راضی نہ ہوا۔ القصہ ہیبت سیاست شاہی سے ہزار دینار اس کو دینے پڑے حکمانے کہا ہے کہ سلطنت بمنزلہ درخت کے ہے اور سیاست بمنزلہ آب۔ پس بیج درخت کو اس آب سیاست سے تر رکھنا چاہیے تاکہ امن و امان کا ثمرہ حاصل ہو نظم

| | |
|--------------------------------|--------------------------|
| خوش آن شہر یار یکہ از روی دولت | تا مل کند در کتاب سیاست |
| سر تیغ او گلشن سلطنت را | تر و تازہ دارد بآب سیاست |

اور جاننا چاہیے کہ سیاست اس جمعیت کے لیے ہے جو اس کے سزاوار ہوں اور وہ گروہ ہے جو آراء ہمیشہ اور بداندیشہ اس قدر ہو کہ مارکزدوم کی طرح ان کا ضرر عام و خاص خرد و بزرگ کو پہنچنے کسی بادشاہ نے ایک حکیم سے پوچھا کہ کون شخص سیاست کا مستحق ہے جواب دیا کوئی شخص سیاست کا مستحق نہیں ہے۔ ہاں درندوں اور جانوروں پر سیاست کرنا چاہیے یعنی درندگان و گزندگان بادشاہ نے کہا اس فقرہ کی اور وضاحت کرو۔ اس نے بیان کیا۔ مخلوق ایک ایسی جماعت ہے جو غیر محض ہے اور اسے نفع پہنچتا ہے نہ کہ ضرر اور یہ مثل ملائکہ کے ہیں۔ دوسری جماعت ایسی بھی ہے جو محض شرف و فتنہ ہے۔ سرگ و پلنگ و مار و کزدوم کی طرح ان سے نقصان پہنچتا ہے نہ کہ نفع پس جو لوگ کہ ملکوتی صفات ہیں نوع انسان میں افضل ہیں اور جو کہ سیرت و خصلت میں درندوں اور

گزندوں کے مساوی ہوں وہ بدترین حیوانات ہیں اور یہ سیاست کے مستحق
ہیں نہ کہ آدمی۔ شنبوی

ولیکن نہ گویم کہ باہر کسے

کہ از مرغ بد گندہ برروبال

سیاست پسندیدہ باشد بے

بخور مردم آزار را خون و مال

حکایت ہے کہ نوشیروان کے عہد میں کسی ظالم نے ایک ضعیف کو طمانچہ مارا
وہ نوشیروان کی عدالت میں آکر انصاف خواہ ہوا نوشیروان نے کہا مجرم کی گردن
اڑائی جائے۔ کسی مصاحب نے کہا تعجب ہے ایسی معمولی خطا پر بادشاہ جان
لینے کا حکم دیتا ہے۔ نوشیروان نے کہا غلط کہتے ہو میں آدمیوں کو نہیں مروانا
بلکہ سگ و کرگ کو اور مارو کر دم کو ہلاک کرتا ہوں۔

بمعنی بدترست ازار و کر دم

کسے کو پیشہ کر د آزار مردم

حکایت ہے کہ خضر و پرویز نے کسی بزرگ سے پوچھا کہ طبقات خلق میں سے کون
طبقہ لائق سیاست ہے۔ اُس نے بیان کیا خلقت کے پانچ طبقہ ہیں اول وہ کہ
بذات خود نیک ہیں اور اُن سے خلق کو نفع پہونچتا ہے۔ انکی مدد کرنی چاہیے اور
صحبت میں رکھنا چاہیے۔ دوم وہ لوگ جو بذات خود تو نیک ہیں لیکن انکی نیکی کا
اثر کسی تک نہیں پہونچتا۔ اُن کو عزیز رکھنا چاہیے اور ضرورت کی پر ترغیب و تحریص دلائی
چاہیے۔ سوم وہ گروہ ہے جو متوسط الحال ہے یعنی اُسے نہ لوگوں کو نفع پہونچتا ہے
نہ نقصان نہ اپنی ذات میں خیر رکھتے ہیں نہ شر۔ انکو راہ خیر دکھلانی چاہیے اور شر و
مناد سے ڈرانا چاہیے۔ چوتھا وہ گروہ ہے جو بذات خود بد ہے مگر کسی کو بدی
نہیں پہونچاتا ان کو ہمیشہ خوار و ذلیل رکھنا چاہیے۔ پانچواں وہ فرقہ ہے کہ خود
بد ہے اور اُن کی بدی لوگوں کو پہونچتی ہے۔ اُن کی سیاست کرنی چاہیے
اور وعید و تهدید سے کام لینا چاہیے پہلے مارنا پھر قید کرنا پھر قتل کرنا مناسب ہے

| | |
|--|--|
| آتش را کہ حلق از دسوزند | جز بکشتن علاج نتوان کرد |
| سیاست سے دوسرا فائدہ یہ ہے کہ فتنہ کی آگ بجھ جاتی ہے۔ جب فتنہ پردار لوگ دیکھتے ہیں کہ آتش سیاست کی تیز ہے تو کونوں میں چھپتے پھرتے ہیں۔ اور اگر کچھ بھی سیاست میں شمتی کی جائے تو ہزاروں فتنے کھڑے کر دیتے ہیں اور ہر طرف سے شورش کا ظہور ہوتا ہے۔ فظم | |
| اگر سلطان نفس را بد سیاست بلا برہم زند و سے زمین را چو مردم ضبط در کشور زمیند | زند ہر نا کسے لاف ریاست نہ دولت را بقا باشد نہ دین را بجہ فتنہ رہ دیگر نہ سیند |
| اسی باب میں یہ قطعہ کہا گیا ہے۔ | |
| اگر نہ بیت شمشیر بادشاہ بود کسے کہ دست چپا زدست رہت نشناہ | چہ شور با کہ بہ یکدم ز شہر برخیزد ہزار فتنہ چو دستش دہد بر انگیزد |
| تینتیسواں باب متیقظ و خبرت کے بیان میں | |
| امور مملکت میں متیقظ بیداری کا نام ہے اور احوال رعایا سے خبرت آگاہی کہلاتی ہے۔ لوگ عادل کی یہ ستمہ عادت ہے کہ معتمد مخبروں کا تقرر کرتے ہیں اور امین و گماشتے مقرر فرماتے ہیں تاکہ خفیہ طور پر تجسس حالات کر کے صحیح خبریں پہنچائیں اور اطلاع کے بعد کوشش کرتے ہیں کہ جو خلل و لغزش بنیاد عقل میں واقع ہوئی ہے اس کی تلافی ہو اور پہلے اس کے خرابی بڑھے اس کا تدارک ہو جائے۔ | |
| باول توان کرد اصلاح کار | از ان پیش کو کف رود اختیار |
| بکثرت ایسے بادشاہ ہو گزرے ہیں جو تبدیل لباس کر کے شہر میں گشت | |

کرتے تھے اور رعایا کے حالات خود معلوم کرتے تھے کیونکہ بہت سی خبریں ایسی ہوتی ہیں کہ مقربان بارگاہ نہیں سنتے یا سنتے بھی ہیں تو کسی مصلحت سے بادشاہ تک نہیں پہنچاتے۔ حضرت داؤد علیہ السلام سے منقول ہے کہ رات کو تبدیل لباس کر کے گلی کو چون میں پھرتے تھے اور مسافروں کی طرح ظاہر ہو کر لوگوں سے دریافت کرتے تھے کہ داؤد نے کچھ نقصان تو نہیں پہنچایا۔ کیا انصاف ہے اور اس کے خدام و ملازمین کا کیا بڑا ٹھہر ہے۔ پس اگر کہیں نقص سماعت میں آتا تو فوراً اصلاح کرتے۔ سلطان محمود بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ چونکہ یہ صورت خالی از اندیشہ نہیں ہے۔ لہذا عقلا اور بزرگوں نے مقرر کیا ہے کہ بادشاہ اپنا مقصد نہایت میں مقرر کرے جو بے غرض اور پاک اعتقاد کا ہو اور کسی شخص کو اس پر اطلاع نہ ہو۔ اس کی تنخواہ ہمیشہ قرار ہو تاکہ وہ جانفشانی سے فرض منصبی ادا کرے اور نہ کوئی شخص فریب دے سکے۔ اس کو اجازت ہو جس وقت چاہے بادشاہ کے پاس آئے شاید فی الفور اطلاع دینے کے لائق کوئی خبر ہو۔ اس طرح خبری و کلی امور سے بادشاہ خبردار رہے گا اور اعیان و حکام مملکت یہ دیکھ کر اپنا کام انصاف و عدل سے کرینگے اور ناشایستہ افعال نہ سرزد ہوں گے۔ نظم

| | |
|--|------------------------------------|
| چونیکو متاعیست کارا گئی | کزین نقد عالم سبا داتی |
| از عالم کسے سر بر آرد بلند | کہ در کار عالم بود ہو شمند |
| حکایت ہے کہ خوارزمین ایک عادل بادشاہ تھا التعظیم لامر اللہ کا نقش صفحہ خاطر پر لکھا تھا۔ اور الشفقتہ علی خلق اللہ کا جھنڈا میدان محرمات میں بلند تھا۔ قطعہ | |
| ز عدل او شدہ باز سفید جفت کلنگ | ز امن او شدہ شیر سیہ رفیق شغال |
| نہ آن منہ از بر دور ہو ابدان چنگل | نہ این دراز کند در زمین بدین چنگال |

اس کے عہد حکومت میں کسی کی مجال نہ تھی کہ حکم کھلا اعمال ناپسندیدہ میں مبتلا ہو مگر ایک امیر دربار میں تھا جس کے قدیمی حقوق بادشاہ پر تھے اور اس کے برابر کسی کو اختیارات نہ تھے۔ بہ ظاہر وہ خود سلطان کی اصلاح کرتا تھا مگر خفیہ طور پر شراب نوشی۔ گانے بجانے اور طرح طرح کے فسق و فجور میں مبتلا رہتا تھا۔ کسی میں اس قدر ہمت نہ تھی کہ بادشاہ سے شکایت کرے۔ آخر کو اطلاع ہو گئی مگر بادشاہ نے پسند نہ کیا کہ سب کے سامنے تنبیہ کرے کیونکہ اس طرح وقعت جاتی رہتی جو امرائے دولت سے وابستہ ہے۔ ایک دن امیر کو طلب کیا اور کہا کہ ایک مرغ لادو اس کی چونچ سرخ ہو۔ بازو کے بال سیاہ ہوں وغیرہ وغیرہ امیر نے عرض کیا کہ میں کوشش کروں گا تین دن کی مہلت لیکر تلاش کرنے لگا مگر بے سود چوتھے دن بادشاہ سے اپنی ناکامی بیان کی اور کہا اگر حکم ہو تو دوسرا پرند لادوں بادشاہ نے کہا مجھے تو ایسا ہی پرند مطلوب ہے۔ تعجب ہے کہ باوجود شہر کی حکومت کے تو تلاش نہ کر سکا۔ پھر تین دن کی مہلت لی مگر پتہ نہ چلا۔ آخر کو سلطان نے کہا کہ حالات شہر سے تو بہت بے خبر ہے۔ فلان مقام پر اس طرح کے چار پرند پتھر میں بند ہیں۔ مشرقی بازار کی طرف گزرو۔ جب فلان مسجد کے پاس پہنچو تو ایک محلہ ملے گا اسکے داہنے بازو ایک گلی ہے اس کے آگے ایک مکان ہے جسکا دروازہ مغربی سمت ہے۔ دست چپ کی طرف چھوٹا سا ایک کمرہ ہے اسے کھو لکر اندر داخل ہو تو ایک پیچرہ ملے گا جس پر زرد پردہ پڑا ہوگا۔ امیر پر شکر حیران ہوا اور قفس کو حاضر کیا۔ بادشاہ نے کہا کہ اہل حکومت کو چاہیے کہ ملک اور شہر کے حالات سے ایسے ہی باخبر رہیں جیسا میں ہوں امیر نے دل میں سوچا کہ بادشاہ جب ایسے حالات سے واقف ہے تو کیا عجب کہ میرے حال سے بھی واقف ہو۔ من بعد اس نے اپنے افعال سے توبہ کی اور راہِ راست پر آیا۔ اس سے

معلوم ہوتا ہے کہ سلاطین کا حالات مردم سے آگاہ ہونا نہایت نافع ہے۔ نظم

| | |
|--------------------------|------------------------------|
| جنین گفت مردے سخن آفرین | زاخبا رشاہان ایران زمین |
| کہ ہر فرہنگ نام نزع روان | بخسہ و جنین گفت کاے نوجوان |
| جہانی بذات تو وابستہ اند | بفرمان حکم تو یا بستہ اند |
| بغفلت کن خواب بیدار باش | زا حوال گیتی خبردار باش |
| چو در عمدہ تست عالم تمام | مشو غافل از کار خود و السلام |

اور غفلت کا دفع کرنا اس طرح ممکن ہے کہ صاحب خبر لوگوں کا تقرر کیا جائے تاکہ ہر صوبہ کے حالات سے خبردار رہا کریں منصوبہ خلیفہ کہتا تھا کہ میں تین چیزوں کا محتاج ہوں اول ایسے عامل کا جو رعیت کا مال مجھے نہ دے اور میرا مال رعیت پر نہ چھوڑے۔ دوم ایسے کو تو ال کی ضرورت ہے جو مظلوموں کا انصاف کرے اور بے طمع و غرض حکم دیا کرے یہ کہلکہ آہ سرد کھینچی اور کہا افسوس ہے۔ لوگوں نے پوچھا تیسرا کون شخص ہے۔ جواب دیا ایسے شخص کی ضرورت ہے جو رعایا کے صحیح حالات مجھ تک پہنچا دیا کرے اور واقعی بات یہ ہے کہ اگر ایسے تین آدمی بادشاہ کو مل جائیں تو سلطنت کا انتظام اچھی طرح سے چلے۔

حکایت ہے کہ آردشیر اس قدر شخص حالات کے درپے تھا کہ ہر روز اپنے ملازمین اور عمال سے کہتا تھا کہ کل رات تم نے فلان کام کیا۔ اُس سے باتیں کیں اور وہ کام کیا لوگوں کو تعجب ہوتا تھا اور کہتے تھے کہ بادشاہ کو فرشتے خبر دے جاتے ہیں حالانکہ یہ خبر داری محض جاسوسوں کی بدولت تھی۔ رباعی

| | |
|------------------------------|-------------------------------|
| صاحب خبر ان امین شاہان باشند | مقبول دل جہان پناہان باشند |
| ہم بہر جگر ستگر ان نیش زشتند | ہم مرہم ز حنم دادخواہان باشند |

اور اگر بادشاہ کو کوئی خبر بغیر جاسوسوں کے معلوم ہو تو اس کا مقتضی یہ ہیں

ہے کہ فوراً کوئی حکم نافذ کر دے کیونکہ بزرگوں نے کہا ہے کہ بادشاہ کا حکم بمنزلہ
قضا و قدر کے ہے جو مشیت الہی سے وقوع میں آتا ہے اور اس سے احتراز
واجتناب ناممکن ہو جاتا ہے ۵

چو از گمان قضا و قدر رسد تیرے | یقین کہ باز نہ گردد پہنچ تدبیرے

لہذا حکمرانان ملک کے لیے لازمی بات ہے کہ امور مصالح جمہور میں بغیر
واضح دلائل اور حجت قاطعہ کوئی حکم نہ دین اور جب تک تامل و امعان سے
کوئی پہلو یقین کا نہ پائیں کسی بات کی اجازت نہ دین۔ حکمائے کہا ہے قطعہ

نباشد پسندیدہ شرع و عقل | کہ بے بینہ شاہ فرمان دہد
کہ ہم چون قضاے قضا حکم او | گئے جان ستاند گئے جان دہد

اور دوسری شرط یہ ہے کہ محض گمان پر بیگناہوں کو سیاست نہ کرنی چاہیے
کیونکہ بہت سے گمان بد نتیجہ ہوتے ہیں چنانچہ خدا فرماتا ہے - اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اَنَّمْ
اَلَّیْمَانِ پربے تحقیق و تقیّش حکم دیا جائے اور وہ سراسر خطا پر مبنی ہو تو محل قہر
خداوندی کا مستوجب ہے لغو ذلالت میں ذلک قطعہ

مکن کس را باندک ظن بال | عقوبت تا پیشمانی نیاید
کہ چون شک از یقین گردد ہوید | پشیمان گردی و سودے ندارد

حکایت ہے کہ شہر یار قباد کے عہد حکومت میں ایک شخص جنگل میں گیا۔ دیکھا کہ
ایک شخص پڑا ہوا ہے۔ سر اس کا علیحدہ ہے اور چھری سینے پر رکھی ہوئی ہے۔ یہ
حال دیکھ کر وہ شخص غایت تجرے بیہوش ہو گیا۔ ع نے قوت استادان و نے قوت فتن
اسی اثنائیں اس صوبہ کا کوئی ملازم ادھر آنکلا اور یہ واقعہ دیکھانی الفور اس شخص کو گرفتار
کر کے عدالت میں حاضر کیا اور تمام ماجرا بیان کیا۔ حاکم نے درشت آواز میں پوچھا کہ
کیون تو نے اس شخص کو قتل کیا اس نے جواب دیا کہ میں نے قتل نہیں کیا جب

اس جنگل میں پہنچا تو اُس کشتہ کو دیکھ کر متحیر و متعجب ہو گیا۔ اس اثنائ میں یہ شخص پہنچا اور گرفتار کر لیا۔ مین نہ مقتول کو پہچانتا ہوں نہ قاتل کو۔ حاکم نے کہا کہ میرا گمان ہے کہ تو ہی اس کا قاتل ہے اور یہ بیان اپنی رہائی کے لیے کرتا ہے۔ اُس بیچارہ نے کہا کہ صرف گمان پر حکم نہ دیجئے۔ کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ الظَّنَّ لَا یغنی عَنِ الْحَقِّ شَیْئاً۔ مگر حاکم نے ایک نہ سنی اور دار پر چڑھانے کا حکم دیدیا اور ڈھنڈورا پیٹوایا کہ اس شخص نے فلان جنگل میں ایک آدمی مار ڈالا ہے۔ تماشائیوں میں سے ایک جوان نے آگے بڑھ کر جلا کو کام سے روک دیا اور کہا کہ ٹھہر جب تک کہ مین حاکم تک آجاؤں اور صورت حال بیان کروں کیونکہ یہ شخص بے گناہ ہے اور بیگناہ کا خون بہانا تباہی کی علامت ہے۔ جلاو نے کچھ توقف کیا اور وہ جوان حاکم کے پاس حاضر ہوا اور کہا کہ فلان خون دیرانہ میں مین نے کیا ہے وہ شخص میرا دشمن تھا موقع پا کر مین نے قتل کر دیا اور یہ جوان جو دار پر چڑھایا جا رہا ہے اس واقعہ سے بالکل بے خبر ہے۔ حاکم نے تامل کیا اور عہد کیا کہ مجھ و گمان کوئی حکم آئندہ نافذ نہ کروں گا۔ پس اس جوان کو قید کر دیا اور شاہ قباد کو کل حالات سے اطلاع دی۔ قباد نے علما سے اس مقدمہ میں مشورہ کیا اور فیصلہ ہوا کہ اُس جوان کو بچی قتل نہ کرنا چاہیے کیونکہ اگر اُس نے ایک کو مارا ہے تو دوسرے کی زندگی کا سبب ہوا ہے۔ قباد نے اس جوان کو طلب کر کے سارا حال دریافت کیا اور خلعت عطا کر کے آزاد کر دیا اور فرمایا کہ نصاب نامہ میں یہ درج کر لو کہ بادشاہوں کو لازم ہے کہ محض گمان پر کسی کا خون نہ بہائیں۔ قطعہ

کہ تابقین شود خون گشش شایعیت
بزدوز و بیاد از ان یار گریخت

سیاستی بہ گمان رسم معدلت نبود
بہر دیار کہ حکم از رہ گمان باشد

حکایت ہے کہ ایک بادشاہ نے اپنے دربار میں تمام لوگوں کو باریابی کی اجازت

دی۔ وضع شریف خرد و کلان۔ امیر و غریب سبھی اُس کے دربار میں حاضر تھے۔
 مصرع دیدن روئے سلاطین دیدہ روشن میسند + ایک پیر و مجمع میں کھڑا ہوا کہ
 کہنے لگا کہ بادشاہ کی سعادت ملاقات جسے حاصل ہوتی ہے وہ نادر و نفیس تحفہ نذر
 کے لیے حاضر کرتا ہے لیکن میں بوجہ فلسفی زردنقرہ کے نذر دینے سے مجبور ہوں گریبان
 جو اہر حکمت سے ایک در شہوار رکھتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ اس مجلس میں اُسے تیار
 کر دوں۔ بادشاہ نے فرمایا کہ بضاعت سخن کا رواج بازار میں زیادہ ہے اُسے
 بیان کرو پیر مرد نے کہا کہ اے بادشاہ شک اور یقین کے درمیان چار انگلی سے
 زیادہ فاصلہ نہیں ہے جو آنکھ سے دیکھتا ہے وہ یقین رکھتا ہے اور جو کان سے سنا جا
 اُس کی صحت میں شک و شبہ کو دخلیت ہے ممکن ہے کہ باطل ہو مصرع شنیدہ
 کے بودا مند دیدہ + اور چونکہ بادشاہ کا ہر قسم کا فرمان نافذ العمل ہوتا ہے لہذا جس
 مقدمہ میں حکم دیا جائے چاہے کہ اس میں در یقین حاصل ہو نہ کہ از راہ گمان۔ اگر
 ناگاہ وہ گمان مرقع ہو جائے اور یقین نوع دیگر کا ہو یہ سبب دنیا کی بدنامی اور آخرت
 میں وبال کا ہے۔ بادشاہ نے اُس کی تعریف کی اور اس نصیحت کو اپنا دستور العمل
 بنایا نظم

| | |
|---|--------------------------|
| ہر حکم کہ از سر یقین است | آراش ملک و زب دین ست |
| حکمی کہ بنامش بر گمان ست | آشوب دل و زبان جان ست |
| کسی حکیم سے لوگوں نے پوچھا کہ بادشاہوں کی غفلت کا کیا سبب ہے۔ جواب دیا تین سبب ہیں جو بادشاہ کو مملکت و رعیت سے بے خبر کر دیتے ہیں۔ اول شہوت پرستی اور خواہش نفسانی کی پیروی کہ جو شخص اس سودا میں گرفتار ہو گیا وہ کسی کی پرواہ نہیں رکھتا۔ | |
| ہر کہ از سوداے شہوت مست شد | کار او یکبارگی از دست شد |

مشہور ہے کہ کسی نے اسکندر سے پوچھا کہ تو بکثرت عورتوں کو نکاح میں کیوں نہیں لاتا تاکہ زیادہ بچے پیدا ہوں اور تیری یادگار صفحہ دنیا پر باقی رہے اُس نے جواب دیا میری یادگار عدل و نیکنامی ہے۔ اگر شہوت غالب آجائے تو بالآخر عورتوں کا قیدی بننا پڑے گا۔ دوسرا سبب حرص و آز ہے بادشاہوں کی کوئی کسفت ناپسندیدہ حرص مال سے بڑھ کر نہیں ہے کیونکہ حریص مال کے جمع کرنے میں حرام و حلال کی پروا نہیں رکھتا اور ملک و رعیت کا غم نہیں کھاتا بلکہ یہ بھی نہیں چاہتا کہ کسی اور کے پاس مال و دولت ہو۔ سب اپنے ہی لیے چاہتا ہے پھر بھی آسودہ نہیں ہوتا۔

| | |
|------------------------|---------------------------|
| کاسہ چشم حریصان پر نشہ | تا صدف قانع نشہ بردار نشہ |
|------------------------|---------------------------|

حکایت ہے کہ کسی زاہد نے ایک بادشاہ کو نصیحت کی کہ رعیت تو انکار اور دہمندانہ ہے اور تو انھیں کی بدولت تو مالدار ہوتا ہے۔ پس اگر رعیت سے بہت سا مال حاصل کرے گا تو رعایا محتاج ہو جائے گی اور اُس وقت تو محتاجوں کا بادشاہ کہلائے گا حکیم فر دوسی نے کہا ہے مثنوی

| | |
|-------------------------|----------------------------|
| اگر بادشاہ راے گنج آورد | دل زبردستان برج آورد |
| چوناکام باید بدشمن سپرد | پس آن ریخ را باد باید شمرد |

کسی بادشاہ سے امرے دولت نے کہا کہ رعیت سے خراج کثیر حاصل کر کے خزانہ کو بھرتا چاہیے۔ اُس نے جواب دیا رعیت سے بہتر کوئی خزانہ نہیں ہے جس وقت میں چاہوں گا اس خزانہ سے مال حاصل کروں گا۔ تیسرا سبب غفلت شراب نوشی اور ملاہی و ملاعب میں مشغول ہونا ہے۔ بادشاہ کو چاہیے کہ مستی سے پرہیز کرے کیونکہ جب مست ہوگا تو ملک و مال سے بے خبر ہوگا اور اسے خافل پاکر ملازمین حسب فشار کارروائی کریں گے۔

| | |
|---------------------------|----------------------|
| میخبر آن مرد کہ چیز چشمید | کش قلم بخیر دے دکشید |
|---------------------------|----------------------|

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ حالت سستی میں ایسی صورتیں واقع ہو جاتی ہیں اور اس قدر نقصان پہنچتا ہے کہ ہشیاری میں اسکی تلافی نہیں ہو سکتی قطعہ

| | |
|-------------------------------------|-----------------------------------|
| شاہ را در سلطنت آئین ہشیاری خوش است | مست بودن نیست اب پیشہ ارباب |
| پاسبان را خواب لائق نیست بیداری خوش | شاہ باشد پاسبان ملک مستی خواب خوش |

الحمد للہ کہ شہزادہ کامگار نے حسب منشاء کلام اللہ توبہ الی اللہ توبہ نصوحا، عالم توبہ میں قدم رکھا ہو اور باب استغفار استغفر لذنبک کی کنجی سے کھول دیا ہے اور مضمون اینبو الی ربکم کو خوش آمد کہا ہے اور ساع شراب کو پیٹک کر کلمہ استغفر اللہ پڑھنا شروع کیا ہے اور بوعده و سقتم ربہم شرابا طہورا۔ شراب سے ہاتھ کھینچ لیا۔ اب اس مجلس عالی میں بجائے میخواروں کے شور و شغب کے دینداروں کی دعا ہوتی ہے اور مستوں کے ہاتھوں کے نغمہ تکبیر و تہلیل ہے ۵

| | |
|-----------------------------|-----------------------------|
| بجائے نغمہ فی صوت دلکش حفاظ | بجائے جرعہ سے بادہ محبت دوت |
|-----------------------------|-----------------------------|

حق تعالیٰ توبہ کی برکت سے آپ کو ہمیشہ کامیاب رکھے قطعہ

| | |
|--------------------------|-------------------------|
| ابو الحسن آن خسرو نامدار | کہ نازد بد و مسند سروری |
| چو در محدث ثانی سنجہ ست | بدو داد حق مملکت سنجہ |

چونتیسواں باب فراست کے بیانیہ

اور وہ حکومت کے لیے شرط کلی ہے اور اہل اختیار پر واجب ہے کہ ہر ایک معاملہ کی سابقہ اور موجودہ حالت کو بہ نظر بصیرت دیکھیں اگر وہ واقعہ بغایت روشن اور واضح ہو تو جو کچھ عدل و شرع کا مقتضی ہو حکم دین اور اگر اسکے مخفی پہلو بخوبی ظاہر نہیں ہیں تو نور فراست سے اُسپر غور کرنا چاہیے اور ناقلاں سخن پر اعتماد نہ کرنا چاہیے بزرگوں نے کہا ہے کہ حکومت کی زیبائش زیور فراست سے ہے

حکایت ہے کہ دو پیر زن حضرت سلیمان کے روبرو حاضر ہوئیں اور ایک بچہ پر ہر ایک نے دعویٰ کیا کہ میرا لڑکا ہے مگر دونوں ثبوت سے عاجز تھیں۔ حضرت سلیمان نے فرمایا کہ لڑکے کے دو حصہ ملو اس سے کر کے نصف نصف دونوں میں تقسیم کر دو جب ملو اور سنگائی لگی تو ایک ضعیفہ بیقرار ہوئی اور رو کر کہا کہ میں اپنے حق سے درگذری اسے نہ مارو مگر دوسری ضعیفہ پر کچھ اثر نہ ہوا۔ حضرت سلیمان نے پہلی ضعیفہ کو لڑکا دلوا دیا کیونکہ فراست کا یہی اقتضا تھا کہ شفقت مادرسی کی وجہ سے وہ عورت بیقرار ہو گئی تھی۔ فراست ایک نور ہے جسے حق تعالیٰ نے اپنے بندے کو عطا فرمایا ہے۔ چنانچہ اس حدیث کا مضمون یہی بتاتا ہے ”اتقوا فراستہ المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ“ یعنی بچو مومن کی فراست سے کیونکہ وہ دیکھتا ہے نور خدا سے پس کوئی بات اُس پر پوشیدہ نہیں رہتی اور مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں ”ان فی ذلک لآیات للمتوسمین“ تو ہم کو فراست سے کم درجہ کا ظاہر کیا ہے۔ فراست کی دو قسمیں ہیں۔ ایک فراست شرعی اور دوسری فراست حکمی۔ فراست شرعی سے مراد یہ ہے کہ تصفیہ قلب اور تزکیہ نفس کی وجہ سے حجاب قلب چشم بصیرت سے اٹھ جائے تاکہ مومن نور یقین سے مینا ہو اور جسے دیکھے فراست حقیقی سے اُس کے حالات پر مطلع ہو جائے۔

| | |
|----------------------------|---------------------------|
| بلکہ کہ از دور نامت بشنوند | بر ہمہ حالات تو واقف شوند |
|----------------------------|---------------------------|

اخبار میں آیا ہے کہ امام شافعیؒ کو امام محمدؒ حرم کعبہ کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے ایک آدمی مسجد کے دروازے سے اندر داخل ہوا امام شافعیؒ نے کہا کہ یہ آدمی بڑھئی معلوم ہوتا ہے اور امام محمدؒ نے کہا لو ہمارے۔ الغرض بلا کر پوچھا کہ تیرا کیا پیشہ ہے اُس نے جواب دیا پہلے آہنگہ تھا اور اب بڑھئی کا پیشہ کرتا ہوں اسے دونوں اصحاب کی فراست معلوم ہوتی ہے قطعہ

| | |
|--|--|
| <p>ہر دل کہ منظر نظر کبریا بود گوا کُنہ بہ صیقل تجرید پاک ساز</p> | <p>پیوستہ جلوہ گاہ کمال فراست آزاد کہ آرزوے جمال فراست</p> |
| <p>حکایت ہے کہ خواجہ بزرگوار قطب الاخیار خواجہ عبدالخالق عجد دانی ایک دن اپنی مجلس میں معرفت کا بیان کر رہے تھے۔ ناگاہ ایک جوان مجلس میں داخل ہوا۔ زناہر دن کی طرح خرقہ جسم پر اور قالین کندھے پر تھی۔ ایک کونے میں بیٹھا اور ہتھوڑی دیر کے بعد اٹھ کر کہا کہ حضرت رسالت مآب نے فرمایا ہے: "أَقْوَامُ أَمْسَمُوا مِنَ نَافَةِ نِيْظِرْ بِنُورِ اللّٰهِ" اس حدیث کا کیا منشا ہے خواجہ نے فرمایا کہ اسکا منشا یہ ہے کہ زناہر توڑ ڈالو اور ایمان لاؤ۔ جوان نے کہا نفوذ باللہ جو میرے پاس زناہر ہو خواجہ نے ایک خادم کو اشارہ کیا کہ اس کا خرقہ اتار لے۔ اُس نے اتارا تو نیچے زناہر تھی۔</p> | |
| <p>ضمیر ہی کہ آن روشن ست از غبار</p> | <p>شود نقش غیبی در آستان شکار</p> |
| <p>جوان فی الفور زناہر توڑ کر ایمان لایا۔ خواجہ نے فرمایا اسے دوستو اس جدید عہد کی موافقت میں آؤ سب ملکر پوشیدہ زناہر کو توڑ دیں۔ اہل مجلس میں ایک شور مچا ہوا اور سب نے خواجہ کے قدم پر گر کر عہد کی تجدید کی۔ مثنوی</p> | |
| <p>توبہ باشد چون پشیمان آمدن عام را توبہ ز کار بد بود</p> | <p>بر در حق نوسلمان آمدن خاص را توبہ ز دید خود بود</p> |
| <p>دوسری قسم فراست حکمی یہ ہے کہ حکمانے تجربہ سے اُسے دریافت کیا ہے اور شکل و ہیئت سے معلوم کیا ہے اور غالب حصہ اس کا صحیح ہوتا ہے۔ پوشیدہ ان کے لیے حکمائے موجودہ نے فراست کے متعلق ایک رسالہ لکھا تھا جس کو وہ مطالعہ میں رکھتا تھا اور غالب حصہ اس کا صحیح ہوتا تھا اور اسی</p> | |

کے موافق احکام نافذ کرتا تھا۔ حکایت ہے کہ ایک کوتاہ قامت مجلس میں اگر فریادی ہوا اور کہا کہ میں ستم رسیدہ آدمی ہوں نوشیروان نے کہا تو جھوٹ بولتا ہے کیونکہ علم فراست کی رو سے کوتاہ قامت شخص حیلہ و فریب میں یکتا ہوتا ہے پس توبید ادا کر ہے۔ نہ کہ ستم رسیدہ تفتیش حالات سے اُس کی تحقیق بھی ہو گئی ہے

فراست دیدہ دل سے کشاید ہر آن حالے کہ باشد رونماید

تو ایخ میں مذکور ہے کہ دوسری بار مجلس نوشیروان میں ایک اور کوتاہ قامت دادخواہ ہوا اور کہا کہ مجھ پر ظلم ہوا ہے۔ نوشیروان نے اُسے جھوٹ بتایا۔ اسنے کہا کہ بادشاہ جس نے مجھ پر ظلم کیا ہے وہ مجھ سے بھی زیادہ کوتاہ قد ہے۔ نوشیروان یہ مستحکم کیا اور اُس کے مقدمے میں ایک انصاف کیا۔ حضرت مرشد صمدانی میر سید علی ہمدانی نے کتاب ذخیرۃ الملوک میں ایک فصل قائم کر کے فراست کے متعلق اقوال حکما درج کیے ہیں۔ میں نے مناسب سمجھا کہ اُسے درج کروں تاکہ سلاطین کے لیے ایک دستور العمل ہو اور امام کی برکت سے اس کتاب کی زیب و زینت ہو

دستہ گل چو برگیا بندند زیور دیگر شش سیف نراید

جانتا چاہیے کہ حکمائے اپنے مقالات میں تحریر کیا ہے کہ مفرد سفید رنگ یانیلی اور سبز آنکھ دلیل ہے کہ ایسا شخص سخت رو رہے شرم خاں۔ مناسب ضعیف العقل۔ رکیک الہے ہوگا اور اگر ان علامات کے ساتھ ٹھوڑی باریک ہو و اڑھی کے بال نہ نکلے ہوں تیز نظر فراخ پیشانی ہو اور سر پر بکثرت بال ہوں تو حکما کہتے ہیں کہ ایسے شخص سے پرہیز کرنا لازمی ہے کیونکہ وہ مارا فحی سے بھی بدتر ہے بال سے قیافہ کے بارے میں کہتے ہیں کہ اگر بال سخت اور مائل بسرخی ہوں تو یہ شجاعت اور صحت دماغ کی علامت ہے اور مو سے نرم

بزدل اور خوف کی علامت ہے اور برودت و مانع و کم فہمی کی علامت ہے۔
 اگر کسانے اور کان میں زیادہ بال ہوں تو یہ جرات اور حماقت کی علامت ہو
 سینہ و شکم پر زیادہ بال ہونا وحشت طبع - کند فہمی - میلان ظلم کی دلیل ہے۔ زرد
 بال حماقت کا نشان ہے اور ایسا شخص زود ختم ہوگا۔ سیاہ بال عقل و ادراک
 کی علامت ہے اور کچھ سرخ و سیاہ بال معتدل صفات کی دلیل ہیں۔ پیشانی
 کے بارے میں لکھا ہے کہ اگر کشادہ ہو اور اسپر خطوط اور شکن نہ ہو تو یہ علامت
 ہے خصوصیت - حماقت - لاف - گزاف کی اور باریک و نحیف پیشانی فرومایگی
 عاجزی کی نشانی ہے۔ متوسط پیشانی جس پر تسکین پڑی ہوں صدق محبت فہم
 ہشیاری اور تدبیر کا نشان ہے اور بڑا کان جہل پر دلیل ہے لیکن ایسا شخص
 قوی حافظہ اور تند خو ہوگا۔ چھوٹا کان احمق اور دزدی کی علامت ہے اور معتدل
 کان نشان اعتدال صفات ہے اور ابرو میں زیادہ بال ہوں تو یہ درشتی کی
 علامت ہے کینٹی ٹاک اگر ابرو کشیدہ ہو تو لاف و تکبر کی علامت ہے اور سیاہ
 و متوسط ابرو فہم و دیانت کی نشانی ہے اور بدترین آنکھ نیلی ہوتی ہے۔ بڑی آنکھ
 تیز نظر و خیانت۔ بے حیائی۔ کاپہلی کی علامت ہے۔ سکون اور قلبت حرکت چشم
 نادانی اور کم فہمی کی علامت ہے اور سرعت حرکت چشم اور تیزی نظر حیلہ و مکر کی علامت
 ہے۔ سرخی چشم دلیری کی علامت ہے اور اگر پتلی کے گرد زرد نقطے ہوں تو فتنہ انگیزی
 کا نشان ہے چشم متوسط نہ بہت بڑی نہ بہت چھوٹی نہ زیادہ سرخ نہ سیاہ فہم و
 راستی و دیانت کی علامت ہے۔ ناک اگر باریک ہو تو چرب زبانی اور نرمی کی
 علامت ہے پیرھی ناک شجاعت کی دلیل ہے۔ چوڑی ناک شہوت اور دوستی
 کی علامت ہے۔ ناک کے سوراخ اگر چوڑے ہوں تو بغضب کی علامت ہے
 گندگی میان بینی اور فراخی درو غلوئی اور درشتی کی علامت ہے متوسط ناک

فہم وعقل کی نشانی ہے۔ فراخ دہنی راے صواب و شجاعت کی نشانی ہے۔
 سوٹے لب حماقت کے نشان ہیں۔ معتدل لب سرخی مائل راے صواب کی
 علامت ہے اور ٹیڑھے دانت مکر و حیلہ اور خیانت کی علامت ہیں کشادہ اور
 ہموار دانت عدالت و امانت و تدبیر کی علامت ہیں۔ بھرا اور پھولا ہوا رخسارہ
 نشان جہل و درشت خوئی ہے اور زردی رخسارہ جنت باطن اور قیج سیرت کی
 دلیل ہے اور متوسط نشان اعتدال ہے۔ آواز بلند و سخت شجاعت کی دلیل
 ہے آواز باریک توہم و بدگمانی کی نشانی ہے اور آواز معتدل حسن کفایت و تدبیر
 ہی کی علامت ہے اگر ناک سے آواز نکلے تو حماقت اور کبر کی دلیل ہے۔ آہستہ
 بات کرنا خوبی کی نشانی ہے بحالت گفتگو ہاتھ کی حرکت زیر کی و تدبیر کی علامت
 ہے کوتاہ گردن نشان مکر و خبت ہے۔ گردن دراز و باریک پردہ کی اور حماقت
 کی نشانی ہے۔ موٹی گردن نشان جہل ہے متوسط گردن صدق و عدل و تدبیر
 کی علامت ہے۔ بڑا پیٹ نشان جہل و خاست و حق و جبن و فتنہ ہے
 لطافت شکم و سینہ حسن راے اور صفائی عقل پر دلیل ہے۔ پشت اور مونڈھے
 کی چوڑائی شجاعت اور حقت عقل کی دلیل ہے اور لاغری نشان قیج سیرت اور
 سوے مذہب ہے۔ دراز انگلیاں اور تھیلی زیر کی کی علامت ہے اور مدبری
 کی موٹی پنڈلی نادانی اور سخت روئی کی علامت ہے اور معتدل اعتدال کی نشانی
 ہے۔ ”اسی قدر علامت فراست ایک عقلمند کے لیے احوال خلق کے تفرس میں
 ضروری ہیں“ یہاں تک صاحب ذخیرہ کا بیان تھا اور اس باب میں یہ ضروری
 بات ہے کہ مذکورہ اوصاف آن عوام الناس کے لیے ہے جو تبدل اخلاق
 اور صفات بھیمہ میں انسانیت کے مرتبہ پر نہ پہنچے ہوں۔ اور اگر کوئی شخص
 ریاضت و تلقین سے اپنے اخلاق درست کرے اور علم و فضل سے صلاحیت

پیدا کرے تو باوجود ان اوصاف کے پائے جانے کے بھی حکم خراب نہ لگانا چاہیے
 حالات اہل یونان میں مذکور ہے کہ حکیم افلاطون ایک کوہ کی چوٹی پر رہتا تھا اور
 چڑھنے کی صرف ایک راہ تھی سر راہ ایک مصوڑ بٹھایا تھا جو آتا اُسکی تصویر کھینچ کر
 افلاطون کے سامنے پیش کرتا اگر وہ اجازت دیتا تو جانے دیتا ورنہ نہیں چنانچہ
 ایک دن کوئی بڑا شخص افلاطون سے ملنے کو آیا۔ اُسکی تصویر دیکھ کر افلاطون نے
 ملنے سے انکار کیا مگر اس شخص نے کہلا بھیجا کہ جو حالات میرے آپ نے معلوم کیے
 ہیں وہ صحیح ہیں مگر ریاضت سے میں نے اسکا علاج کیا ہے حکیم نے طلب کیا
 اور اپنی صحبت میں اُسکو بٹھایا پس بنائے کار تمام تر دلائل فراست پر نہ رکھنا
 چاہیے اور اپنے ذہن و ذکا سے تصرفات کرنا چاہیے اور فیض الہام ربانی سے
 مستمع ہونا چاہیے۔ قطعہ

فیض الہام میرے سر زد خدائے
 ہر کرانور اوست راہ نماے

بر دل پاک اہل دولت و دین
 در رہ حق غلط سخا ہد کرد

پنیتیسوان باب اخفائے راز کے بیان میں

آداب ملک داری میں ایک اخفائے راز بھی ہے اور امور ملکی کے اظہار
 میں بیشمار خطرات ہیں۔ اخبار میں آیا ہے کہ حضرت رسالت پناہی نے بعض سفر
 کے بیان میں تو یہ کیا ہے کہ ارادہ کسی طرف کا ظاہر کیا مگر وقت پر کہیں اور
 تشریف لے گئے اکابرین سلف کا یہی دیکھ تھا خصوصاً بحالت جنگ شہوی

کہ کس رہ نیا بد بر اسرار تو
 در غیمہ گویند در غرب داشت
 بجز تو ترا محرم راز نیست

چنین باید آمین کردار تو
 سکندر کہ با شرقیان حرب داشت
 درین کار کس باتو انبار نیست

| | |
|--|------------------------------|
| اگر جز تو داند کہ رے تو حیست | بران رے و دانش بیاہ گریست |
| <p>اس باب میں یہ قول مشہور ہے اُس ترز ہبک و ذہابک و ذہابک۔ تین چیزوں کو پوشیدہ رکھنا چاہیے اول سفر کو یعنی مقصد و راہ سے کسی کو خبر نہ کرنا چاہیے کیونکہ دشمن اپنی تدبیر میں مصروف ہوگا دوم دین و مقدمات کو نہ بیان کرنا چاہیے کہ چغلی خور اور حسود بے شمار ہیں۔ سوم اپنے مال کو چھپانا چاہیے کیونکہ اہل طمع بے شمار ہیں بلکہ ہر ایک راز خفی بہتر ہے کیونکہ دنیا میں محرم اسرار لوگ کستہ ہیں۔ غنوی</p> | |
| منہ تر خود یا کسے در میان | کہ محرم نہ بینی ز اہل جہان |
| بگشتم در اطراف عالم بسے | نہ دیدم زیا را نہ محرم کسے |
| <p>حکما نے کہا ہے کہ آدمی کا مافی الضمیر دو صورتوں سے خالی نہیں یا نشانِ نعمت ہے یا بیانِ محنت یہ ہر دو لائق پوشیدگی ہے اگر عطاے نعمت ہے تو اُسے چھپانا چاہیے کہ چشمِ حسود اپنا کام نہ کرے اور اہل عالم کی طمع سے محفوظ رہے اور اگر مصائبِ زمانہ ہیں تو اس لیے چھپانا چاہیے کہ دوستوں کو ملال نہ ہو اور دشمنوں کو شامت کا موقع نہ ملے اسی باب میں کہلے قطعہ</p> | |
| تا تو انی سر خود با کس مگو | زانکہ آن سر شادی آر دیا ملال |
| اگر غمی باشد شود دہا ملول | و ربود شادی رسد عین الکمال |
| پس درون خلوت ساز خویش | بیسچکس راہ مردہ در پیج حال |
| <p>کسی نے ایک حکیم سے پوچھا کہ اگر کوئی راز دل میں کھٹکتا ہو اور کسی سے حفا و بھلائی کے لیے کہا جائے تو کیسا ہے جواب دیا جب تک اس راز سے تجھے سروکار ہے اور خود اس کی حفاظت نہ کر سکے تو ایسے شخص سے بیان کر کہ جس کو اس معاملہ سے کچھ تعلق نہ ہو تاکہ وہ اس راز کو سن کر کسی سے نہ کہے</p> | |

| | |
|---|---|
| بار اگر نہ کشد مرغ از بار خود | چون تو نتوانی کشیدن بار خود |
| حکایت ہے کہ اسکندر نے اپنا کوئی راز ظاہر کر دیا اور اُس شخص سے محافظت کا وعدہ لے لیا تھا۔ اُس شخص نے وہ راز کسی سے بیان کر دیا اور اسکندر کو معلوم ہو گیا تو حکیم بلیناس سے دریافت کیا کہ جو شخص کسی کا راز فاش کرے اُس کی کیا سزا ہے۔ حکیم نے کہا کہ اس سوال کی اور تشریح کرو۔ اسکندر نے کہا کہ میں نے فلاں شخص سے اپنا راز بیان کیا تھا اور وعدہ لے لیا تھا مگر اُس نے افشا کر دیا۔ حکیم نے جواب دیا کہ جب تو اپنے راز کا بار خود نہ اٹھا سکا تو دوسرے کو کیا ملامت کی جائے۔ قطعہ | |
| ہدم خود باش خود زیر اکہ ہدم یافت نیست گفت بگذر کا پنجہ میخوای ب عالم یافت نیست | سر خود را ہم تو محرم شو کہ محرم یافت نیست دوستی بیکر وے و یکدل جستم از پیر خسر |
| چھتیسواں باب اعتناء فرصت و طلب نیکی نامی کے بیان میں | |
| عقلا اور اصحاب خبر پر پوشیدہ نہیں ہے کہ عمر عزیز برق آسا گزر جاتی ہے اور اوقات زندگی موج بحر کی طرح ناپائدار ہے جو وقت کہ گزرتا ہے جو ہر بے بدل ہو اسکی قیمت پہچانی چاہیے اور جو فرصت کہ ملتی ہے غنیمت بے عوض ہے اُسے ضائع نہ کرنا چاہیے۔ | |
| چہر اکہ ایلچی عمر بے نشان گذرد | دیکھ می گذر روزان نشان مجوی دیگر |
| زندگانی کا جو حصہ گزر گیا اُس کی واپسی ناممکن ہے اور جو باقی ہے وہ پروہ غیب میں مخفی ہے۔ ماضی و مستقبل کے درمیان کچھ وقت ہے جسے حال کہتے ہیں۔ اپنی عمر اسی وقت کے لیے جانی چاہیے اور اپنا کام اسی وقت کرنا چاہیے۔ قطعہ | |
| زان پیش کو برون رود از دست ناگهان | فرصت غنیمت است غنیمت شمار عمر |

| | |
|--------------------------------------|----------------------------------|
| دل پر زمانہ کے ہند آن کس کے عاقل است | دانا بھر خود نہ کست تکیہ بر جہان |
|--------------------------------------|----------------------------------|

پس اس گزرندہ روزگار اور اوقات ناپائیدار میں صاحب دولت وہ شخص ہے جس کے اظہارِ کرم و آثارِ محبت کا نیک ذکر بطور یادگار باقی ہے کیونکہ حیات باقی نیکنامی کا دوسرا نام ہے۔ قطعہ

| | |
|--|--|
| اے طالبِ خلود و بقا دوامِ عمر بچ سست قدر شوکتِ مالِ منالِ جا ہر چند ذکرِ می کنم از ہر چہ در جہان | باقی بہ ذکر خیر بود نام آدمی چون عاقبت فناست سرِ بنام آدمی نام نکوست حاصلِ ایام آدمی |
|--|--|

حکایت ہے کہ بادشاہ کی مجلس میں کسی درویش کی حضار نے بڑی تعریف کی اور اُس کے فضل و کمال کو بے انتہا سراہا حتیٰ کہ بادشاہ کو بھی اُس سے ملنے کا شوق پیدا ہوا اور فی الفور اُس کے حاضر کرنے کا حکم دیدیا وہ درویش مجلسِ شاہی میں حاضر ہوا اور اُسے سلام کے بعد کہا کہ بادشاہ ہزار برس تک سلامت ہے بادشاہ نے کہا پہلے ہی بار تو نے محالِ مر کی دعا دی جس سے تیرا فضل و کمال معلوم ہوتا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ انسان کی حیات صرف بقاے جسم ہی تک منحصر نہیں ہے یہ تو سچی جانتے ہیں کہ ہزار برس تک کوئی نہیں جیتا مگر حیات نامِ نکو دوسری زندگی ہے اور یہی میرا منشا تھا کہ نیکنامی آپ کی ہزاروں برس تک صفحہ روزگار پر باقی رہے۔ قطعہ

| | |
|--|--|
| کسے کو شد بنام نیک مشہور ولے آن را کہ فعلِ ست بدنام | پس از گرش بزرگان زندہ دنیا اگر چہ زندہ باشد مردہ خوانند |
|--|--|

اور یہ شعر بھی اسی باب میں کہا گیا ہے ۵

| | |
|---|--|
| سعد یا مردِ نکو نامِ نیکسرد ہر گز مردہ آنست کہ نامش بہ نکوئی نہرند | |
|---|--|

ایک بزرگ نے اپنے رسالہ میں بیان کیا ہے کہ اگرچہ ایوان کسریٰ کی رفعت و مرتبت شہرہ آفاق ہے لیکن تعجب نہ کنگرہ کی بلندی پر ہے نہ جالی اور غرفہ کی خوبی پر کیونکہ چند اینٹوں کا جمانا اور اُکھٹرنا چند ان دشوار کام نہیں ہے منظر عقل یہ ہے کہ ایک گوشہ تنگ مین پیرزن کا جھوٹا باقی رہا۔ یہ ماجرا یوں ہے کہ جب ایوان کسریٰ بنکر تیار ہوا اور محلات و قبھرو کے اتمام کو پہنچے تو نوشیروان نے حکما کی ایک جماعت کو حکم دیا کہ غور سے معائنہ کرو اور اگر کوئی نقص اس ایوان میں نظر آئے تو بتاؤ اُس کا انتظام کیا جائے۔ اُن لوگوں نے اطراف و جوانب کو دیکھ کر بادشاہ سے عرض کیا کہ اس ایوان کی بلندی بیچ جوڑا سے ٹکڑے کھاتی ہے اور اس کے کنگرہ کا پالے عرش ایوان زحل پر قائم ہے۔ قطعہ

چنین عمارت عالی جهان نداد یاد
دری ز خلد بروی جہانیاں بکشد

چنین بنائے ہایون فلک ندید بچشم
نخست بار کہ اقبال باز کردورش

کوئی نقص و خرابی اس محل میں نہیں ہے مگر فلان گوشہ کی طرف ایک مختصر سا جھوٹا ہے اُس کے روزن سے دھواں اُٹھتا ہے اور دیوار کو سیاہ کر دیتا ہے اگر اسکا انتظام ہو جائے تو نہایت مناسب ہے اور اس وجہ کا مثلاً بادشاہ کے لیے نہایت ضروری ہے۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ یہ جھوٹا ایک پیرزن کی ملکیت ہے جس نے اپنی تمام عمر اسی میں گذراتی ہے جب اس ایوان کی بنیاد ڈالی گئی اور معماروں نے اس کا نقشہ کھینچا تو اس جھوٹے کی وجہ سے بنیاد نامہورا تھی۔ مین نے پیرزن کو پیغام دیا کہ اس جھوٹے کو جس قیمت پر چاہے میرے ہاتھ فروخت کر دے یا بجائے اس کے دوسرا اچھا مکان دوں۔ پیرزن نے جواب دیا کہ مین اسی گھر میں پیدا ہوئی اور اسی سے مانوس ہوں۔ اتنے بڑے تیرے ملک کو مین دیکھ سکتی ہوں مگر تو میرے اس حقیر آشیانہ کو نہیں دیکھ سکتا

مین اُس کے جواب سے متاثر ہوا اور پھر کچھ نہ کہا جب عمارت تیار ہوئی تو دھوئیں سے دیوار سیاہ ہونے لگی مین نے دریافت کرایا کہ دھواں کیوں کرتی ہے۔ اس نے جواب دیا کہ کھانا پکاتی ہوں۔ مین نے کچھ نہ کہا اور ایک خوان لذیذ غذا اور مرغ بریان سے آراستہ کر کے اُس کے پاس روانہ کر دیا اور کہلا بھیجا کہ اس خوان کو روز تیرے لیے مین بھیجا کروں گا تو جھوٹے مین آگ نہ جلا کہ اس سے محل کی دیوار سیاہ ہوتی ہے اس نے جواب دیا کہ دنیا میں اس قدر فاقہ کش اور بھوکے اپنی حالت پر آنسو بہانے والے لوگ ہیں کہ مین جھٹے ہوئے مرغ کو نہیں کھا سکتی۔ اپنے خالق سے ڈرتی ہوں کہ ستر سال تک تو نان جوین حلال کماٹی سے کھا کر بسر کی اور اب مرغ بریان اور لذیذ کھانے چکھوں۔ تو میرے کلبہ احزان کو درگزر کر کہ یہ ایوان عدل کی زینت ہے۔ جب امرادیکھیں گے کہ تو نے کمال عدالت سے اس جھوٹے کو ہاتھ نہیں لگایا تو املاک رعایا پر وہ بھی دست تصرف دراز نہ کریں گے دوسرے یہ کہ تیرا ایوان مدت مدید تک باقی نہ رہے گا اور میرے گھر کا قصہ مدت دراز تک صفحہ روزگار پر باقی رہے گا مین نے اس کے جواب کو پسند کیا اور اُسکی ہمسائی پر راضی ہوا۔

حکایت ہے کہ ایک پیرزن کے پاس ایک لاغرا اور چھوٹی ٹہنی گائے تھی ہر صبح کو اُسے جنگل میں لے جاتی اور شام کو گھر واپس لاتی اور دونوں وقت ایوان کسری کے سامنے جو فرش مکلف بچھا رہتا تھا اُس پر سے فرش وندتی ہوئی گائے کو لیجاتی۔ ایک دن کسی نے کہا کہ اے پیرزن یہ حرکت نہ کر اس سے بادشاہ کی آبرو بگڑتی ہے اور رعب و داب پر حرف آتا ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ بادشاہ کی آبرو و ظلم سے جاتی ہے نہ کہ عدل سے اور سطوت شاہی جہل سے خراب ہوتی ہے نہ کہ عقل سے۔ مین جو کچھ کہتی ہوں بادشاہ کی نیکنامی کے لیے

اور اس کی نیک انجامی کی میں طلبگار رہوں۔ الحق بہت صحیح کہا کیونکہ ہزار برس گزر چکے مگر کلبہ پیر زن اور ایوان کسریٰ کی حکایت ہنوز دنیا میں برقرار ہے اور تمام زبانوں پر جاری ہے۔

جینے حسن عمل بدکہ روزگار ہنوں | خراب می نکلند کار گاہ کسریٰ را

منوچہر کے اقوال میں سے ہے کہ عاقل وہ ہے جو حصول دولت و نعمت پر فریفتہ نہ ہو ادب جانے کہ جسے خدا نے بادشاہی دی اس نعمت کا حق اُس پر فرض ہو گیا اور وہ حق اس طرح ہے کہ معاش و معاد کے مصالح مہیا کرے تاکہ دنیا میں نیکنام ہو اور عقبیٰ میں نخبستہ فرجام۔

بافتوت ہم نشین شو یا مروت یا رباش | دانگمی از تاج و تخت خویش بر خوردار باش

حکایت ہے کہ کیقباد نے اپنی استقلال رائے سے سلطنت کو مضبوط و مستحکم کیا اور نیکنامی کی بنیاد ڈالی اس کے اوصاف میں سے ایک یہ ہے کہ شعرا و مداحوں کو دوست رکھتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ نام دو چیزوں سے باقی رہتا ہے ایک مدح سے دوسرے عمارت سے قطعہ

گر بودی نظم فردوسی چہ دانستی کسے | بزم کیا کوس و رزم رستم و اسفندیار

گشت از نظم نظامی نام بہرام بلند | شد ز شعر انوری اوصاف سحر آشکار

حکایت ہے کہ سلطان محمود نے ایک باغ تیار کر لیا تھا و ضہ رضوان کی طرح دلکش۔ فردوس برین کے مثل ہجرت افزا۔ نہ بہت و صفائیں بوستان بہشت سے کم نہ تھا۔ اور غایت تروتازگی اور بہار کی وجہ سے رشک گلستان ارم تھا۔ نظم

بے گل شکفتہ بر اطراف باغ | بر افروختہ ہر یکے چون چراغ

| | | | |
|---|--|---|--|
| | صبا عطر نیز و ہوا مشک بوے ایک ہاشن سوسن زبان تیز تر | ریاحین و میدہ بر اطران چکا درختش ز طوبی دلا دیز تر | |
| <p>اور اپنے پیریز رگوار ناصر الدین بگتلیں کی ایک دن اس باغ میں دعوت کی۔ طعام ہائے لذیذ و نفیس دسترخوان پر چٹے گئے جو خلد برین کے طعام کا مزہ دیتا تھا اور خوشگوار شربت پینے کے لیے تھا جو حلاوت میں شراب طور کے ہم پلہ تھا۔ مثنوی</p> | | | |
| | خبر داد از خور دہائے بہشت بر آورد پر مرغ دار از نشاط بہ تنگ آمدہ تنگہائے شکر | ایا بایے نوشین عنبر شربت نہ مرغان فریہ تو گوئے لباط زلوزیہنا وز حلوائے تر | |
| <p>فراغت طعام کے بعد محمود نے اپنے باپ سے پوچھا کہ نظر انور میں یہ باغ کیسا معلوم ہوتا ہے ناصر الدولہ نے جواب دیا کہ جان پدر یہ روضہ بغایت دلکش ہے۔ لیکن ارکان دولت اور ملازمین سلطنت میں سے ہر ایک ایسا باغ تیار کر سکتا ہے۔ بادشاہوں کو چاہیے کہ ایسا باغ تیار کر ایں جس کے مثل اور کوئی نہ تیار کر سکے۔ سلطان محمود نے دریافت کیا کہ وہ کونسا باغ ہے اور کس طرح کا ہے۔ جواب دیا وہ فضلا و حکما اور شعرا کے بوستان میں نہال تربیت و احسان کا لگانا ہے تاکہ اس سے ایسے پھل حاصل ہوں جس پر سرا و گراما کی فصل کا مطلق اثر نہیں پڑ سکتا۔ نظم</p> | | | |
| | کہ ہر یک کس سرخ برین بود شائے غصری مانند است بر جا | عمارت ہائے عالی ساخت محمود نہ بینی زان ہمہ یک خشت بر پا | |
| اور اسی مضمون کا یہ قطعہ بھی ہے۔ | | | |
| نوشیروان عمارت باغ خیال داشت | بوزر چہر گفت کہ لے شاہ کامران | | |

| | |
|--|--|
| آب وزمین مملکت اکنون بدست تو بیخے نشان کہ دولت باقیست برودہ | باغی بسا ز برطرست جو بہار آن کین باغ عمر گاہ بہار است و گہ خزان |
|--|--|

سینتیسواں باب رعایت حقوق کے بیان میں

ہر ایک شخص پر عموماً اور ارباب دولت و اصحاب قدرت پر خصوصاً اولے حقوق لازم ہے کیونکہ یہ صفت علوی نسب و حسب اور طہارت ذات و صفات پر واضح دلیل ہے۔ حقوق نعمائے الہی کے ادائیگی کے بعد شفقت والدین کا حق ادا کرنا لازم ہے۔ کیونکہ حق سبحانہ نے اپنی رضامندی کو انکی رضامندی سے وابستہ کر دیا ہے۔ چنانچہ حدیث قدسی میں آیا ہے۔ من رضی عنہ والدہ فاناعنہ راضی یعنی جس سے اس کے والدین خوش ہونگے میں بھی اس سے راضی ہوں گا اور والدین کے ساتھ احسان کرنا ایک قسم کی عبادت ہے و قضا ربک لا تعبد والا ایاہ وبالوالدین احسانا یعنی تیرے پروردگار نے حکم دیا کہ نہ پرستش کرو مگر اسی کی اور احسان کرو والدین کے ساتھ۔ یہ بات ثابت ہے کہ خوشنودی پر دنیا میں موجب دولت ہے اور آخرت میں سبب نجات و سعادت ہے۔ مثنوی

بسے دولت و شمشاد رونمود

چو ہرگز پروریز خوشنود بود

از و باد نکبت بر آور دوسر

چو شیر ویر تعظیم خسرو نہ کرد

حکایت ہے کہ مالک دینار رحمہ اللہ ایک سال حج کو گئے تھے۔ جب لوگ عرفات سے لوٹے تو ایک رات آپ نے خواب دیکھا کہ آسمان سے دو فرشتے اترے ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ اس سال کس شخص کا حج قبول کیا گیا ہے دوسرے نے جواب دیا کہ تمام زائرین کا۔ مگر احمد بن محمد بنی کا نہیں قبول ہوا

حالانکہ وہ مشقت بسیار اٹھا کر حج کو آیا ہے مصرع

بیچارہ کسے کو شد از گوی تو محروم

مالک بیدار ہوئے اور اسی اندیشہ میں صبح تک نہ سوئے علی الصباح اٹھ کر قافلہ خراسان کو تلاش کیا اور احمد بنی کی جستجو کی ناگاہ ایک بڑے خیمہ میں آپ داخل ہوئے۔ دیکھا کہ دامن خیمہ میں ایک خوشرو جوان موٹا کپڑا پہنے ہوئے بیٹھا ہے اور پانوں میں بیڑی گردن میں طوق ہے۔ مالک کو دیکھ کر سلام کیا اور کہا میں وہی ہوں جس کو آپ نے خواب میں دیکھا ہے کہ اس کا حج قبول نہیں ہوا اور یہ موٹا کپڑا و طوق و بند میری محرومی کی علامت ہے۔ مالک دینار فرماتے ہیں کہ میں اس کی روشنفیبری اور صاف باطنی پر حیران رہ گیا اور پوچھا کہ اس محرومی کی کیا وجہ ہے۔ جواب دیا میرا باپ مجھ سے ناخوش ہے میں نے پوچھا کہ تیرا باپ کہاں ہے۔ اس نے جواب دیا کہ اسی قافلہ میں ہے۔ الغرض ایک آدمی کو ساتھ لیکر ان تک میں گیا۔ دیکھتا ہوں کہ ایک سائبان عالیشان ہے اور شامانہ فرش بچھا ہوا ہے اور ایک پیر مرد خوش بیان گرسی پر بیٹھا ہوا ہے بکثرت لوگ اس کے داہنے بائیں کھڑے ہوئے ہیں۔ آگے جا کر میں نے سلام کیا اور کہا کہ اے شیخ تیرے کوئی بیٹا بھی ہے جواب دیا ہاں ایک ناخلف بیٹا ہے جس نے میں ناخوش ہوں میں نے کہا اے شیخ آج وہ دن نہیں کہ کسی دل میں کسی کی طرف سے آزار باقی رہے۔ آج کا دن مظالم کی معافی کا دن ہے یہ مناسب نہیں ہے کہ تو اپنے فرزند کو عذاب میں مبتلا کرے۔ میں مالک دینار ہوں اس قسم کا خواب دیکھ کر تیرے پاس آیا ہوں اور خدا اور رسول کی شفاعت لایا ہوں کہ اسے معاف کر دے۔ یہ سن کر پیر مرد کھڑا ہو گیا اور کہا معاف کر دے کی میری نیت نہ تھی لیکن آپ کی سفارش سے معاف کرتا ہوں اس کے بعد

میں خوشخبری دینے کو جو ان کے خیمہ میں آیا تو دیکھا تو بسند و طوق علیہ کر دیا ہے اور پاکیزہ لباس پہننے ہوئے ہے۔ مجھے دیکھ کر کہا کہ اے مالک جزاک اللہ خدا آپ کو خیرے خیر دے کہ میرے اور والد کے درمیان صلح کرادی اور اُن کی خوشنودی کی برکت سے میرا حج قبول کیا گیا۔

| | |
|----------------------------|-------------------------|
| آنکھ تمنت پارہ از جان اوست | قطرہ از چشمہ حیدان اوست |
| خدمت او کن کہ بجائے رسی | برگ دہشش تا بنوائے رسی |

مان کی دعا اور خوشنودی اس سے بھی زیادہ نتیجہ پیدا کرتی ہے اور اس کی دعا جلد تر قبول ہوتی ہے حدیث میں آیا ہے کہ بہشت مانوں کے قدموں کے نیچے ہیں جو شخص اُن کی خدمت کرے اور اُن کی شفقت کی خدمتگداری کرے بہشت میں داخل ہو ۵

| | |
|------------------------|-------------------------|
| جنت کہ رضاے مادران است | اندر تہ پایے مادران است |
|------------------------|-------------------------|

دوسرے حقوق اقربا کی بھی رعایت کرنی چاہیے اور صلہ رحم کو پورا کرنا چاہیے اور یہ منجملہ واجبات کے ہے صلہ رحم سے عمر بڑھتی ہے اور روزی میں فراخی ہوتی ہے۔ احادیث قدسی میں بیان ہے کہ میں رحیم ہوں اور اشتقاق رحم میرے ہی نام سے ہے جو کہ اسے پیوند کرے میں اپنے نام سے ملا لیتا ہوں اور جو اسے قطع کرتا ہے میں اپنی رحمت سے اُسے جدا کرتا ہوں۔ حکایت ہے کہ حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی کہ اپنے اقربا کے ساتھ نیکی کر۔ آپ نے التجا کی کہ ابھی کیا کروں میں جو تیری رضا حاصل ہو۔ خطاب ہوا احسان کر اگر غائب ہیں تو سلام و دعا سے اور اگر حاضر ہیں تو محتاجوں کو صلہ رحم و عطا سے اور دو متمنون کی ملاقات و زیارت سے ۵

| | |
|-------------------------------|---------------------------------|
| برخویش کشادہ کن رہ و صلت خویش | تا از ہمہ بیش باشی و از ہمہ بیش |
|-------------------------------|---------------------------------|

اور دوسرا حق استاد معلم کا ہے جو شخص ان کا حق پہچانے اور ان کی حرمت و توقیر بجالائے دنیا و عقبیٰ میں سعادت کا مستحق ہو۔ کہتے ہیں حرمت استاد سیرت اور تاد کی ہے اور اوتا د یعنی جماعت اولیا کی برکت سے دنیا کا قیام و ابستہ ہو

| | |
|---------------------------|--------------------------|
| فراموش مکن حق استاد معلم | کہ برہمت اوست بنیاد علم |
| اگر دولت مہر استاد نیست | بدست امید تو جز باد نیست |
| مرآستاد را ہر کہ محکوم شد | بسے بر نیاید کہ مخدوم شد |

دوسرے حقوق ہمسایگان کی ادائیگی بھی لازم ہے یعنی جن کے مکانات قرب و جوار میں واقع ہوں۔ حدیث میں آیا ہے کہ جو خدا اور روز قیامت کو دوست رکھتا ہے اُس سے کہو کہ اپنے ہمسایہ کو عزیز رکھے اور انکو عزیز رکھنا اس طرح سے ہے کہ حتی المقدور انکو نفع پہنچائیں اور اُس کے نقصان کی تلافی کریں اگر درویش مینوا ہو تو حالات ہر وقت دریافت کرنا چاہیے۔ حکایت ہے کہ ایک درویش کسی تونگر کی ہمسائی میں رہتا تھا۔ ایک دن دو تمندکار لوگ درویش کے گھر میں آیا اور دیکھا کہ درویش مع اپنی عیال و اطفال کے کھانا کھا رہا ہے بخوڑی دیر تک وہ کھڑا رہا۔ اسے بھوک لگی تھی مگر کسی نے پوچھا بھی نہیں پچانچہ لوگ اروتا ہوا اپنے گھر آیا۔ مان باپ نے رونے کا سبب پوچھا تو اس نے بیان کیا کہ میں ہمسایہ کے گھر گیا تھا اور اس نے کھانا نہیں دیا۔ باپ نے طرح طرح کے کھانے لادے مگر وہ چپ نہ ہوا اور کہا کہ وہی کھانا لا دو۔ آخر کو اُس کا باپ درویش کے گھر آیا اور اُس سے کہا کہ تجھے ایسا چاہیے کہ تیری وجہ سے ہکو بچ پونچے۔ درویش نے جواب دیا کہ حاشا وکلا بھلا میں آپ کو بچ پونچاؤں گا۔ اس نے کہا اس سے بڑھکر اور کیا ہوگا کہ میرا لوکا تیرے گھر آیا اور تو کھانا کھا رہا تھا۔ مگر اُسے نہ دیا وہ کہتا ہے کہ میں وہی کھانا لوں گا

تھوڑی دیر کے بعد دریش نے جواب دیا کہ ایک راز ہے وہ نہ دریافت کرو کہ میرا پردہ چاک ہوتا ہے۔ قطعہ

| | |
|---------------------------------|---------------------------------|
| اے کہ برکب نازندہ سواری ہیشا | کہ خرخار کش سکین در آب و گل ست |
| آتش از خانہ ہمسایہ در ویش مخواہ | کانچہ بر وزن او میگذرود و دل ست |

خواجہ نے اصرار سے پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ جو کھانا میں کھا رہا تھا میرے لیے حلال تھا اور تمھارے لڑکے کے لیے حرام، میں نے نہ چاہا کہ حرام کھانا دونوں نے کھانے لگا دے اور وہ ایسا کھانا بھی ہے جو ایک پر حلال ہو اور دوسرے پر حرام درویش نے کہا کیا آپ نے قرآن نہیں پڑھا۔ فمن اضطر فی مخصۃ یعنی جو تنگدستی میں مجبور ہو جائے تو مردار اس پر حلال ہے اور جو تنگدستی نہ ہو اسپر حرام ہے تین روزے میں مع عیال و اطفال کے بھوکا تھا کسی قسم کا کھانا میسر نہ ہوا آخر غلام جنگل میں ایک گدھامرد پڑا تھا قدرے گوشت نکال کر پکایا اسی وقت تمھارا لڑکا آیا اصل حال یہ تھا جو میں نے عرض کیا ہے

| | |
|--------------------------|-------------------------------|
| ترا شب بعیش و طرب می رود | چہ دانی کہ بر ما چہ شب می رود |
|--------------------------|-------------------------------|

خواجہ یہ سنکر رو پڑا اور کہا افسوس اگر خدا نے قیامت میں مجھ پر عتاب کیا کہ اپنے ہمسایہ کے حال سے تو بے پروا رہا تو میں کیا جواب دوں گا یہ کہہ کر درویش کا ہاتھ پکڑا اور اپنے گھولایا جس قدر مال و متاع تھا اس کا نصف اُسے دیدیا۔ اسی شب آنحضرت کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں اے خواجہ جو شفقت خیر ہمسایہ پر تو نے کی ہے اُس کی وجہ سے تیرے گناہ معاف کیے گئے اور حیرت مال میں برکت دی گئی اور کل قیامت کے دن تو میرا ہم نشین ہو گا۔ شعر

| | |
|---------------------------------|-------------------------------------|
| دستگیری گر کنی ہمسایہ در ویش را | با یسیر در جنان ہمسایہ مبتی خویش را |
|---------------------------------|-------------------------------------|

اور چونکہ دارالسلطنت بادشاہ کے لیے بمنزلہ گھر کے ہے پس ہر ایک

محتاج دے نو اک حق اس پر ثابت ہے۔ جو اس شہر میں رہتے ہیں اور سلطان کو ان کے حالات سے باخبر ہونا واجب ہے۔ یہ خبر مشہور ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام ایام قحط میں جبکہ وہ عزیز مصر تھے روز بروز ضعیف و ناتوان ہوتے جاتے تھے لوگوں نے آپ سے اس کا سبب پوچھا۔ اصرار کرنے پر جواب دیا کہ ایک پوشیدہ مرض میں گرفتار ہوں۔ طبیعوں نے کہا آپ بیان کریں تو ہم علاج کریں۔ آپ نے فرمایا کہ سات برس ہو گئے ہیں تخت پر متمکن ہوا اور تمام اختیار میرے ہاتھ آئے۔ اس اثنا میں میری یہ خواہش رہی کہ مان جو بن پرگز کروں حالانکہ اس پر میں نے عمل نہیں کیا۔ انھوں نے کہا اس قدر مشقت آپ کیوں برداشت کرتے ہیں۔ فرمایا بھوکوں اور محتاجوں کی موافقت کے لیے۔ ڈرتا ہوں کہ ولایت مصر میں کوئی آدمی کسی رات کو بھوکا رہے اور میں سیر ہوں اور قیامت کے دن گرفتار ہوں۔ شیخ العالم نے قحط بخارا میں لکھا ہے ۵

یاد آرا زمان گر سنہ بے آرام
خود گو کہ چنین روا بود در اسلام

اے کردہ شکم سیر ز انواع طعام
تو شب ہمیشہ شب خواب اونا کہ کنان

کہتے ہیں شام کا بادشاہ ملک صالح ایک غلام کے ساتھ رات کو مساجد و مقابر میں پھرتا تھا اور تفحص حالات کرتا تھا۔ ایک رات کو موسم سرما میں ایک مسجد میں داخل ہوا۔ ایک درویش کو دیکھا کہ برہنگی سے کانپ رہا ہے اور کہتا ہے کہ اسی شاہان دنیا تیری نعمت کو حظوظ نفسانی میں صرف کرتے ہیں اور ہم ضعیفوں اور محتاجوں کے حال سے غافل رہتے ہیں۔ اگر یہ لوگ کل قیامت کے دن بہشت میں جائیں گے تو تیرے عزت و جلال کی قسم ہے کہ میں بہشت میں قدم بھی نہ رکھوں گا۔ ملک صالح یہ سنکر مسجد میں داخل ہوا اور گرم لباس اور ایک تھیلی اشرافیوں کی درویش کے سامنے رکھ کر رویا اور کہا کہ میں نے سنا ہے کہ درویش بہشت کے بادشاہ بنے گا۔

آج کہ مین یہاں کا بادشاہ ہوں تم سے صلح کرتا ہوں تاکہ جب تم بادشاہ ہو تو مجھ سے دشمنی نہ کرو اور حمایت کرو۔ مثنوی

| | |
|--|--|
| من امروز کردم در صلح باز من آن کس نیم کنه غرور چشم تو ہم با من از سر بنه خوی زشت | تو منہ دابر و یکم کن در فراز زیبا رنگان روئے در ہم کشم کہ تا ساز نگاری رود در بہشت |
|--|--|

دوسرے مہمانوں کے حقوق کی رعایت بھی لازم ہے۔ کیونکہ مہمان خدا کی طرف سے ایک تحفہ ہوتے ہیں اور حدیث میں آیا ہے جو خدا پر ایمان رکھتا ہے اور قیامت کے دن پر بھی اُس سے کہو کہ مہمان کو غزیر رکھے اور مہمان کی عزت یہ ہے کہ اُسے عزت سے رکھیں اور اس کے ساتھ سلوک کریں کہ اس کی ابرو کا سبب ہو اور جو کچھ ہو سکے اُس کے لیے تکلفات کریں۔ قطعہ

| | |
|--|--|
| چون مشرف شوی بہ مہمانی در رہ مردے و دل داری | ہر چہ داری فدائے مہمان کن ہر چہ دلخواہ او بود آن کن |
|--|--|

حکمانے کہا ہے کہ مہمان کو نہ دیکھو کہ وہ کون ہے اپنے کرم پر نگاہ رکھو کہ اسکا کیا مقتضی ہے۔ یہ حکایت مشہور ہے کہ طلحہ ایک مرتبہ تنہا قبیلہ بنی قیس میں آیا اس قبیلہ کا سردار مالک بن عوف تھا۔ اس نے طلحہ کو نہ پہچانا اور اُسکی عزت بزرگی اور مرتبہ پر اطلاع نہ پائی جس کی وجہ سے مہانداری اور خاطر و تواضع میں کمی ظاہر ہوئی۔ طلحہ نے اس مذلت کو گوارا کیا اور اپنی عالی جو صلگی اور جلیب و نسب کے اثر سے اس بے وقوفی کو برداشت کیا۔ جب قبیلہ سے وہ رخصت ہوا تو مالک کو معلوم ہوا کہ اسکا مہمان کس قدر تعظیم کا مستحق تھا۔ نہایت شرمندہ ہوا اور معذرت نامہ لکھا کہ مین نے آپ کو پہچانا نہ تھا اور خدا امان والا کے لیے حسبِ تہم خدنگاری مین کوتاہی واقع ہوئی۔ اب میرا دل زخمی ہے اور خجالت سے سرخ ہے۔

| | |
|--|--|
| <p>جگو نہ سرز خجالت بر آدم از پیش کہ خدمتے بسزابر نیامد از دستم</p> | |
| <p>امید ہے کہ جو تقصیر مجھ سے سرزد ہوئی بقضائے شیوہ کرم اُس سے درگزر کیجیے</p> | |
| <p>اگر در خدمت تقصیر وارم</p> | <p>بفضل شملت امید وارم</p> |
| <p>طلحہ نے جواب دیا کہ جو تم نے توقع کی ہے۔ قبول عذر سے تم اندیشہ نہ کرو کہ میری مروت کا یہی اقتضا ہے اگر ہزار گناہ اسی طرح ہوتے تو ایک عذر خواہی درگزر کرنے کے لیے کافی ہے۔ ۵</p> | |
| <p>چون پر تو عذر از افاق روئے نمود</p> | <p>نایید شدہ چو سایہ ہر جرم کہ بود</p> |
| <p>لیکن تمھارا یہ لکھنا کہ مجھے پچانا نہیں عذر لنگ ہے اور شیوہ کرم سے بعید ہے کہ مہمانی میں اشرف و بزرگوں کے لیے رسم و اعزاز کا منحصر کرنا مروت سے باہر ہے۔ بشرطِ مینر بانی یہ ہے کہ جس طرح آفتاب ہر جگہ اپنی روشنی پہنچاتا ہے اور جس طرح کہ ابہر جا برستا ہے اسی طرح وہ بھی ہوا اگر مہمان بڑا شخص ہے تو حق بزرگی ادا کروا کر فرمایا ہو تو اس کے ساتھ احسان کرو کیونکہ بزرگوں کی خدمت میں کوتاہی ہونی موجب خجالت و شرمندگی ہے اور غیر تحقیقین کا اعزاز بدنامی اور پشیمانی کا سبب نہیں ہے۔ قطعہ</p> | |
| <p>از رہِ مردی و جوانِ مردی کہ چربادی این کرم کردی خود حق او بجلے آوردی</p> | <p>مہمان را عزیز باید داشت گر بزرگ ست و لائق خدمت و ربود سفلہ کس سخاوت گفت</p> |
| <p>ایسے لوگ بھی ہو گئے ہیں جنہوں نے اپنے دشمن کی بھی خاطر تو اضع اور مہمانداری میں کمی نہیں کی چنانچہ تو ایسے میں لکھا ہوا ہے کہ کرمان میں ایک بادشاہ نہایت کریم و سخی تھا۔ ہر وقت اسکا دسترخوان مہمانوں کے لیے عام و خاص پر رکھا ہوا تھا۔ حتیٰ کہ جو شخص شہر میں آتا۔ اس کے خوان کرم پر ضرور حافہ</p> | |

اور جب تک کہ وہ شہر میں مقیم رہتا دن اور رات کا کھانا اس کے مکان پر بھیجا جاتا
ایک مرتبہ عضد الدولہ نے شاہ کرمان پر فوج کشی کی۔ بادشاہ کو غنیم کے مقابلہ کی
طاقت نہ تھی نہ محصور ہو گیا۔ روزِ عضد الدولہ کا لشکر حصار میں آتا اور جنگ کرتا
اور ہر شب ملک کرمان عضد الدولہ کے پاس اس قدر کھانا بھیجوا جاتا جو اس کے
لشکر کیلئے کافی ہوتا۔ عضد الدولہ نے پیغام بھیجا کہ دن کو جنگ کرنا اور رات کو
ضیافت کھانا کیا معنی رکھتا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ جنگ کرنا اظہارِ مردی ہے
اور ضیافت اظہارِ مردی۔ اگرچہ تم دشمن ہو مگر پھر بھی ہمارے ملک میں ہو۔ میری
مروت نے گوارا نہ کیا کہ میرے مکان پر لشکر آئے اور اپنا کھانا کھالے۔ یہ سنکر
عضد الدولہ متاثر ہوا اور کہا ایسے ذی مروت شاہ سے جنگ کرنا بے مروتی ہے
چنانچہ لشکر کو لے کر واپس گیا اور پھر حملہ کا قصد نہ کیا۔

| | |
|--------------------------|-------------------------|
| مردمی کن بجائے دشمن دوست | گز مروت زیان نہ کرد کسے |
|--------------------------|-------------------------|

سہان داری کی دوسری شرط یہ ہے کہ اگر مہمان سے گناہ سرزد ہو یا اس سے
پہلے اس نے کوئی جرم کیا ہو جب وہ اُس کے خوانِ احسان سے تناول کرے
تو گناہ سے درگزر کرنا چاہیے۔ چنانچہ منقول ہے کہ معن بن زائد کے تین سو
دشمن امیر اسکے پاس حاضر ہوئے معن نے چاہا کہ ان کے سزا کا حکم دے ایک
لڑکا قیدیوں میں سے اٹھا اور کہا کہ اے امیر تجھے خدا کی قسم مجھے پانی پلا دے
اور پیاسا نہ قتل کرے معن نے پانی لانے کا حکم دیا اور پیالہ لڑکے کے ہاتھ میں دیا۔
اُسے پھر کہا کہ اے امیر میری کل قوم پیاسی ہے مروت سے دور ہے کہ میں پانی
پی لوں اور وہ دیکھتے نہیں معن نے سب کو پانی پلا دیا۔ جب معن فارغ ہوا تو لڑکے
نے کہا کہ اے امیر ہم سب تیرے مہمان ہوئے اور مہمان کی تکریم واجب ہے اور
سہان کا مار ڈالنا اہلِ کرم کی رسم سے باہر ہے۔ معن اسکی فصاحت پر تعجب ہوا

اور سب کو رہا کر دیا اسی طرح دوسری حکایت ہے کہ کسی امیر کا ایک شخص پڑا
 خطیر قرض تھا اور وہ شخص اس کی ادائیگی سے قاصر تھا اُس نے مدیون کو تحصیلدار
 کے سپرد کر دیا کہ قرض وصول کرے۔ تحصیلدار اپنے گھر لے گیا اور سختی کرنے لگا
 قرضدار نے بڑی آہ و زاری کی اور لجاجت سے کہا کہ مجھے امیر کے پاس لے چلو
 میں ایک ضروری بات اس سے کہوں گا۔ چنانچہ امیر حاکم کو رجم آیا اور امیر کے
 گھر اُسے لے گیا۔ قضا اور دسترخوان کچھا تھا تحصیلدار بھی دسترخوان پر بیٹھ گیا اور
 مدیون بھی جب کھانے سے فراغت ہوئی تو امیر کی آنکھ اس مدیون پر پڑی اور
 کہا کہ یہ مرد جب ہمارا مہمان ہوا اور ہمارے دسترخوان سے کھانا کھایا تو اسے
 ریختہ کرنا مروت سے بعید ہے۔ میں نے اپنا قرض معاف کر دیا اور چھوڑ دیا ^{قطعہ}

حرمت مہمان بہایداشت

اندر آئین مہمانداری

جز نہال کرم نشاید کاشت

بر لب جوئے بار مہمانے

دوسرے سالکوں کے حق کی رعایت بھی لازم ہے خواہ وہ کتنا یہ مانگے یا
 صراحۃً اُن کا محروم واپس کرنا بقول حق تعالیٰ "اما السائل فلا تنهر" اور حدیث
 میں آیا ہے "لسائل حق"۔ لہذا علی فرس" اور اس قدربالغہ و تاکید اسلئے
 ہے کہ حق سوال ضائع نہ ہونے پائے حضرت عیسیٰ کے کلمات میں آیا ہے
 کہ جو شخص سائل کو ناامید کرتا ہے۔ ایک ہفتہ تک فرشتگان رحمت اُس کے
 گھر میں نہیں جاتے۔ سلطان ابراہیم ادہم اپنے عہد حکومت میں فرماتے تھے
 کہ کس قدر سائل نیک دوست ہیں کہ گھروں پر آتے ہیں اور جو ہوائے بگتہ ہیں
 تاکہ تھارے لیے وہ سرمایہ آخرت میں جمع رکھیں اور وہ ان اس کے معاوضہ
 میں دس دس حصہ زیادہ لے۔ ^{قطعہ}

با حسان دل سالکان شاد کن

گرت شادی ہر دو کون اگر دوست

نفیری زبندِ غم آزاد کن

اور آزادیٔ پادشاہ ہر بلا

دوسرا حق سفارش کنندگان کی درخواست کا بھی ہے کیونکہ مقرر ہے کہ شفاعت ایک قسم کا بہ تضرع سوال ہے اور ظاہر ہے کہ شفیع اشراف اور اعیان سے ہوگا۔ پس انکے کلام کا احترام کرنا اور عفو و رحمت کرنا اہالیانِ سعادت کی عادت میں داخل ہے۔ حکایت ہے کہ کسی اکابر نے خلیفہ مقتدر سے کسی مجرم کی سفارش کی۔ مقتدر نے کہا کہ اس شخص نے بہت بڑا جرم کیا ہے اسے کہا کہ میں بھی عفو گناہِ عظیم کی درخواست کرتا ہوں۔ کیونکہ معمولی جبراً تم کو تو بے سفارش بھی معاف کر دیے جاتے ہیں۔ خلیفہ نے اس کا جواب پسند کیا اور اس مجرم کو آزاد کر دیا اور کہا کہ اگر کوئی شخص سفارش کرے تو ایسا ہی کرنا چاہیے۔

قدرش ہمہ جا رفیع باشد

آن را کہ چنین شفیع باشد

نگارستان میں لکھا ہوا ہے کہ خداوندانِ قدرت کے لیے زبردستوں کی خطاؤں کا معاف کرنا رفعتِ قدر کا نشان اور بلند ہمتی کی علامت ہے۔ حکایت ہے کہ لوگوں نے کسی کو خیانت کا مجرم بنایا آخر کار حاکم کے پاس مقدمہ آیا اُس نے قید کا حکم دیا۔ ایک عرصہ دراز تک اُسے کسی نے بھی نہ یاد کیا مگر ایک بزرگ تھا جس کو قیدی سے بڑی محبت تھی۔ اُس نے والی کو ایک رقم لکھا اُس کا مضمون یہ تھا۔ مجرموں کی لغزشوں سے درگزر کرنا اہل اختیار کی معمولی عادت ہے۔ فلان فقیر عاجز اور مسکین مجبوس ہے اور نزدیک بہ ہلاکت پہنچ گیا ہے اور میں جانتا ہوں کہ آنجناب کا کرم عظیم گرفتاروں کی رہائی کے لیے بہانہ جو ہے۔ اگر اس قیدی کا دامن عصمت اس گناہ سے بے لوث ہے تو اس کی آزادی کا حکم دینا ضرور ہے اور اگر غبارِ گناہ دامنِ طہارت پر پڑ گیا ہے تو اسے

آب کرم و عفو سے دھونا چاہیے اور اگر ان دونوں صورتوں کے علاوہ کوئی تیسری بات ہے تو سفارش کنندہ کے لحاظ سے معاف کرنا چاہیے۔ قطعہ

| | |
|--|--|
| بجود شامل و انعام عام برہم کس منہ و راتش اندیشہ یگینا بان را و گر جزین دو صفت بہت حالتی دیگر | تراست فضل چو خورشید فیض چون باران آب عفو لیشو نامہ گنگا کاران بود بر اسے چنین کس شفاعت یاران |
|--|--|

جب یہ رقعہ والی کے پاس پہونچا اور لطف کلام و حسن شفاعت کو ملاحظہ کیا تو جواب میں لکھا ۵

| | |
|-------------------------------|---------------------------|
| آن را کہ روی لطف در خواست کنی | کارش بصلاح آری و راست کنی |
|-------------------------------|---------------------------|

تمھاری شفاعت اور لطیف و پراز صدق کلام سے میں نے قیدی کو آزاد کر دیا اور اسکی سزا دی سے درگزر اسے

| | |
|--------------------------|-------------------------|
| بفرماند توان از جا گزشتن | ز جرم کس چرانتوان گزشتن |
|--------------------------|-------------------------|

ظاہر ہے کہ اجراء حدود شرعی میں شفاعت کو کچھ دخل نہیں ہے بلکہ اہل ایمان و ارباب دیانت کو اس میں شفاعت کرنا ہی نہ چاہیے۔ قرآن مجید میں آیا ہے "ولا تأخذکم بما رافقہ فی دین اللہ" سیاست طمناج خانی میں مذکور ہے کہ ایک جوان مجرم سرقہ اس کے پاس لایا گیا حسن و جمال میں وہ صور کم فاحسن صور کم کا مصداق تھا صلح اکتی نے خاص اپنے ہاتھ سے اسے بنایا تھا اور لفظ خلقنا الانسان فی احسن تقویم اسی کے لیے کہا گیا تھا ۵

| | |
|----------------------------------|--------------------------------------|
| ہرچہ بر صفحہ اندیشہ کشد کلک خیال | شکل مطبوع تو زیبا تر از ان ساختہ اند |
|----------------------------------|--------------------------------------|

بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کا ہاتھ کاٹا جائے۔ ارکان دولت نے یہ حکم سنکر نہایت افسوس کیا اور سمجھوں نے ملکہ کہا کہ اے بادشاہ اس کا گناہ معاف کر دینا چاہیے اور ملازمان ویرینہ کی شفاعت کا لحاظ کیجیے بادشاہ نے فرمایا

مجھے اس حکم میں مداخلت نہیں۔ خدا فرماتا ہے کہ دزد کا ہاتھ کاٹو سبھون نے کہا کہ ایسے ہاتھ کا کاٹنا تو سبھو بے چین کر رہا ہے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ چور کے دست نازک پر افسوس بلکہ تم اس دل پر خون پر نظر کرو جس کا مال و اسباب اُس نے چمے ایا ہے تو یہ غم تیرا سہل ہو جائے گا۔ اور اس شخص کے حق کی رعایت کرنی چاہیے جس سے معمولی شناسائی ہو یا کبھی اُس نے کچھ خدمت کی ہو۔ اگر چہ یہ ذریعہ بہت کم ہے لیکن نظر کرم کے لیے اس قدر بھی زیادہ ہے تاکہ اسی بہانہ سے فقیر کی سرفرازی ہو۔

حکایت ہے کہ ایک آدمی کسی کا مکان کرایہ پر لیے ہوئے رہتا تھا۔ کچھ دن زمین کھڑا رہا اور پھر کہیں جا کر ایک ملک کا وزیر ہو گیا جس شخص نے اپنا مکان کرایہ پر دیا تھا۔ جب اُس کو یہ معلوم ہوا تو وہ بھی اسی شہر میں پہونچا اور غبارا لودیاوان وزارت کی طرف روانہ ہوا۔ جب محل میں پہونچا تو ایک دربان کھڑا ہوا تھا اُس نے کہا کہ تو کون ہے جو اس حالت میں ہجرات تمام بارگاہ میں داخل ہونا چاہتا ہے۔ اس نے کہا کہ میں وزیر کا ملاقاتی ہوں اور قدیم شناسائی اس ہجرات کا باعث ہے۔ دربان نے شناسائی پوچھی تو کہا کہ ایک زمانہ میں اپنا مکان کرایہ پر دیا تھا اب میں اس کے پاس آیا ہوں کہ میری غریبانہ حالت پر رحم کرے اور فقہر مذلت سے مجھے نکال کر بلند درجہ پر پہونچائے۔ دربان نے کہا تو نہایت بے وقوف آدمی ہے یہ تو نہایت سہل وسیلہ ہے کہ مکان کرایہ پر دیا تھا اور اس کا حق قائم کر دیا۔ اس بنا پر تم امداد کے منتظر نہ ہو اور جو کام کہ تھا رہا ہے اُس میں مشغول ہو پس پردہ وزیر نے تمام باتیں سن لیں اور دربان کو طلب کر کے پوچھا کہ تم کیا بات کر رہے تھے اُس نے تمام ماجرا بیان کیا تو وزیر نے کہا کہ وہ میرا ملاقاتی ہے اس کو فوراً میرے پاس بھیج دو الغرض وزیر نے کمال شفقت سے مال و دولت سے

مالا مال کر کے واپس کیا۔ شنفوی

| | |
|-----------------------------|---------------------------|
| نورودہ از مہر و وفا سینہ را | سہل مدان صحبت دیرینہ را |
| روی مگردان ز رفیقان خویش | یاد کن از خدمت یاران خویش |

حکایت ہے کہ عبداللہ ظاہر نے عام طور پر اجازت دی تھی کہ اُس کے دربار میں سب لوگ آکر اپنا مطلب بیان کیا کریں چنانچہ ایسا ہی ہوتا تھا اور لوگ بامراد واپس ہوتے تھے۔ ایک آدمی ایک دن آیا اور کہنے لگا کہ تجھے ایک تو نعمت کا حق ہے اور ایک حق خدمت ہے۔ امید کہ دونوں حقوق کی رعایت کر کے مجھے سرفراز کرے۔ عبداللہ نے پوچھا کہ وہ حق نعمت و خدمت کیا ہے اُس نے جواب دیا کہ فلان دن بغداد میں جب آپ میرے مکان کے سامنے مع ہمراہیان دولت گذرے تھے تو میں نے مکان کے دروازے پر اور آپ کے سامنے پانی چھڑکا تھا تاکہ گرد آپ پر نہ پڑے۔ وہ نعمت پانی ہے جسے آپ کیلئے میں نے بہایا تھا اور اسی کا حق میں چاہتا ہوں ۵

| | |
|---------------------------|-------------------------|
| کسے کو بر تو دار و حق آئے | فراموشش مکن در بیج بالے |
|---------------------------|-------------------------|

عبداللہ نے پوچھا اور حق خدمت کیا ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ ایک دن جب آپ سوار ہو رہے تھے تو میں نے آپ کا بازو پکڑ کر سوار کر دیا تھا۔ امیر نے کہا بے شک تو بیچ بولتا ہے تیرے دونوں حق ثابت ہیں۔ پس اس کی اعانت کی ۵

| | |
|----------------------------|-------------------------------|
| بزرگانے کہ اہل اقتدار اند | ہمہ سنگین نو از و حق گزار اند |
| ز جام جاہ بیہوشی نہ نیکوست | ز ہمرایان فراموشی نہ نیکوست |
| اساس مکرمت بر حق شناسی | بصورت ناشناسی ناپاسی است |

دوسرا حق ذی ہمت اصحاب کا اپنے کرم کا بھی از قبیل فرائض ہے اور اسکی

یہ صورت ہے کہ کوئی شخص جس کو وہ نہ پہچانتا ہو حصول مقصد کے لیے اپنا کوئی جھوٹا حق ثابت کرے تو غایت کرم و رعایت یہ ہے کہ اُس کی حاجت براری اس طور پر کر دے کہ وہ شخص جانے میرا بھید اس پر نہیں کھلا۔ یہ غایت مروت و مردمی کی علامت ہے۔

حکایت ہے کہ ایک مجرم زیاد بصری کے سامنے لایا گیا اور اُنھوں نے قتل کا حکم دیا جلا دے اُس کو سامنے سے کھینچا۔ بیچارہ آہ و فریاد کرنے لگا اور تضرع و زاری کی مگر بے سود۔ توبہ و استغفار کیا مگر بے نتیجہ۔ جب سب سے عاجز ہوا تو کہا اے امیر آپ کے ذمہ میرا حق ہمسائیگی ہے اور شرع میں مروت و ادائے حقوق لازم ہے۔ اگر آپ مجھ پر اس حق سے رعایت نہ کریں گے تو لوگ طعن و تشنیع کی زبان دراز کریں گے کہ امیر نے ہمسایہ کو پا مال ظلم کیا۔ امیر نے سوچا کہ بیشک یہ صحیح کہتا ہے۔ قطعہ

| | |
|------------------------------|-------------------------------|
| مرا سہل ست از جان دست شستن | چہ غم گر صد چو من نابودہ گردد |
| چہ خواہی گفت بدیش نکتہ گیران | تر اگر آستین آلودہ گردد |

دور افتادہ افکار میں گھر گیا مگر خیال میں نہ آیا کہ یہ کہاں کا ہمسایہ ہے آخر کار دریافت کیا کہ کس محلہ میں تو میرا ہمسایہ ہے اس نے جواب دیا کہ میرے باپ کا گھر بصرہ میں امیر کے محل کے رو برو ہی تھا اور میرا باپ امراے دولت کے ساتھ اکثر رہتا تھا۔ زیاد نے پوچھا تیرے باپ کا کیا نام ہے۔ اُسے کہا کہ اے امیر بول جان سے میں اپنا ہی نام بھول گیا ہوں چہ جائے کہ اپنے باپ کا نام بیان کروں۔ زیاد یہ سنکر ہنسنے اور اُسے دبا کر دیا۔

| | |
|---------------------------------|------------------------------|
| لیہ نیم گنہ با ہزار عذر نہ بخشد | بیک لطیفہ کریان ہزار بہ بخشد |
|---------------------------------|------------------------------|

دوسرے یہ کہ حقوق کی رعایت عدل و احسان سے ہوتی ہے۔ اولاد و ہر

وزرا - وغیرہ کے حقوق کا بیان آخر باب میں انشاء اللہ کیا جائے گا۔

۳۸ اٹلیسوان باب صحبت اختیار کے بیان میں

عقد اور صلحا کو اپنی مجلس میں رکھنا دولت سرمدی کا رہنا اور سعادت ابدی کی کیسیا ہے۔ مثنوی

| | |
|---------------------------|----------------------------|
| دل مدد الایجمعی سرخوشان | مہر پاکان در میان جان نشان |
| صحبت مردانت از مردان کند | نار خندان باغ را خندان کند |
| چون بصاحب دل رسد گوہر شود | سنگ گر حن را و گوہر مر بود |

شایان فارس کا یہ قاعدہ تھا کہ ہرگز ان کی صحبت حکما اور فضلا سے حالی نہ ہوتی تھی اور کوئی حکم بغیر انکے مشورہ کے نافذ نہ کرتے تھے اور اسی وجہ سے انکی سلطنت چار ہزار سال سے بھی کچھ زیادہ قائم رہی اور سلطان سنج حکیم خیام کو اپنے تخت پر بیٹھا تھا اور خلفائے عباسی باوجودیکہ خود و انشمنہ تھے مگر تمام ہمت کا حل و عقد اہل علم و تقویٰ پر منحصر تھا۔

خلافت نامہ الہی میں مذکور ہے کہ بادشاہ اس شخص کو کہہ سکتے ہیں جو صاحب شوکت ہو اور اس کا حکم حکمت کے مطابق ہو پس لازم ہے کہ اصحاب قدرت کاملہ حکمت بالغہ سے متصف ہوں تاکہ بخوبی تدبیر کر سکیں برین تقدیر حکما علما کو صحبت میں ضرور رکھنا چاہیے۔ رجا ہلون۔ بدکرداروں سے احتراز کرنا چاہیے۔ نظم

| | |
|--------------------------------|--------------------------|
| ہمنشین کو لطیف و کامل است | راحت روح است آرام دل است |
| و انکہ نادانی و غفلت و صفت است | صحبتش مانند زہر قاتل است |

یونان میں دستور تھا کہ حاکم ایسا ہوتا تھا جو حکمت میں ممتاز ہو یا جو حکما کا تابع ہو۔ کیونکہ صحبت کا اثر خوب ہوتا ہے ہمنشین نیک مثل عطار کے ہے اگر چہ

تھیں کچھ عطر نہیں دیتا مگر اُس کی خوشبو سے دماغ معطر ہوتا ہے اور ہمیشہ بد
مثل آہنگ کے ہے گو اُس کی آگ سے نہ جلو مگر دھوین سے تو ضرور تکلیف
پہنچے گی ۵

| | |
|-------------------------|----------------------------|
| درگزر از کورہ آہنگ گران | کانش و دودی رسد از ہر گران |
| رو برو عطر کہ پہلوے او | جامہ معطر شود از بوے او |

اور جماعت علمائین سے جن کو صحبت میں رکھنا ضرور ہے ایک فقیہ اور عالم
متدین کا بھی ہونا ضرور ہے جو اصل و فرع احکام سے بخوبی واقف ہو تاکہ
بوقت مجلس بادشاہ کو حلال و حرام سے آگاہ کرتا رہے اور فرائض آداب
وسنن وغیرہ کو بعبارت رائقہ بیان کرتا رہے تاکہ مسائل فقہ اور فتاویٰ سے
دولت سلطنت میں برکت اور افزونی ہو۔ ۵

| | |
|--|-----------------------------------|
| گر نیاید نکتہ باز فتنہ و فتویٰ در میان | منہدم گردد اساس شرع و ملت در جهان |
|--|-----------------------------------|

اور دوسرا نصیح امین ہونا چاہیے جو حسب موقع افعال شنیعہ سے خبردار
کرتا رہے اور موقع بموقع کا خیال رکھے تاکہ بادشاہ کی ناگواری خاطر نہ ہو۔
زمانہ قدیم میں خلفا اور بادشاہ علما سے سخت وسست بھی سن لیتے تھے چنانچہ
لکھا ہے کہ ہارون رشید نے شقیق بلخی سے کہا کہ آپ مجھے نصیحت کریں۔ شیخ
نے کہا خدا کی ایک سرے ہے جس کو دوزخ کہتے ہیں۔ اس نے مجھے دربان
کیا ہے اور تین چیزیں دی ہیں تاکہ تو خلق کو دوزخ میں جانے سے بچائے
مال شمشیر تازیانہ۔ ان تینوں کو حسب موقع کام میں لانا کہ تو بھی نجات پائے
اور خلقت بھی نجات پائے۔ یہ مسکرا ہارون رویا اور شیخ کے ہاتھ پر بوسہ دیا ۵

| | |
|--------------------------|---------------------------|
| نصیحت کان رفتی صدق گویند | بگو شش ہر کہ آید در پذیرد |
|--------------------------|---------------------------|

| | |
|--|--------------------------------------|
| روح راز دل و جان جای گیرد | چو جان دار حدیث حسن دل |
| اس کے علاوہ ایک طبیب حادث بھی ہونا چاہیے جو قانون علاج سے بخوبی واقف ہو اور راز الہ امراض میں یدِ طبوی رکھتا ہو۔ دستِ شفاین دم عیسوی اور یدِ بیضی موسوی کا اعجاز دکھائے ۵ | |
| روح راز راحت رسد از مقدس | تازہ گرد و جان بیمار از دوش |
| تاکہ بادشاہ کے مزاج مبارک کو دیکھ کر حفظِ صحت کا پابند بنائے اور فی الفور تدارک میں مشغول ہو۔ | |
| دوسرے ایک کامل اور محقق منجم کا ہونا بھی ضرور ہے جو رموز صحائفِ جنتری و تقویم سے آگاہ ہو اور اس مرض میں کامل دستگاہ رکھتا ہو ۵ | |
| محاسب قلمش دور میکند تصویر | دوا کرہ سہر نقش رنج سپہر |
| تاکہ بادشاہ کے طالع پر نظر کرے اور نحوستِ اوقات سے اطلاع دیتا رہے جسوقت علامت اقبال ہو تو بادشاہ کو شکہ گذاری کی جانب مائل کرے اور اگر خطرات کا گمان ہو تو دفعِ کیلیہ خیرات و مبرات کی طرف متوجہ کرے جیسا کہ کہا گیا ہے <u>الصدقة ترد الابل و ترد فی العیال منوی</u> | |
| جان خود را در تضرع آوری | اے کہ خواہی کنز بلا جان و آخری |
| تا خجالت غصہ بر خیزد ز پیش | یا با احسان بر کشائی دست خویش |
| اور ایک شاعر شیوہ بیان بھی ایسا ہونا چاہیے جو فصاحت و بلاغت کے میدان میں اپنے ہم عصرون پر سبقت لے گیا ہو ۵ | |
| صحن گلزار بلاغت راز شعرش بنگد بو | روز باز از فصاحت راز و ارج از نظم او |
| تاکہ رشتہ نظم میں بادشاہ کے جو اہر صفات کو پُر و کرام منظر کے روبرو پیش کرے اور مدوح کا نام اشعار آید اسے باقی رکھے ۵ | |
| کہ از ایشان بخت پذیر دنام | شاعران را عزیز باید داشت |

| | |
|--|--|
| شعر سلمان نگر کہ تازہ از دوست | نام سلطان اولیس در ایام |
| ایک بذلہ سنج اور خذہ رو مصاحب بھی رکھنا چاہیے جو اپنے لطائف و ظرائف سے مجلس میں انبساط کی روح پھونک دیا کرے ۷ | |
| طبع را لذت از ظرائف او | روح را بخت از لطائف او |
| اور بہترین ہمتیں اکابر اور بزرگوں کی کتابیں ہیں مصرع و خیر جلیس فی الزمان کتاب نہ پڑھنے والے کے دل کو اس سے ملال ہوتا ہے نہ دل بخیدہ ہوتا ہے کیونکہ وہ غیر معمولی طور پر مصاحبت کرتی ہیں اور بغیر ناز و کرشمہ مجاہست کرتی ہیں | |
| ملفوظی | |
| ہمتیں بہ از کتاب بخواد بجبت افزای جان و راحت دل این چنین ہمدم لطیف کہ دید | کہ مصاحب بود گہ و بیگاہ ہر چہ دلخواہ تست از و حاصل کہ نہ بخید و ہم نہ بخایند |
| بزرگوں نے کہا ہے کہ تمام خلق کو عقل کی ضرورت ہے اور عقل تجربہ کی محتاج ہے کیونکہ تجربہ عقل کا آئینہ ہے کہ اس میں مصالح امور کا مشاہدہ کرتی ہے اور تجربہ کے لیے ایک مدت چاہیے اور جب حکمانے دیکھا کہ عمر مستعار تجربہ کیلئے کافی نہیں ہے تو انھوں نے اس کا علاج سوچا تا کہ بغیر مرور ایام تجربہ حاصل ہو سکے لہذا انھوں نے سلاطین۔ امرا۔ وزرا کے حالات اور علما و حکما کے اقوال کتاب میں درج کیے اور گزشتہ زمانہ کی تاریخ و حکایات آنے والوں کی رہنمائی کے لیے مضبوط کر دیے تاکہ اصحاب دولت اور ارباب حکمت اس کو اپنا دستور العمل بنائیں اور ہر ایک شخص بقدر استعداد مطالعہ کتب سے فائدہ اٹھائے تاکہ حسب مضمون السعید من وعظ الغیرہ، دوسروں کے تجربہ سے فائدہ حاصل کرے اور افواج سے نصیحت پائے نظم | |

| | |
|---|---|
| <p>حکایات احوال شاہنشاہان دل و دیدہ را روشنائی دہد نہر گو نہ بابے سخن گفتم اند بدوران بسے تجربہ کردہ اند ہمان بہ کہ بر قول ایشان یوم درختے کہ گشتند در روزگار بیاتا بدان باغناپے بریم</p> | <p>روایات و اخبار کار آگہان معلم و خرد آشنائی دہد بالماس تحقیق در سفتہ اند بہر کار بس تجربہ بردہ اند سخنہاے پیشینگان بشنوم بسے آوردمیوہ لغزبار دامد از ان میوہا بر خویم</p> |
|---|---|

انتالیسواں باب دفع اثر ار کے بیان میں

جس طرح کہ اختیار و ابرار کی صحبت واجب ہے اسی طرح اثر اور فاجر و بکی صحبت سے احتراز لازم ہے کیونکہ صحبت اپنا اثر ضرور ڈالتی ہے پس جس طرح کہ نیک خواص اب سے فائدہ کلی حاصل ہوتا ہے اسی طرح بدون کے میل جول سے برے نتائج پیدا ہوتے ہیں نیکون کی صحبت از یاد دولت کا سبب ہے اور بدون کی مخالفت ملال و ندامت کی موجب ہے۔

| | |
|--|--|
| <p>بادولتیاں نشین کہ خارے باہر کہ نہ مقبل ست منشین</p> | <p>در صحبت گل شود بہارے کز سر کہنگشت کام شیرین</p> |
|--|--|

اثر اور دو طرح کے ہوتے ہیں ایک وہ جنکا دفعیہ واجب ہے، دوسرے وہ جنکا منع کرنا واجب ہے۔ چٹکے دفع کرنے سے لوگوں کا نفع مقصور ہے اور رفاہ عام کا کام ہے۔ یہ تین گروہ ہیں اول چور، ان کا دفع کرنا حکام پر لازم ہے، ہوشنگ کی تیسری نصیحت یہ تھی کہ اسے فرزند ارباب منقہ کو تنگ اور لاچار رکھنا چاہیے اور شریر و مفسد کو نگوں ساز اور مقہور راہزنوں چور و فتنہ گردوں کو

دور رکھنا چاہیے تاکہ راستے پر امن رہیں اور اطراف و جوانب ملک میں
بے خوف و خطر سوداگر آمد و رفت کر سکیں جس سے خلق و رعیت کی آسودہ حالی
متصور ہے۔ قطعہ

| | |
|---------------------------|---------------------------|
| ہرگز از ملک و سلطنت شادان | نہا نکوشی بہ معدلت نہ شوی |
| گر تو خواہی سمالک آبادان | راہ ہاراند ز دایمین دار |

امیر المومنین حضرت عمرؓ کی حکایت جو اہر الامارۃ میں نقل کی گئی ہے، کہ اپنے
بیان کیا، ایام جاہلیت میں تجارت کی غرض سے مدائن کی جانب میں روانہ ہوا
اور چالیس چادرین مینی میرے پاس تھیں۔ نواح مدائن میں پہونچا تو چوروں نے
سر راہ مجھے گھیر لیا اور لوٹ کر سیچادین لے گئے اور میں بصد مشقت مدائن پہونچا
نوشیروان کی عدالت میں دادخواہ ہوا جب نوشیروان تمام و کمال حالات
سے آگاہ ہوا تو ایک دربان کو بھیجا جسے میرا ہاتھ پکڑ کر دوسرے مکان میں بٹھادیا
اور کہا اب تم ہمیں ٹھہرو جب تک تمھاری چادرین نہ ملین میں وہیں ٹھہرا رہا
اور روز شاہی باور چخاند سے ایک خوان میرے لیے آتا تھا اور میں روزانہ بارگاہ
کسریٰ میں جا کر اُسکے عدل و انصاف کا نظارہ کرتا تھا۔ چالیس دن کے بعد
جب میں اپنے مقرر قیام گاہ میں پہونچا تو دیکھا کہ میری کل چادرین رکھی ہوئی ہیں اور
ہاتھ کٹے ہوئے پڑے ہیں۔ اور چالیس اشرفی کے ساتھ ایک کاغذ رکھا ہوا ہے
جس میں لکھا تھا کہ چالیس دن تک واپسی مال کے انتظار میں تو ٹھہرا رہا۔ لہذا
یہ اُس کی اجرت ہے۔ جب تو اپنے ملک میں پہونچنا تو ہماری شکایت نہ کرنا
اس حکایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اولوالعزم اور رفیع القدر شہنشاہوں کو راہزنی
اور چوروں کے دفعیہ میں بڑا اہتمام کرنا پڑتا تھا۔ پس حاکم عادل کو چاہیے کہ
رعایا کے گزرگاہوں کو چوروں اور ٹھگوں کے خوف سے اپنے سطوت و سیادت

کے ذریعہ سے بے خوف رکھیں اور جو کہ راستہ میں بہرہ و ن کے آزار کا باعث
ہو اسکو سزا دیکر دوسروں کو عبرت دلائیں۔ نظم

| | |
|---|---|
| بیر دست دزد و سر راہزن چو رہ گشت ایمن شود کاروان وزان سو بے نفع یا بند خلق شود شہر محمود و دہ نیز ہم | کہ ایمن شود راہ بر مرد و زن بہر تجارت بہر سود و ان و مادہ بہر سوش تا بند خلق ز آئینہ دل رود رنگ غم |
|---|---|

دوسرے زندوں اور خونیروا باشوں اور فتنہ انگیزوں سے لوگ ڈر کر
معترض نہیں ہوتے حالانکہ وہ تند خوئی اور خیرہ روی سے شہروں اور قصبات
میں لوٹ مار اور فساد مچاتے رہتے ہیں سوا احکام کے اور کوئی انکو روک نہیں
سکتا۔ پس اُن کا قلع و منع نہایت ضرور ہے۔ اخبار میں آیا ہے کہ شہر حلب میں
رند ادبائش بہ کثرت ہو گئے تھے اور لوگ اُنسے تنگ آکر سلطان مصر کی عدالت
میں داد خواہ ہوئے سلطان نے ایک حاکم مصلح نامی کو اسناد کے لیے روانہ
کر دیا۔ مصلح جب حلب آیا تو بعض مفسدوں کو عبرتناک سزائیں دین مگر وہ
جماعت خوفزدہ نہ ہوئی اور اسی بے پروائی سے انغال ناپسندیدہ میں مبتلا
رہی۔ انجام کار انکی جرات کا یہ حال ہوا کہ خاص شاہی جامع مسجد کی محراب پر
آنھوں نے لکھا کہ اے مصلح تو اپنے کو عذاب میں مت ڈال کیونکہ ہم وہ لوگ
ہیں کہ ایک آدمی کے قتل کرنے سے دس آدمی سر اٹھاتے ہیں اور قتل پر
ہمکو بجائے افسوس و عار کے فخر ہے۔ نظم

| | |
|--|--|
| ما عاشق کشتہ شدن اعتبار است بے زخم بیغ عشق ز عالم نمی روم | گمشدہ عشق تیز ز سنگ مزار است بیرون شدن ز معرکہ بے زخم عار است |
|--|--|

ممکن ہے کہ تو ہمارے قتل کرنے سے تنگ ہو جائے مگر ہم عاجز نہیں ہو سکتے

مصلح نے یہ دیکھ کر سوچا کہ جیلہ و تدبیر سے کام لینا چاہیے۔ آخر کو اُس نے اسی تحریر کے پتے لکھوا دیا کہ مین نے تمھاری مردانگی اور فرزانگی جان لی اور باہمی اتفاق و یکجہتی کا حال معلوم ہوا ۵

درجہ داری و سرکاری شمار مثل نیست
چنین مردان یکدل آفرین باد آفرین

اب مین اپنے کیے پر پشیمان ہوں اور عذر خواہ ہوں اور تمھاری پرورش اور تقویت کی جانب متوجہ ہوتا ہوں، حاضر مین نے اس کی تحریر پر تعجب کیا اور مصلح خلا و ملا مین اباشون کی تعریف کرنے لگا اور ان کے قید و قتل سے ہاتھ اٹھا لیا۔ دوسرے دن اعیان شہر جمع ہو کر آئے کہ اباشون کے بارے مین کچھ عرض و معروض کریں۔ مصلح نے سبقت کر کے کہا کہ اے عزیزو مین ان جو انون کے قتل سے پشیمان ہوں چالاک و دلیر آدمیوں کا مرنا افسوسناک امر ہے۔ کیونکہ ہر زمانہ مین یہ گروہ کتر پیدا ہوتا ہے اور مین آج کے دن ان کا محتاج ہوں کیونکہ اہل قلعہ روم باغی ہو گئے ہیں، ان کے دفعیہ کے لیے ایسے ہی جوان مردوں کی ضرورت ہے۔ اگر تم میرے ہو اخواہ ہو تو اس جماعت کے سردار کو میرے پاس لاؤ تاکہ مین انکی تربیت و تقویت کروں ۵

کسے را کہ بنیم سزاوار جنگ
بگردون گردان رسام سرش

ازین نامداران باہوش و تنگ
و ہم مرکب و جوشن و مغفرش

اکابرین حلب نے کہا کہ ان کا سردار ایک پیر مرد ہے جو چار فرزند رکھتا ہے جو آپ کے خوف سے کسب و کار مین مصروف ہو کر گوشہ گیر ہو گئے ہیں مصلح نے انکو طلب کیا اور بڑھے کی بڑی تعظیم کی اور خلعت دیکر مع میثون کے ملازم رکھ لیا۔ چند دنوں کے بعد جب فریقین کا باہمی اعتبار ہو گیا تو مصلح نے کہا کہ مجھ کو ایک

دلیر و فوجخواہ جماعت کی ضرورت ہے تاکہ اُن کی مدد سے مین قوی ہوں تم اس جماعت سے خوب واقف ہو جو جنگ و جدل کے قابل نظر آئے میرے ساتھ لاؤ مین خلعت دے کر اُن کو ملازم رکھوں گا بڑھا اور اُس کے بیٹے شادان ہزار فرحان بد معاشوں کے جمع کرنے میں مہیا ہو گئے اور دوسرے دن تیس ہزار کی جمیعت کثیر مصلح کے روبرو لا حاضر کی مصلح نے کہا کہ ان کو کل میرے روبرو لا کر حاضر کرو تاکہ مین ہر ایک کے خلعت کا انتظام کر لوں اور شہر کے درزیوں کو بلا کر تیس ہزار خلعت کا لباس تیار کرنے کا حکم دیا۔ ملازمین اور اعیان شہر خوفزدہ تھے کہ سلطان مصر نے اسے اُن کے دفعیہ کے لیے بھیجا تھا اور وہ بھلا اس کے انکو اور قوی بناتا ہے ۵

| | |
|-------------------------|------------------------|
| بجائے خار گلبن سے نشاند | بجائے نہر شکر می چشاند |
|-------------------------|------------------------|

جب رات ہوئی تو تیس ہزار دلاوران نبرد آزما اور قوی پہل پہل ہوں ان کو اُس نے حکم دیا کہ ہتھیار سے مسلح ہو کر فلان مکان میں جہان کپڑے رکھے ہیں موجود رہیں۔ جب کل اوباش اس میں داخل ہوں تو بلا انتظار سب کو قتل کر ڈالو الغرض صبح ہوئی اور تیس ہزار مصلح کے دست بوس ہوئے۔ مصلح نے حکم دیا کہ فلان کمرے میں جا کر لباس پہن کر حاضر ہو وہاں تو ان کے قتل کا انتظام ہو ہی چکا تھا۔ بید رہی سب قتل کر دیے گئے اور وہ بڑھا اور اُس کے بیٹے بھی کیفر کردار کو پہونچے۔ ان کے سروں کو نیزہ میں لٹکا کر شہر میں گشت کرایا اور اس طرح ملک مشرف نداد سے پاک و صاف ہوا ۵

| | |
|----------------------------|---------------------------|
| بد اندیش مردم سر افکندہ بہ | درخت بد از بیخ بر کندہ بہ |
|----------------------------|---------------------------|

سوم ستمگاران دل آزار جو تیرگی میں حسب قول اَظْلَمُ ظِلْمَاتِ یَوْمِ الْقِیَامَةِ مسلمانوں کا مال و اسباب ظلم سے لوٹتے ہیں اور اَلْاَلْعَنَةُ اللہ علی الظالمین

کی تهدید کی پروا نہیں کرتے نہ عقوبت الہی سے ڈرتے ہیں نہ سیاست سلطان سے خوفزدہ ہوتے ہیں۔ ان لوگوں کا دفع کرنا بادشاہ پر واجب ہے تاکہ ان کی اثر شامت ملک پر موثر نہ ہو سکے اور کوئی نتیجہ بد نہ پیدا ہو جو ظالموں اور بدکرداروں کا لازمی نتیجہ ہے۔ مثنوی

| | |
|----------------------------|------------------------------|
| کا رظام ملک ویران کردن است | عالمی را دیدہ گریان کردن است |
| اے نہادہ تیر ظلم اندر کسان | کے ز شمشیر بلا یا بے امان |

دوسری قسم کے لوگ جو واجب المنع ہیں وہ گروہ ہے جو اوصاف ناپسند اور سیرت ناستودہ سے موصوف و معروف ہے۔ انکی ملاقات و ہمکلامی اہل دولت کے نقصان کا باعث ہے۔ انہیں سے ایک سخن چین ہیں جو جھوٹ سچ ملا کر لوگوں کو لڑوا دیتے ہیں حدیث میں آیا ہے کہ سخن چین بہشت میں نہ جا سکا اور حق سبحانہ تعالیٰ تو ریت میں فرماتا ہے کہ اے موسیٰ قیامت کے دن مرد سخن چین کو تو دیکھے گا کہ اُس کی پیشانی پر لکھا ہو گا۔ اَلْحَسَنُ مِنْ رَحْمَةِ اللّٰہِ، اور ستر ان میں سخن چین کے لیے فاسق کا استعمال ہوا ہے۔ جہاں فرمایا ہے اِنَّ جَارِکُمْ فَاَسِیْقُ نبیاء اور اگر تمھارے پاس کوئی فاسق خبر لے کر آئے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ جب کوئی آدمی تمھارے پاس خبر لائے کہ فلان شخص نے ایسا کہا ہے یا تیری جگہ پر ایسا کیا ہے تو تجھے چھ چیزیں واجب ہیں اول یہ کہ اُسے راست گو نہ جائے کیونکہ حق سبحانہ تعالیٰ نے اُسے فاسق کہا ہے اور فاسق کی بات سچی نہیں ہوتی۔ دوسرے چغلی سے منع کر کیونکہ نہی منکر واجب ہے۔ سوم یہ کہ اسے دشمن رکھ اس لیے کہ خدا اُسے دشمن رکھتا ہے چنانچہ بیان کرتے ہیں کہ دشمن ترین وہ شخص خدا کے نزدیک ہے جو سخن چینی سے دوستوں میں نفاق ڈالتے ہیں چارم مسلمانوں کے ساتھ گمان بد نہ کر کیونکہ بعضے گمان و بال ہیں۔ پنجم یہ کہ اُس خبر کی تحسین نہ کر کیونکہ تحسین کی ممانعت

ششم جو کہ سخن چین ہے اُس کے موافق عمل نہ کر اور اصل تو یہ ہے کہ سخن چین کو اپنے نزدیک راہ نہ دے اور اُس کی گفتگو پر مطلق کان نہ دھرے بظلم

| | |
|-------------------------------|-------------------------------|
| سخن چین را مدہ در نزد خود جای | کہ در یکدم کند صد فتنہ بر پای |
| سخن چین را مکن نزدیک خود را | کہ بد گوید ترا ہم در سر انجام |

حکایت ہے کہ اصفہان کا ایک امیر غلام خرید رہا تھا اس کے مالک نے کہا کہ اس میں عیب یہ ہے کہ سخن چین ہے۔ امیر نے کچھ پروا نہ کی اور اسکو خرید لیا جب چند مدت گزر گئی تو غلام نے امیر کی بیوی سے کہا کہ تمہارا شوہر دوسری عورت پر فریفتہ ہے۔ بیگم یہ سنکر نہایت غمگین ہوئی۔ غلام نے دیکھا کہ میرا جادو اثر کر گیا تو پھر کہا کہ اگر امیر کو قابو میں لانا چاہتی ہو تو محبت کا ایک افسون میرے پاس ہے اگر تیرا سترے سے امیر کی ڈاڑھی کا بال موٹ کر مجھے لا دو تو میں عمل میں لاؤں اور عورت کو رضا مند کیا اور ادھر مالک سے جا لگا لیا کہ آپ کی عورت آپ کو قتل کرنا چاہتی ہے امتحاناً آج سوئے گا نہیں چنانچہ امیر آنکھیں بند کیے رہا۔ اُس کی عورت نے اُسترے سے ڈاڑھی کا بال موٹ کر لیا اور اسے زن نے قصاص کا دعویٰ کیا اور خواجہ بھی قتل کیا گیا۔ یہ سخن چینی کی بد بختی تھی جو یہ نتیجہ ہوا۔ نظم

| | |
|--------------------------------|-------------------------------|
| میان دو کس جنگ چون آتش ست | سخن چین بد بخت ہمیزم کش است |
| سیہ چاہ و مردانہ رن بسترے پایے | بہ از فتنہ بد دن ز جاے بہ جاے |

دوسرے غمازون کی جماعت ہے جن کا دیکھنا اور گفتگو کا سننا ناروا ہے

| | |
|---------------------------|---------------------------|
| نہ دیدم ز غماز سر گشتہ تر | نگون طالع و بخت برگشتہ تر |
|---------------------------|---------------------------|

آثار میں آیا ہے کہ غماز حلال زادہ نہیں ہوتا حکایت ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک مرتبہ خشک سالی پڑی اور قحط کے آثار ظاہر ہوئے۔ حضرت موسیٰ

غماز استسقا کے لیے قبیلہ کے ساتھ باہر تشریف لائے اور شبانہ روز دعا مانگا لیکر قبول نہ ہوئی موسیٰ علیہ السلام نے رو کر عرض کیا کہ الہی چار شبانہ روز سے میں دعا کر رہا ہوں اور میری دعا قبول نہیں ہوتی۔ خطاب ہوا۔ اگر چالیس دن بھئی دعا مانگے گا جیب بھی قبول نہ ہوگی کیونکہ قوم میں ایک غماز ہے کہ اُس کی بدبختی دعا کو محل اجابت میں نہیں آنے دیتی۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ یا الہی تو بتا کہ وہ کون شخص ہے تاکہ میں اُس سے توبہ کے لیے کہوں خطاب ہوا کہ اے موسیٰ میں غماز کا دشمن ہوں کس طرح غمازی کر دن تو اپنی تمام قوم سے کہہ کہ وہ غمازی سے توبہ کرے اس میں وہ شخص بھی آجائے گا۔ الغرض ایسا ہی ہوا اور پانی برسایا۔ بیدار مغرسلین غمازون کو ہرگز درست نہیں رکھتے نہ اسکو منہ لگاتے ہیں۔ حکایت ہے کہ ایک بادشاہ کسی شخص کی تربیت کرتا تھا اس سے کہا کہ اگر تو چاہے کہ روز بروز تیرا مرتبہ بلند ہو اور ساعت بساعت تیری قدر بڑھے اور تمام ملازمنوں سے زیادہ مقرب ہو تو تین باتوں سے گریز کر اول یہ کہ جھوٹ نہ بول کیونکہ دروغ گو چشم مردم میں ذلیل و خوار رہتا ہے۔ دوم میری تعریف میرے سامنے نہ کر کیونکہ میں اپنے کو تجھ سے اچھا جانتا ہوں سوم غمازی نہ کرنا اور اس سے دور رہنا اور میری سپاہ و رعیت کی بدی میرے سامنے نہ کرنا کیونکہ میں ان کی برائی سن کر بدگمان ہوں گا اور جیب یہ حال فوج در عایا کو معلوم ہوگا تو وہ ہراسان ہوگی اور دوسرا بادشاہ طلب کریگی جس کی وجہ سے مملکت میں خلل واقع ہوگا۔ نظر

| | |
|--|----------------------------|
| برآید ز غماز عالم ہبسم | خلل راہ یابذخسبیل چشم |
| ز غماز گرد دجہان سزگون | کہ ناپاک جانست و تیرہ درون |
| چون غماز را دیدی اندر زمان | بد تیغ سیاست بیرش زبان |
| حکایت ہے کہ نوشیروان نے ایک دن دوبار مقرر کیا ایک ملازم نے کسی | |

شخص کی چلی کھائی نوشیروان نے کہا اس بات کی مین تحقیقات کروں گا اگر صحیح ہے تو بوجہ غمازی تجھے گرفتار کروں گا اور اگر جھوٹ ہے تو دروغ گوئی کی سزا دوں گا اور اگر تو یہ کرے گا تو خطا معاف کروں گا اس نے فی الفور توبہ کی اور بادشاہ نے اس کی خطا معاف کی۔ نظم

ہم نبرد شاہ گردور سیاہ
نے خدا نے خلق غوث دندازو

ہر کہ غمازی کند نزدیک شاہ
عالمی در آتش و دود اندازو

حکایت ہے کہ خلیفہ معصوم کو کسی عامل نے رقعہ لکھا کہ ایک دولت مند رقم خطیر چھوڑ کر مرا ہے صرف ایک نابالغ بیٹا ہے اگر حکم ہو تو حسب ضرورت چھوڑ کر باقی رقم خزانہ میں داخل کی جائے تاکہ توفیر ہو اور جب وارث بالغ ہو گا تو اس کی رقم واپس دیدی جائے گی خلیفہ نے رقعہ کی پشت پر لکھا کہ متوفی کو خدا بخشے اور اس کے مال و میراث میں برکت دے یتیم کی پرورش کرو اور غماز پر حسد کی لعنت ہو۔

بے کس آخر ز آہ بیگناہان
بے کس راز تخت و بخت گیر

مشو غماز کس نزدیک شایان
کہ آہ بیگناہان سخت گیر

دوسرا کہ وہ صاحب غرض لوگوں کا ہے وہ ہر کلام میں غرض رکھتے ہیں ملک ہوشنگ نے وصیت کی کہ اصحاب غرض کی موافقت سے بچنا چاہیے کیونکہ یہ لوگ نیک کرداری کو قبیح صورت میں پیش کرتے ہیں نظم

ز صاحب غرض مشو دینہ ریش
برون دوست اردو درون دشمن

مردہ راہ صاحب غرض پیش خویش
کہ او جملہ نزویر و مکرو فن ست

اور جب معلوم ہو جائے تو بغیر تحقیق و تفتیش ان کے معروضوں پر کچھ حکم نہ دینا چاہیے۔ مثنوی

| | |
|--|---|
| جواب باب غرض لب برکشایند بکلی تاسخن روشن نہ گردد | انکوئے رابرشتی می نمایند کے باید کہ پیرامن نہ گردد |
| اسکندر نے ارسطو سے پوچھا کہ شاہی ملازمت کے لیے موزون اور غیر موزون کون فرقہ ہے جواب دیا کہ خدمت کے لائق امین ہے نہ کہ خائن کیونکہ امانت عزت اور خیانت ذلت کا سبب ہے اور قانع ہو نہ کہ طامع کیونکہ قناعت گنج بیکر ان ہے اور طمع بئحیہ پایان ۵ | |
| مرد متانغ بزرگوار بود | طامع البتہ خوار و زار بود |
| دوسرے یہ کہ نیک گو ہو نہ عیب جو کیونکہ نیک گوئی سے آدمی محبوب مقبول رہتا ہے اور عیب جوئی سے مخذول و مردود۔ کارکن ہو نہ کہ لاف زن اول محروم دوم متهم ہوتا ہے۔ نیز موافق ہو نہ کہ منافق کیونکہ اول کا نتیجہ مہر و وفا اور دوم کا جور و جفا ہے۔ سنت کی راہ پر چلتا ہو نہ کہ بدعت پر کیونکہ تائید سنت روضہ جنان میں اور تائید بدعت قعر مذلت میں پہونچاتا ہے۔ سات گروہوں کو اپنے پاس نہ آنے دینا چاہیے۔ اول حاسد دن کو کیونکہ نہر حسد کا کسی تریاق سے علاج نہیں ہو سکتا اور بئحیہ حاسد لا علاج ہے ۵ | |
| حسد بخبیست سوزندہ کزد آتش بجان افتد چہ جاے جان کہ از حساد آتش در جهان افتد | |
| حسد کا مرض جلی ہوتا ہے۔ جو زوال نعمت کا سبب ہے۔ خدا کھتا ہے ومن شر حاسد اذا حسد حدیث میں آیا ہے کہ حسد نیکیوں کو کھا جاتا ہے جیسا کہ آگ لکڑی کو جلا دیتی ہے حقیقت میں ذلیل ترین صفت اور خوار ترین خصلت ہے اصل میں ذنات اور خناس سے جو ہوتا ہے جل کا نتیجہ ہے۔ اظہار حسد نقصان عقل پر واضح دلیل ہے حساد کو ہمیشہ غیروں کی راحت سے شقت | |

مین تم دیکھو گے ۵

درین غصہ جان می دبدرو کے کہ بہر چہ دارد وجود آن یکے

اور ایک ایک گھڑی مین ہزار دن پیالے غم و غصہ کے پیتا ہے۔ خوش و حشرم کو دیکھ کر دست حسرت ملتا ہے،، کفنی للمحسود حسدہ،، نظم

حسود را حسد او بس ست در عالم کہ در بلا و غم و رنج دارد و دش ہر دم
حسود بر دگر ان آتشی برافرازد چون نیک در نگریخی در دران میان نزد

ایک حاسد کی ہلاکت کا حال یوں بیان ہوا ہے کہ اسکندر کے زمانہ میں ایک جانور ظاہر ہوا جس پر اس کی نظر پڑی وہ ہلاک ہوا۔ سخت پریشانی ہوئی آخر ارسطو اس کے دفعیہ پر مستعد ہوا پس ایک آئینہ بنانے کا حکم دیا اس قدر بڑا کہ اُس کے پیچھے چھپ سکے۔ ایک گاڑی کے سامنے اُسکو لگا کر پس پشت آپ بھی بیٹھا اور جہان جانور تھا روانہ ہوا۔ جانور بویا کر پلٹا تو اپنی صورت آئینہ میں دیکھی جب گاڑی قریب پہنچی تو گر کر مر گیا۔ اسکندر نے تعجب سے پوچھا کہ اس میں کیا حکمت تھی۔ ارسطو نے بیان کیا کہ بخارات متعفنہ جو زیر زمین محتبس رہتے ہیں اُسی سے یہ جانور پیدا ہوا ہے اس کی آنکھ میں نہر قائل ہے۔ جب اسکی نظر آئینہ پر پڑی تو اس کا عکس پھر اسی کی طرف پلٹا اور نہر سرایت کر گیا جس سے گر کر مر گیا۔ اسکندر نے حکیم کی بڑی تعریف و توصیف کی۔ اسی طرح شر حسد حاسدون کی طرف پلٹا ہے چنانچہ مشہور ہے النار تاكل نفسها ان لم يجد خطبا و دوسرے لوگ جو لائق خدمت نہیں وہ بخل و مسک ہیں۔ جس طرح سخاوت عیوب کو چھپاتی ہے اسی طرح بخل ہنر کو چھپا لیتا ہے۔ نظم

مرد ہر چند در ہنر کو شد بخل آن جملہ را فرود پوشد
از لیسان تیرہ دل بگریزد در کریمیان پاک جان آویزد

جامع الاحکام میں ہے بخیل آدمی ملازم نہ رکھنا چاہیے تاکہ خیالت نہ ہو حکایت ہے عمرو بن لہث کا وکیل بخیل تھا عمرو نے کہا موسم سرما کے میوے خرید کر واپس دن دربار منتقد کیا جس میں اطراف و اکناف کے سفر اموجود تھے۔ عمرو نے کہا کہ دسترخوان پر میوہ کم نظر آتا ہے۔ حالانکہ بہت منگایا گیا تھا وکیل نے کہا میوہ بدبودار ہو گیا ہے حکم ہو تو حاضر کروں عمرو بغایت منتقل ہوا۔ اُس کو معزول کیا اور کہا کہ اس سے جو ندامت ہوئی اس کچھ تلافی نہیں۔

عینی نبوذرجسل بدتر

تزدیک اکابر ہر سرور

سوم پست ہمت لوگ ہمیں کیونکہ سلاطین کی ہمت بلند ہوتی ہے۔ ان کے پاس ایسے لوگوں کا کیا کام جو بخیل سے بدتر ہوتے ہیں کیونکہ بخیل وہ ہے جو کرم نہ رکھے مگر اپنے مال سے خود متع اٹھائے اور مسک وہ ہے جو نہ خود کھائے نہ دوسرے کو دے اور سفلہ وہ ہے جو نہ خود کھائے نہ کسی کو دے اور نہ چاہے کہ کوئی شخص کسی پر کرم کرے۔ حکایت ہے کہ ایک سخی بادشاہ نے اپنے ایک مصاحب سے کہا کہ دس لاکھ درم ایک شخص کو دینا چاہتا ہوں۔ تیری کیا رائے ہے۔ اُس نے کہا مقدار مال بہت زیادہ ہے۔ اس کا نصف اور ثلث حصہ بھی بہت زیادہ ہے۔ ہاں دسواں حصہ کسی کو آپ دے سکتے ہیں۔ بادشاہ نے فرمایا میں چاہتا تھا اس قدر روپیہ تجھ ہی کو دون افسوس کہ تو نے مجھ کو روکا اور اپنے کو محروم رکھا۔ اس نے بڑی خوشامد درآمد کی بادشاہ نے فرمایا کہ تو سفلہ ہے لائق عقوبت نہ کہ لائق عطیہ۔ مجھے تو نقصان میں رکھا اور اپنے کو بھی۔ میرا نقصان یہ ہے کہ اگر اس قدر مال تجھے دیتا تو کرم و عطا میں شہرت ہوتی اور تیرا یہ ہے کہ اس سے محروم رہا۔ اس وقت سب تجویدسواں حصہ لے اور پھر میری مجلس میں کبھی ایسی سفلگی کا اظہار نہ کرنا۔

| | |
|---------------------------|---------------------------|
| سفلہ سخا ہد دگرے رابکام | حسن نگذار دنگسے رابجام |
| سفلہ سید رو بود و بد نہاد | خاک سید بر سر ہر سفلہ یار |

تیسرا اگر وہ غیبت کرنے والوں کا ہے۔ جو شخص کے ذکر میں بولنا چاہتے ہیں اگر ان کا بیان صحیح ہے تو غیبت میں دخل ہے ورنہ بہتان ہے۔ بیان ہے کہ عذاب غیبت زنا سے بھی بدتر ہے۔ حق سبحانہ نے فرمایا ہے۔ چاہیے کہ ایک دوسرے کی غیبت نہ کر دیا کوئی شخص دوسرے کو کہتا ہے کہ اپنے برادر کا گوشت کھائے یا اور یہ غایت تہدید ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غیبت کنندگان مثل مردار خوار کے ہوتے ہیں اور جو انسانیت کی بوری کھتا ہے وہ مردار سے پرہیز رکھتا ہے ۵

| | |
|-------------------------|-----------------------|
| از غیبت مردمان بہ پرہیز | وز مردم عیب جوے بگریز |
|-------------------------|-----------------------|

حکایت ہے کہ ایک غیر مسل بغیر تھے۔ خواب دیکھا کہ حکم ہوتا ہے۔ صبح کو اٹھ کر فلان جنگل میں جاوے گا۔ جو چیز نظر آئے اُسے کھا جاوے۔ دوسرے جو چیز نظر پڑے اُسی سے چھپا دو تیسری چیز جو دیکھو اسکی حفاظت کرو۔ چوتھے کو نا اید نہ کرنا۔ پانچویں سے گریز کرنا۔ صبح اٹھ کر روانہ ہوئے پہلی چیز جو دکھائی دی وہ ایک بلند پہاڑ تھا۔ آپ حیران ہوئے کہ اسے کس طرح کھاؤں مگر خدا کا حکم تھا روانہ ہوئے جب قریب پہنچے تو دیکھا کہ وہ پہاڑ ایک لقمہ خود بن گیا ہے۔ آپ نے کھایا تو شہد سے زیادہ شیرین اور مشک سے زیادہ خوشبودار تھا۔ خدا کا شکر بجا لا کر آگے بڑھے۔ ایک ٹشت زردین راستہ میں پڑا ہوا دیکھا۔ گر بھا کھو کر اُسے چھپایا اور آگے بڑھے، دو قدم چل کر تیسچھ دیکھا کہ وہ ٹشت اوپر آ گیا ہے۔ پھر پلٹ کر اس کو گاڑا۔ پھر باہر آ گیا۔ غرض کئی مرتبہ ایسا ہوا۔ پتھر نے سوچا کہ مجھے چھپانے کا حکم ہوا تھا۔ یہ کام تو میں نے کر ہی دیا۔ یہ سوچ کر آگے بڑھے دیکھا کہ ایک

چڑیا باز کے خوف سے ہر اسان ترسان اڑ رہی ہے پرندے کہا کہ اے نبی میری حفاظت کر کہ دشمن میرے پیچھے ہے آپ نے اُسے اپنے گریبان میں چھپا لیا۔ اتنے میں خشم آلود باز پہونچا اور کہا اے نبی آج دن بھر اس شکار کے میں پیچھے رہا اور آپ نے چھپا لیا میں بہت بھوکا ہوں۔ مجھے نا امید نہ کر۔ آپ نے سوچا کہ مجھے حکم ملا ہے کہ نا امید نہ کر تھوڑی دیر سوچ کر اپنی ران سے گوشت کا ٹکڑا کاٹ کر سامنے پھینک دیا۔ وہ گوشت لے کر اڑ گیا اور پرند کو نجات ملی۔ اب آپ آگے بڑھے ایک مردار دیکھا جو بدبودار اور متعفن تھا۔ آپ وہاں سے بھاگے۔ جب رات ہوئی تو آپ نے نجات کی کہ اگلی جو حکم تو نے مجھے دیا تھا میں بجالایا۔ اب اس حکمت ظاہر کر۔ خطاب ہوا کہ کوہِ عظیم جسے کھایا تھا وہ غصہ ہے جو پہلے بڑا معلوم ہوتا ہے۔ مگر کھا جاؤ تو نہایت شیریں معلوم ہوتا ہے۔ اور طشتِ زرین جو ہر چند چھپا ہے سے نہ چھپا وہ نیکی ہے۔ کہ کوئی لاکھ چھپائے مگر چھپ نہیں سکتی۔ تیسرے سے یہ مراد ہے جو تیرے پاس پناہ لے اُس کی حفاظت کر اور جو امین بنائے اُسکی انتہا میں خیانت نہ کر۔ چوتھے سے یہ مراد ہے کہ کوئی شخص تجھ سے جو چیز مانگے تو حاجتِ روائی میں کوشش کر۔ پنجم جو مردار دیکھا تھا وہ غیبت ہے۔ اس سے محفوظ رہ کیونکہ غیبت کردارِ نیک کو باطل کر دیتی ہے۔ فطم۔

| | |
|---|-----------------------------|
| مران غیبت پیچکس از زبان | کہ طاعت ز غیبت افتد در زبان |
| بہر غیبت طاعت کم شود | ز غیبت گرے کار ہر ہرسم شود |
| صحبتِ ملوک کے لیے زیبا ہے کہ گردِ غیبت سے پاک و صاف ہو جس طرح غیبت کرنا حرام ہے۔ اسی طرح اس کا سننا بھی حرام ہے۔ کہنے اور سننے والا دونوں عذاب میں برابر ہیں۔ | |
| گوشِ زبان در رہِ غیبت مدہ | از بد کس گوشِ زبان پاک نہ |

پانچویں وہ لوگ ہیں جو ناحق شناس ہیں۔ ولی نعمت کے حقوق نہیں پہچانتے اور کفران نعمت کرتے ہیں۔ اور ہمیشہ یہ جماعت سرنگون اور مقہور رہتی ہے نہ بخت آن کا بیدار ہوتا ہے نہ آن کی دولت پائدار ہوتی ہے۔ قطعہ

| | |
|----------------------------|-----------------------------|
| کسے کو ملی کند نعمت فراموش | ازو کردن فراموشی صواب است |
| ازان کو حق نماند برہمنیز | کہ روح از صحبت اور عذاب است |

نقل ہے کہ خلیفہ معتمد نے کہا کہ جو تیغ زبان شکر گزاری میں کند ہو اسے زبان تیغ سے نزا دینا چاہیے۔ نظم

| | |
|------------------------|-------------------------|
| حق نان و نمک تبہ کردن | بشکند مرد را سر و گردن |
| با ولی نعمت اربرون آید | گر سپہرست سرنگون آید |
| حق شناسی بزرگوار کند | نا سپاسی ز پای در فلکند |

چھٹا دروغ گو ہے کیونکہ کذب کسی کے نزدیک پسندیدہ نہیں ہے۔ اور مرد دروغ گو سلاطین کے پاس بے آبرو رہتا ہے۔ اخلاق حکما میں بیان ہے کہ وزیر فضل کی مجلس میں دو ندیم تھے۔ ایک نصیر دوسرا ثاقب جو نہایت خوش طبع اور با مذاق تھا۔ ایک دن مذاق میں نصیر سے بگڑ گئی اور کشتی کی نوبت آگئی نصیر کا عمامہ گر گیا تو اسے نہایت غصہ آیا اور چہرے کا رنگ سرخ ہو گیا وزیر نے کہا اس قدر فحش کی کیا بات ہے۔ ایسی باتیں تو بکثرت ہو اگر تیری ہنر ثاقب نے کہا کیوں نہ مجھے غصہ آئے کہ آپ کی ایسی مجلس میں میری بے آبروئی ہوئی فضل نے کہا کہ اس واقعہ کو زیادہ وقیع نہ بنا اور خفا نہ ہو کیونکہ تیری آبرو میرے نزدیک اسی دن جا چکی ہے جب تو نے مجھے کہا تھا کہ میرے خچر نے ایک شب میں مرو سے نیشاپور پہنچا دیا۔ نظم

| | |
|--------------------------|-------------------------|
| میسر و زہر گز چیراغ دروغ | چراغ دروغ ست بس بے فروغ |
|--------------------------|-------------------------|

| | |
|-----------------------------|-------------------------|
| تو از کذب تعظیم و حرمت مجوے | کرزان اکبر وے شود اچھوے |
|-----------------------------|-------------------------|

ساتویں وہ لوگ بھی قابل خدمت نہیں ہیں جو بسیار گوبہوتے ہیں۔ ایسے شخص کی قدر یا تمیز نہیں رہتی کیونکہ طول کلامی میں غلط سلط باتیں زیادہ آجاتی ہیں بزرگوں نے کہا ہے کہ جو شخص زیادہ بات کرنے پر حریص ہو اس کی نسبت یقین کر لو کہ دیوانہ ہے، مثل ہے المکثار مہذار، یعنی بسیار گوبہوتہ ہے۔ نقل ہے کہ حضرت عسلی علیہ السلام کے حواریوں نے خواہش کی کہ آپ ہمیں نصیحت کیجیے جس پر ہم کار بند ہوں اور بہشت میں پہنچیں۔ آپ نے فرمایا ہرگز بات نہ کرو، جواب دیا یہ کیسے ممکن ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جب بات کرو تو سوا کلمہ اخیر کے اور کچھ نہ کہو کیونکہ زیادہ گوئی دل کو تاریک کرتی ہے۔ مثنوی

| | |
|------------------------------|------------------------------|
| اہلے از حریفہ ز رمی گمنی | صرفہ گفت ارکن ارمی گمنی |
| چند زیاس درم اسفے برنج | پاس سخن دار کہ این ست گنج |
| گفتن بیفادہ ترک حیاست | قول موجبہ صفت انبیاست |
| ہر چہ بہنگام نگوید کسے | خامشی از گفت نکو تر ہے |
| نہ ہر بے گفتار انسان خوش است | ہر چہ پسندیدہ بود او خوش است |

حکایت ہے کہ ایک مرتبہ تین بادشاہ نوشیروان کی مجلس میں موجود تھے۔ قیصر روم۔ خاقان چین۔ ملک ہند نوشیروان نے کہا کہ زمانہ چاہیے جب ایسی صحبت کہیں نصیب ہوتی ہے۔ آؤ ہر ایک ایک بات کہیں کہ بادشاہوں کا کلام کلام کا بادشاہ ہوتا ہے۔ جو بطور یادگار باقی رہے۔

| | |
|----------------------------------|---------------------------------|
| درین سراے کہ ہر خوں کن بچوش سخنے | کہ بہتر از سخن خوب یادگاری نیست |
|----------------------------------|---------------------------------|

سچوں نے نوشیروان سے کہا کہ آپ ابتدا کیجئے۔ نوشیروان نے کہا کہ ہرگز ناگفتہ سخن پر مین پریشان نہیں ہوا۔ بلکہ بعض بولے ہوئے سخن پر نہایت

نادم ہوا ہون۔ قیصر روم نے کہا جو میں نے نہیں کہا اُس پر کہنے کی قدرت ہر وقت حاصل ہے۔ اور جو کہ چکا وہ اختیار سے باہر ہو گیا۔ یعنی جب بات شخص سے نکل گئی تو وہ واپس نہیں ہو سکتی۔ اور جو بات کہی نہیں گئی اُس کا ہر وقت کہا جانا ممکن ہے۔

خاقان چین نے کہا جب تک میں بات نہ کروں تو گفتگو میرے تابع رہتی ہے۔ اور جب کہ چکا تو وہ مجھ پر غالب ہو جاتی ہے۔ یعنی جب تک گفتگو کوئی شخص نہ کرے اسے اختیار حاصل ہے کہے یا نہ کہے اور اگر کہ چکا تو پھر اس کے حیطہ اختیار سے باہر ہو گئی۔

ملک ہند نے بیان کیا کہ ہر ایک بات جو کہی جائے یا تو جھوٹ ہوگی یا سچ اگر صحیح ہے تو اُس کا کہنے والا اس کا ذمہ دار بن جاتا ہے۔ تاکہ اپنی ذمہ داری سے بری ہو اور اگر غلط ہے تو کچھ فائدہ نہیں ہے۔ پس دونوں حالتوں میں خاموشی اولیٰ ہے۔ قطعہ

| | |
|---------------------------------|--------------------------------|
| بد و گفتم اے آنکہ با عقل و ہوشی | بہ پیروی رسیدم در اقتضای یونان |
| خمشوشی خمشوشی خمشوشی خمشوشی | ز مردم چہ بہتر بہر حال گفتہ |

حکماءے متاخرین نے کہا ہے کہ سخن بد سے خاموشی بہتر ہے اور سخن نیک خاموشی سے بہتر ہے۔ قطعہ

| | |
|--------------------------------|-------------------------|
| نظر کردم چشم عقل و دانش | ندیدم بہ ز خاموشی خصالے |
| نہ گویم لب بہ بند و دیدہ بردوز | ولیکن ہر مقامے را مقالے |

چالیسواں باب خدم و حشم کی تربیت کے بیان میں

اور یہ باب دو قسموں پر منقسم ہے، قسم اول میں بادشاہوں کی تربیت کا بیان

ہے جو انھیں اپنے ملازمین و متعلقین کے ساتھ کرنی چاہیے۔ دوسرے حصہ میں ملازمین سلاطین کے آداب کا ذکر ہے۔ یہاں قسم اول کا بیان کیا جاتا ہے۔ حکما کا قول ہے کہ سلاطین کو ارکان دولت اور اعیان مملکت کے بغیر چارہ نہیں۔ بوجہ اس کے کہ ہر ایک شخص کے زیر تسخیر ایک حصہ ملک ہوتا ہے اور رعایا اُس کے قابو میں رہتی ہے، لہذا بادشاہ کے لیے نہایت ضروری بات ہے، کہ سلطنت کے جرنی کلی امور کو نگاہ میں رکھے اور اپنے حکام کی کارروائیوں کا نگران ہو، اس کے لیے صرف دو آنکھ اور دو کان کافی نہیں ہیں بلکہ بہت سی آنکھیں اور کان درکار ہیں۔ پس چاہیے کہ ایک جماعت ہوشمند، نیک شریعت، بے طمع، بلند ہمت ملازم رہے جس کے گوش و چشم کا وہ مالک ہو جس کے ذریعہ سے حکمرانی کرے۔ اور اس منجبر جماعت کی رعایت کرنی چاہیے تاکہ وہ مستعدی سے کام کرے کیونکہ اس سے بدتر کوئی بات نہیں کہ مملکت کے حالات بادشاہ تک نہ پہنچیں سراج الملوک میں بیان ہے کہ نوشیروان نے ایک حکیم سے پوچھا کہ زوال مملکت کے کیا اسباب ہیں۔ اُس نے کہا تین۔ اول یہ کہ بادشاہ سے خبریں پوشیدہ رکھی جائیں، دوم فرومایہ لوگوں کی پرورش، سوم حکام کا ظلم، نوشیروان نے دلائل مانگے تو بیان کیا کہ جب ملک و رعایا کے حالات بادشاہ تک نہ پہنچ سکیں گے اور بادشاہ دشمن سے غافل ہو تو ہر شخص جو چاہے کرے گا۔ اور فتنہ و فساد گوشہ ملک سے اُٹھے گا۔ مملکت ضعیف ہوگی دوسرے جب فرومایہ اور دنی اطیع لوگوں کی پرورش ہوگی تو وہ اپنی ذنابت سے مال جمع کرنے پر راغب ہوں گے اور ہر ایک شخص سے طمع کریں گے۔ اکابر و اشراف کی قدر نہ پہچانیں گے اور مردم بزرگ کی حرمت کا لحاظ نہ رکھیں گے لوگ انکے حرکات سے رنجیدہ ہوں گے تو رعایا بادشاہ سے خلاصی پانے کی

فکر کرے گی اور اسی موقع کی نسبت کہا گیا ہے ”زوال الدولہ بارتفاع اسفلۃ“
یعنی جب کمتر درجہ کے لوگ ترقی کریں گے تو ملک زوال پذیر ہوگا۔

| | |
|-------------------------|--------------------------|
| گر سفلہ بجاہ دست یابد | بازار ملک شکست یابد |
| دونان نہ سزلے جاہ باشند | بل درخور بند و چاہ باشند |

دوسرے جب حکام رعایا پر ظلم کریں گے تو اُن کی نیت بادشاہ کی طرف سے بد ہوگی اور زراعت و امارت سے ملول و متفکد ہوگی جس سے سلطان کی آمدنی کم ہوگی لشکر کے لیے رسد نہ پہنچے گی۔ فوج بھی سرتابی کرے گی۔ مقابلہ غنیم پر بے وفائی کریں گے اور ملک ہاتھ سے نکل جائے گا۔ نظم

| | |
|------------------------|-----------------------|
| ظلم عامل جهان خراب کند | دل مظلوم را کباب کند |
| اندر آرد بکار ملک شکست | دامن عافیت رود از دست |

نوشیروان نے بڑی تعریف کی اور اس کے کلمات کو آب زر سے لکھنے کا حکم دیا، دوسرے کہتے ہیں کہ قعر سلطنت کے چار ستون ہیں، اگر اُن میں سے ایک نہ ہو تو خلل پڑے گا اول امیر ہے جو اطراف مملکت کی خدمت کرتا ہے اور دشمنوں کے شروفا کو مٹاتا ہے ویم وزیر جو سلطان اور ملازمین کا انتظام کرتا ہے اور موقع سے مال حاصل کر کے موقع پر خرچ کرتا ہے۔ سوم وہ حاکم جو بادشاہ کی طرف سے احوال خلق کی تحقیق کرے۔ بدو کو دبا لے نیکون کو بڑھائے چہارم معتبر مجرب و مفصل حالات سے بادشاہ کو اطلاع دے۔ وہ جماعت جسکے بغیر کوئی چارہ نہیں اہل سیف ہیں۔ اُن کی نسبت اجمالی بیان یہ ہے کہ ہر ایک کو عنایت و مہربانی سے دیکھے اور جس چیز کی ضرورت ہو مہیا کرے، جو کار مضبوط خاطر خواہ انجام دے اس پر نوازش کرے، ورنہ پہلے نصیحت کرے پھر گوشمالی دے مگر ہرگز اظہار عیوب ملازمین روانہ رکھے اُن کی خوشی اور بے خوشی

ریختہ ہو جس کو کینہ ملا زمین میں نہ پیدا ہونے دے اور جدال و نزاع کا فوراً دفعہ کرے تاکہ خصوصیت کا مادہ نہ قائم ہو چکا کا قول ہے کہ امر کے نزاع سے ملک اترتا ہوتا ہے نظم

| | |
|---------------------------|----------------------------|
| چو یک دل نباشند اعیان شاہ | شود کار شاہ و رعیت تباہ |
| زارکان دولت نہ زبید نزاع | کہ استیزہ آرد علی الانقطاع |
| ستیزہ بجائے رساند سخن | کہ ویران گشت خاندان کہن |

ملک بہمن نے ایک حکیم سے پوچھا کہ ملا زمین کی تربیت کس بنیاد پر رکھنی چاہیے جواب دیا دو چیزوں پر۔ ایک لطف۔ دوسرا قہر ہمیشہ قہر و لطف کی نظر کا اثر خدام سلاطین پر ظاہر کرنا چاہیے۔ سختی سے کام لے تاکہ وہ دیر نہ ہو جائیں اور نرمی سے چھوڑیں تاکہ مایوس نہ ہوں۔ نگارستان میں لکھا ہے کہ تربیت میں حکمت کی بات یہ ہے کہ نرمی سے کام نکلے تو سختی نہ کرے، اور اگر تشدد کی ضرورت ہو تو نرمی نہ برتے کہ زخم پر نشتر کی ضرورت مرہم سے پہلے ہوتی ہے۔ قطعہ

| | |
|----------------------------|-------------------------------|
| ہمیشہ رہ لطف تو ان گرفت | درا بر و فلکن چین بہنگام خویش |
| نہ مہمی کہ مرہم نیاید بکار | چو گرود جراحت نرادریش |

حکمانے کہا ہے کہ جس شخص کو بادشاہ تربیت دینی چاہے۔ جب تک کہ اس کا بخوبی امتحان نہ کرے اور اس کے عادات و اطوار کی آزمائش نہ ہو ہرگز تربیت نہ کرے کیونکہ بسا اوقات نا متعین کو نظر سے گرانا پڑتا ہے اور جلدی کسی کو گھٹانا اور بڑھانا و بد بے سلطنت کے لیے مضر ہے۔

| | |
|--------------------------|------------------------|
| ہرگز امیل تربیت داری | امتحان کردہ بایدش پچند |
| اگر شن بہت قابلیت آن | علم و ولتش بر آری بند |
| و نہ قابل بود بایند مساز | تا بزودے نبایدش افگند |

جس طرح اٹھائے ہوئے کو جلد پھینکنا مناسب نہیں اسی طرح کسی سے

جلد خوش اور ناخوش ہونا خفت اور سبکی کی دلیل ہے۔ کیونکہ اس کے لیے زمانہ چاہیے تاکہ بادشاہ کا عزم و ثبات ظاہر ہو۔ حکایت ہے کہ ایک دن کوئی خلیفہ اپنے مصاحب سے باتیں کر رہا تھا۔ اثنائے سخن میں مصاحب نے ایسی بات کی جو مناسب نہ تھی خلیفہ نے اُسے مجلس سے باہر نکلوا دیا وہ بیچارہ زندگی سے مایوس گھر میں بیٹھ رہا اور نا کام شربت تلخ صبر و تحمل پیتا رہا اور خود کہتا تھا۔

| | |
|----------------------------------|-------------------------------|
| دل از حال بد خود جزع مکن ز نرسار | صبور باش کہ نیکو شود با خرقار |
|----------------------------------|-------------------------------|

جب مدت مہاجرت کو عرصہ ہوا تو اُس نے اپنے حالات کا معروضہ لکھ کر کسی کے ہاتھ خلیفہ تک پہنچایا۔ اُس نے موقع پا کر پیش کیا تو خلیفہ نے ہنس کر کہا کہ اس نے ایسی خطا نہ کی تھی جو محرومی کا باعث ہو۔ مصاحب نے کہا تو پھر دربار میں آنے کی اجازت ہوئی چاہیے خلیفہ نے کہا۔ لکل اجل کتاب، ہر ایک کام ایک وقت پر ہوتا ہے جب تک وقت نہیں آتا جدوجہد بے فائدہ ہوتی ہے۔

| | |
|--------------------------------|---------------------------------|
| تا ورنہ رسد وعدہ ہر کار کہ ہست | سو دی نہ کند یاری ہر یار کہ ہست |
|--------------------------------|---------------------------------|

ایک سال کے بعد اس کو طلب کیا اور خلعت دے کر کہا کہ جب سلطان کسی کو بزرگ کرتا ہے تو ہر طرح سے پہلے دیکھ لیتا ہے کیونکہ جب مال و منال اور اختیار و اقتدار اُس کو دے چکا ہے تو پہلی حالت پھر ملتا نہیں سکتا اور اگر گرانا چاہے تو بتدریج ورنہ انتظام میں خلل ہوگا۔

| | |
|------------------------|------------------------------|
| برانش میا وریہ یکبارگی | کہ جان را بہ کوشد بہ بیبارگی |
|------------------------|------------------------------|

نوشیروان نے بزرگ چہرے پر بوجھالائق تربیت کون شخص ہو جواب دیا جواباً نسب رکھتا ہو اور جو کہ ادنیٰ نسب رکھتا ہے نہ حکم کل شیء رجح الی اصلہ، اپنی اصل کی طرف رجوع کرتا ہے حکایت ہے کہ ایک مرد کی نام بزرگ خاندان

سے تھا اور نسب عالی رکھتا تھا اُس نے ایک کینزروی نونشا بہ کو خرید کیا جو بدخو اور بہانہ جو تھی جھگڑا لہجہ تھی۔ ذکی ملک یمن سے اپنے تصرف میں لایا اور اُس سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ ایک دن ذکی کے پاس ایک حکیم بیٹھا تھا۔ اُسکا بیٹا آیا۔ ذکی نے اُسے کسی کام کے لیے کہا وہ اٹھ کر چلا گیا اور چند قدم جا کر واپس آیا اور ایک طرف بیٹھ گیا۔ لوگ اُس کی حرکت پر تعجب ہوئے۔ حکیم نے ہنسکر کہا کہ ذکی نے فرمانبرداری چاہی مگر نونشا بہ خلاف ہوئی اور دونوں جو ہر لون کا اثر ظاہر ہوا جس طرح رنگت میں فرزند باپ سے مشابہ ہوتا ہے ویسے ہی رذالت و نجاست میں بھی۔ فر دوسی

| | |
|--|--|
| درختیکہ تلخ است ہی را شربت درازجوی خلدش بہنگام آب سرا انجام گوہر بکار آورد | گرش در نشانے باغ بہشت بہ پنج انگبین ریزی شہد تاب ہمسان میوہ تلخ بار آورد |
|--|--|

اور کہتے ہیں کہ نفس خبیث کی پرورش کرنا اپنی آبروریزی کرنا ہے۔ کیونکہ جو نطفہ خبیث سے وجود میں آیا ہے اُسے نیک خو کی جگہ پر مقرر کرنا حرام ہے۔

| | |
|-------------------------------|--------------------------------|
| بد اصل را چگونہ کسے تربیت کند | در حجب خود چگونہ کسے ماہر ورود |
|-------------------------------|--------------------------------|

اور دو سرانگتہ ملازمین کی تربیت میں یہ ہے کہ ایک شخص کو دو کام نہ دے بلکہ ہر ایک شخص کو ایک ایک منصب پر مقرر کرے نیز ایک کام پر دو ملازمین کا تقرر نہ ہونا چاہیے۔ کیونکہ جب شرکت ہوگی تو حسب مراد کام نہوگا۔ قطعہ

| | |
|-------------------------------|----------------------------|
| نہ یک کس تواند کہ سازد دو کار | کہ آنرا پسندند ارباب ہوش |
| دو کس نیز در یک عمل ضائع اند | کہ دیگر بہ شرکت نیاید بچوش |

اب اجمال بیان کے بعد تین نکتے مفصل بیان کیے جاتے ہیں۔ سب سے مقدم تربیت اولاد ہے۔ ذخیرۃ الملوک میں لکھا ہے کہ والدین کے لیے فرزند

حق کی امانت ہے۔ عرصہ محشر میں اس امانت کے حقوق کا مطالبہ کیا جائے گا۔ چونکہ یہ امانت ایک آئینہ ہے کہ تمام کمالات کے قابل ہے۔ اور اس کے جوہر حقیقت کو جس طرف مائل کروڑے گا۔ پس اُس کی تربیت میں بڑی کوشش کرنی چاہیے تاکہ پسندیدہ صفات سے متصف ہو اور برے عادات سے پرہیز کرے اور دایہ خوشخو اور نیک ہو۔ اخبار میں بیان ہے کہ دودھ طبیعت میں اثر پیدا کرتا ہے۔ جب مدت رضاعت ختم ہو تو پاک طینت آدمی کا تقرر کرنا چاہیے تاکہ اُس کی طبیعت اس کے اوصاف سے متصف ہو جائے اور چونکہ بچوں کی طبیعت لہو و لعب اور اکل و شرب کی طرف مائل ہوتی ہے۔ تو اس میں قانون اعتدال کی رعایت ہو اور دیندار متقی معلم مقرر ہوں، قرآن اور احکام شرعی تعلیم دے اور جو علم دین و دنیا کے مفید ہو اُسے بھی بتائے اور بہترین تربیت یہ ہے کہ اُسے کچھ طبیعت اور شریر صحبتوں سے بچایا جائے۔ خوش فکر و ذہین نیک مصاحب رکھنا چاہیے۔ ہمیشہ اُس کے سامنے علما اور فضلا کی تعریف کرنی چاہیے۔ تاکہ انکی محبت دل میں راسخ ہو اور بیکرداروں اور بد معاشوں کی مذمت کرنی چاہیے تاکہ انکی نفرت دل میں جاگزیں ہو۔ جب سن تیز کو پہنچیں تو مرد بزرگ عالی ہمت صاحب تجربہ کو مقرر کرنا چاہیے۔ کہ آداب نشست و برخاست سکھائے۔ اور اس میں کوشش کرے کہ ادب و حیا اور علوی ہمت میں اخلاق ملوک سے متصف ہو جائے اور جب وقت آئے تو دلیر سپاہیوں کو اُٹھیں سواری و سلحہ داری اور ضروری فنون حرب کے لیے مقرر کرنا چاہیے۔ اور جب وہ اس سے فارغ ہو تو مشائخ و علما کی صحبت میں رکھنا چاہیے تاکہ بزرگان دین کی صحبت سے مستفیض ہو جس کا اثر کلی ہمت پر پڑتا ہے۔

از دل صاحب نظری یافتہ

ہر کہ ز دولت اثرے یافتہ

| | |
|--------------------------|--------------------------|
| ہمت مردان جو در آید بکار | برگ گل تازہ برآید ز حصار |
| ہر نظرے کزہ صدق و صفات | چون بحقیقت نگری کیا ست |

دوسرے ارے دولت جو رکن سلطنت ہیں اُن کی تربیت ایسی کرنی چاہیے کہ اُن کی عظمت میں کوئی فرق نہ پڑے اور ملکی و مالی مہمات میں ان کو مداخلت کی اجازت دے تاکہ کھلی مہم بغیر ان کی رائے و تدبیر کے نہ ہو اور ملک کے مصالح میں جو عرض و معروض وہ کریں اُسے بغور سننا چاہیے۔ اور اُن کی امور مفوضہ میں بڑی التفات چاہیے، خصوصاً امور ایلیگی گری میں جو کہ سلاطین کی زبان ہوتے ہیں اور ایلیگی کے اطوار سے بادشاہ کی حالت کا اندازہ کیا جاتا ہے پس ایلیگی دانشمند - سخن گو - نیک رو - صاحب جود بزرگ ہمت بھیجنا چاہیے۔ تاکہ وہ فرستندہ کی آبرو نہ ڈبوئے۔ اور جو رسول بھیجے انھیں صفات کا بھیجنا چاہیے چنانچہ حکیم نے کہا ہے ۵

| | |
|-------------------------|---------------------------|
| رسول تو انا تو انا فرست | بدانا ہم از جنس دانا فرست |
|-------------------------|---------------------------|

حکایت ہے کہ جب مہلب نے خواجه کو شکست دی اور بہ کثرت مال غنیمت اُس کے ہاتھ لگا۔ تو اُس نے ایک قاصد مالک نام حجاج کے پاس روانہ کیا حجاج نے پوچھا کہ مہلب کو کس حالت میں تو نے چھوڑا ہے، جواب دیا ایسی حالت میں کہ اُس کے دوست مسرور اور دشمن مقہور ہیں۔ حجاج نے پوچھا کہ فوج کے ساتھ اس کا کیسا سلوک ہے۔ جواب دیا شفقت پدرا نہ سے پیش آتا ہے۔ پھر دریافت کیا کہ اُس کے بیٹوں کا کیا حال ہے۔ جواب دیا سب خوش ہیں۔ پوچھا لڑائی کے لیے کیسے ہیں۔ جواب دیا۔ جان کا انھیں کچھ اندیشہ نہیں۔ پوچھا بزم میں کیا حالت ہے جواب دیا مال کی کچھ قدر نہیں۔ پوچھا عقل و فضل کی حالت کیسی ہے۔ جواب دیا ایسا دائرہ ہے جس کی ابتدا

وانہما۔ اول و آخر کا پتہ نہیں۔ حجاج نے کہا اس شخص نے سخن کو حد کمال پر پہنچا دیا ہے۔ اور مہلب کی وقعت میرے دل میں قائم ہو گئی رسول کے آداب و عقل سے فرستندہ کے عقل و ادب کا میں نے اندازہ کیا۔ قطعہ

کہ کار تر ابا شد از وہ بھی
فارسل حکیماً و لا توصہ

رسول از فرستے حکیمی فرست
شنیدی کہ آن مرد دانا پچہ گفت

لشکریوں کی تربیت بھی جملہ ضروریات سے ہے اور اُن سے چار قسم کا فائدہ ہے۔ اول قوت و ہیبت شاہ دوم دفع غنیم۔ سوم امن رعایا۔ چارم دفع بہرن ان کو چار شرطیں بجالانی چاہیے۔ اول یہ کہ فرمان سلطانی سے بیرون نہ ہوں اور بغیر اُس کے حکم کے کوئی کام نہ کریں۔ دوم یہ کہ بادشاہ سے یک دل و ہم زبان ہوں سوم یہ کہ بالیکہ دیگر متفق ہوں۔ چارم یہ کہ میدان کارزار میں مردانگی اور فرزانگی کا لحاظ رکھیں۔ سلطان کو بھی انکے ساتھ چار طرح کا سلوک کرنا چاہیے اول یہ کہ ہتھیار اور سواری مہیا کرے۔ دوم ہر ایک کے مرتبہ کا لحاظ رکھے۔ سوم جو ان کی اچھی تربیت کرے اور لشکر میں سرفراز کرے۔ چارم غنیم سے جو غنیمت ہاتھ آئے اسے امنین بھی تقسیم کرے۔

قباد نے اپنے کسی آتش پرست عالم سے پوچھا کہ لشکر سے کیسا سلوک کروں۔ اُس نے جواب دیا کہ جس قدر وقت ملے اُن کے نفخ حالات میں صرف کر جس طرح کہ باغ کا مالی درختوں اور پودوں کی حفاظت کرتا ہے۔ بیکار لوگوں کی تربیت نہ کرنی چاہیے اور جو کام کے ہوں ان کو خوب سامان رسد مہیا کرنا چاہیے ورنہ ممکن ہے کہ تنگی معاش سے گھر اگر کام میں سستی کریں اور دوسری جگہ رجوع کریں حکیم نظامی کہتا ہے۔ نظم

مدہ بیشتر مال از خسب آہ

سپہ را باندازہ دہ پائے گاہ

| | |
|--|---|
| شکم بندہ را چون شکم گشت سیر نہ سیری چنان دہ کہ گردن دست سپاہی کہ خوشدل نباشد ز شاہ | کند بزدلی گرچہ باشد دلیر نہ بگذارشان در خورش تنگ دست ندارد وحدود ولایت نگاہ |
|--|---|

دوسرے وزیر جو ملک و خزانہ کی زیبائش میں۔ اگر بادشاہ کا کام بغیر وزیر کے نکل سکتا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام خدا سے نہ چاہتے کہ اہل بیت سے میرے لیے ایک وزیر مقرر کرے اور وہ میرا بھائی ہارون ہے اور اس سے مجھے قوی بنا۔ پس معلوم ہوا کہ وزیر استحکام بنائے سلطنت و انتظام امور مملکت کا سبب ہیں بجا لیکہ وہ پسندیدہ عادات و خصائل سے متصف ہوں۔

| | |
|--------------------------|-----------------------|
| از وزیرے کہ او نیکو سیرت | ملک را زب وزیرت دگرست |
|--------------------------|-----------------------|

اور انکی تربیت یہ ہے کہ شرف التفات و عنایت سے خاص و عام میں ممتاز کریں انکا قول قابل نفاذ اور حکم قابل اعتبار ہو اور کسی کو مہات مالی میں بغیر انکے استصواب کے دخل نہ دینے دیں اور انکی تدبیر و ن کو کار ہائے مناسب میں اہل جاننا چاہیے کیونکہ ممکن ہے قلم سے ایسا کام ہو جو تلوار سے نہ ہو سکے۔

| | |
|-------------------------|---------------------------|
| قلم رخت جائے تواند کشید | کہ شمشیر نتواند آنجا رسید |
|-------------------------|---------------------------|

ایک دن ایک وزیر اور ایک امیر کے درمیان تقدیم و تاخیر میں جھگڑا ہوا امیر نے کہا میں خداوند تیغ ابدار ہوں اور تو صاحب قلم ہے۔ اور ملک تلوار سے حاصل ہوتا ہے نہ قلم سے۔ وزیر نے کہا کہ ملک کا کام قلم سے درست ہوتا ہے۔ نہ کہ شمشیر سے، یہ ماجرا بادشاہ نے سنکر دونوں کو اپنی خدمت میں طلب کیا اور وزیر سے کہا کہ ہمیشہ اہل قلم اہل سیف کے خدشہ گار رہے ہیں تو اہل قلم کو کیوں ترجیح دیتا ہے۔ وزیر نے جواب دیا کہ تلوار دشمنوں کیلئے کار آمد ہے نہ کہ دوستوں کے لیے اور قلم دونوں کے کام آتا ہے۔ دوسرے

اہل سیف ملک داری کی ہوس رکھ سکتے تھیں اور بادشاہ سے بغاوت کر سکتے تھیں مگر اہل قلم سے ایسی جرأت ہرگز سرزد نہیں ہوتی، دوسرے یہ کہ اہل سیف خزانہ کو خالی کرتے تھیں اور اہل قلم بھرتے تھیں اور آمدنی خراج سے زیادہ عزیز ہوتی ہے قطعہ

| | |
|-----------------------------|--------------------------------|
| درخامہ وزیر بجزرت نگر کہ اک | درجو بکار ملک نہالیست بہرہ ور |
| حقہ بموقع است اگر تربیت کند | آن شاخ را کہ میوہ او بست معتبر |

اور مقربان سلطنت سفرون اور حکامون کی تربیت یہ ہے کہ ہر ایک کو ایک خاص کام کے لیے نامزد کریں اور دوسروں کے کام میں مداخلت نہ کرنے دین اور ہر شخص کی قدر خدمت جانیں۔ لائق لوگوں کے حال پر مہربانی ظاہر کرے اور انکو استقدر دلیر نہ کرے کہ جو چاہیں کہیں، بسطوت و ہیبت کا پردہ در بیان سے نہ اٹھائے اور ہر ایک کو مقام ادب و حیا سے متجاوز نہ ہونے دے اور اگر کوئی ان سے بموقع گفتگو کرے تو اسے نہ سنیں۔ اور جو امین و تجربہ کار نہ ہو اسکو اپنا معتمد نہ بنانا چاہیے۔ اور چونکہ ملازمین ایک دوسرے سے رشک و غیبت کرتے ہیں۔ لہذا کسی کا کلام دوسرے کے بالے میں نہ سمجھنا چاہیے اور سب کو باہم اتحاد دیکھتی پر مائل کرنا چاہیے اور منافقت و مخالفت سے ڈرانا چاہیے کیونکہ امور سلطنت میں انکو بڑی مداخلت ہوتی ہے جیسا کہ کسی قدر اوپر بیان کیا جا چکا ہے قطعہ

| | |
|----------------------------------|-----------------------------|
| ملا زمان سلطین چو یکجہت بنند | مہم مملکت و مال برتہ را بود |
| وگر نفاق نمایند و مکر و حیل کنند | اساس جملہ مہمات بے مدار بود |

اور غلام و بندگان ز خریدار پستہ مالک کے لیے بمنزلہ دست و پا اور تمام اعضاء جسم کے ہیں کیونکہ کوئی شخص ہاتھ سے جو کام کرنے کا ہو وہ دوسرے شخص سے کراے تو وہی آدمی بمنزلہ ہاتھ کے ہے۔ اسی طرح پاتوں اور نگاہ کا کام کرنیوالا بمنزلہ ان اعضاء کے ہے پس ان ملازموں کے وجود پر شکر گزاری کرنی چاہیے اور

الوانع الواع لطف و کرم سے انکی دل دہی کرنی چاہیے تاکہ وہ کاروبار میں سستی و کاہلی کو دخل نہ دیں۔ لہذا انکے ساتھ رعایت کا برتاؤ کرنا چاہیے۔ ایسے کہ وہ خوشدلی سے کام کریں۔ بیان ہے کہ ملازم کی ہر خطا پر تنبیہ نامناسب ہے۔ ورنہ وہ جان نشاری سے کام نہ کرینگے۔ ملازمین و خدام میں حیا و دانائی کی صفت ہونی چاہیے اور یہ ہی صفت تمام کاموں کے لیے درکار ہے اور اگر خادم سے مکر و فریب کے آثار ظاہر ہوں تو فوراً اُسے علیحدہ کرنا چاہیے۔ جب کوئی غلام خیانت فاحش میں مبتلا ہو تو اُسکی نادیب یہی ہے کہ اُسے نکال دیا جائے تاکہ دوسرے خدام اُسکی صحبت سے تباہ نہ ہوں اور اسکا فساد دوسروں میں متغدی نہ ہو۔ قطعہ

مردم نیک را تباہ کند

صحبت مفسدان و بد فعلان

جامہ خویش را سیاه کند

ہر کہ با دیگر منشین گردد

اور اگر کوئی ملازم اپنے مالک کی شکایت جو بادشاہ کا ملازم ہو بادشاہ کی خدمت میں کرے تو فی الفور اسکا منع کرنا لازم ہے چنانچہ سلطان محمود غزنوی کی نسبت بیان ہے کہ ایک دن وہ نماز جمعہ کے لیے روانہ ہوئے۔ راستے میں ایک خوشرو اور حسین غلام کھڑا ہوا تھا۔ جب سلطان وہاں پہنچا تو غلام نے زمین چومی۔ سلطان نے از روے مہربانی اُس سے پوچھا کہ تیرا کیا مقصد ہے۔ اُس نے عرض کیا کہ اے بادشاہ مجھے ترکستان سے ایک شخص اس وعدہ پر لایا تھا کہ بادشاہ کی خدمت میں تجھے پہنچا دوں گا اور تو انعام و اکرام سے مالا مال ہوگا۔ اسی بشارت اور خوشی میں تمام مصائب برداشت کر کے میں یہاں پہنچا ہوں۔

چور وے شاہ بہ نیم دلم پیاسید

اگرم ہزار غم از روزگار پیش آید

اب کہ میں شہر میں پہنچا تو خواجہ حسن نے مجھے دیکھا اور ہزار دینار پر خرید لیا اور مدت ہوئی کہ مجھے گھر میں چھپائے ہوئے ہے۔ اسوقت مجھے موقع ملا کہ سر راہ

پہنچ کر اپنی آرزو بیان کروں اب جو خداوند حکم فرمائیں۔

سلطان نے اس غلام کی تادیب کی اور ایک شخص کو سپرد کر کے کہا کہ اسے حسن کے پاس لیجاؤ اور اس سے کہو کہ ہزار دینار ایک غلام کے لیے جب تو نے دیا ہے تو سو دینار پر ایک دربان کیوں نہیں مقرر کرتا تاکہ وہ غلام کو بغیر اجازت باہر نہ نکلے دے۔ سلطان سے ایک مصاحب نے دریافت کیا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا سلطان نے جواب دیا کہ اگر خواجہ حسن کے ہزار دینار ضائع نہ ہوتے تو میں اسکو قتل کر دیتا کیونکہ اگر غلاموں کو جرأت دلائی جائے تو ہر غلام اپنے مالک سے ناراض ہو کر یوں ہی شاکمی ہو گا اور اس طرح بندگی اور مالکیت کے مہم میں ابتری ہوگی۔ شبنوی

بداد و بد شرح با خاص و عام
کہ تا خواجہ را انگند در زبان
مبینا چشم کسے روئے او

چو از خواجہ خود بر بنجد غلام
بہ بہتان و غیبت کشاید زبان
غلامی کز مینسان بود خوئے او

بیان قسم دوم

اس باب میں ارکان دولت و اعیان بارگاہ نیز نایبان و عہدہ داران حکومت کے آداب کا بیان ہے۔ جو دولت سلاطین سے وابستہ ہونے کی فکر کرتے ہیں۔ جانتا چاہیے کہ جو شخص کا رشاہی میں ہاتھ ڈالے اسے چاہیے کہ اپنی سیرت کو ایسے قانون کے مطابق رکھے جو نیکنامی سلطان اور رونق مملکت کا سبب ہو اور یہ بغیر چار باتوں کی رعایت کیے ہوئے حاصل نہیں ہو سکتی۔ اول امر حق کی رعایت۔ دوم رعایت بجانب بادشاہ۔ سوم رعایت جانب خود۔ چہارم رعایت بجانب عایا رعایت حق کے لیے پانچ شرطیں ہیں اول یہ کہ نعمت و فضل الہی کا شکر بجالائے

جو اسکے شامل حال ہے تاکہ اسکی نعمت زیادہ ہو ۵

| | |
|----------------------------|---------------------------|
| شکر نعمت نعمت افزون می دہد | مفسان را گنج قارون می دہد |
|----------------------------|---------------------------|

دوم یہ کہ مراسم طاعت کو فرو گذاشت نہ کرے بلکہ اسے خدمت شاہ پر بھی مقدم رکھے تاکہ ہر ایک کے نزدیک ہر دفعہ عزیز ہوا اور تمام دلوں میں مقبول و محبوب ہو۔ حکایت ہے کہ ابو منصور وزیر شاہ طفل نہایت عاقل مرد تھا۔ اسکی عادت تھی کہ نماز صبح سے فارغ ہو کر طلوع آفتاب تک وظائف میں رہتا بعد ازاں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ ایک دن کوئی ضرورت پیش آئی اور بادشاہ نے اسے علی الصباح طلب کیا۔ لوگ اسے بولنے کے لیے پے درپے آئے مگر جب نماز سے اُسے سر نہ اٹھایا۔ حاسدون کو موقع مل گیا۔ اُنھوں نے سلطان سے جا کر بیان کیا کہ کس قدر وزیر مغرور ہے کہ قول سلطان پر اعتبار نہیں کرتا۔ اسی طرح کے اور کلمات کہے جس سے بادشاہ غصہ میں آیا جب خواجہ وظائف سے فارغ ہوا تو سلطان کی خدمت میں آیا۔ سلطان نے باوازع غصہ پوچھا کہ کیوں آئین دیر کی۔ اُسے جواب دیا کہ اے بادشاہ میں خدا کا بندہ اور تیرا نوکر ہوں جب تک بندگی سے فارغ نہ ہوں نوکری پر نہیں آسکتا سلطان رو پڑا اور اسکی بڑی تعریف کی نظم

| | |
|--------------------------|---------------------------|
| مداہ رشتہ خدمت حق ز دوست | خداوند را بندگی کن کہ ہست |
| سربادشاہان گردن سراز | بدرگاہ او بر زمین نیاز |

سوم یہ کہ خدا کی رضامندی کو بادشاہ کی رضامندی پر مقدم رکھے کیونکہ جب حق سبحانہ تعالیٰ بندہ سے خوش ہوگا تو دوسروں کی خفگی کچھ نقصان رسان نہوگی اور اگر عیاذ باللہ خدا اُس سے ناخوش ہوا تو تمام خلق کی خوشنودی سے اُسے کچھ نفع نہیں حاصل ہو سکتا ۵

چون خداوند از تو خوشنود است

خشم دیگر کسان ضرر نہ کند

مشہور ہے کہ ایک بزرگ کسی خلیفہ کی مجلس میں تھے نماز کا وقت تنگ ہوا اور خلیفہ کسی کام میں مشغول تھا نماز کا خیال اُسکے دل سے بھول گیا وہ بزرگ نماز پڑھنے کے لیے اُٹھے تو ایک شخص نے کہا کہ ذرا صبر کرو کہ خلیفہ بھی نماز کے لیے اٹھیں اُنھوں نے جواب دیا کہ خدا کے حکم کو دوسروں کے حکم پر موقوف نہ رکھنا چاہیے۔ اُس نے پھر کہا کہ بیٹھ جاؤ ورنہ خلیفہ تم سے ناراض ہوگا جواب دیا جب خدا کی رضا مندی حاصل ہو تو غضب مخلوق کی کیا پروا ہے خلیفہ یہ سنکر اس بزرگ سے بہت خوش ہوا۔ اور نکتہ چین کی تادیب کی۔ شرط چہارم یہ ہے کہ بادشاہ سے زیادہ خدا سے ڈرے۔ درجہ میں آیا ہے کہ جو شخص خدا سے زیادہ ڈرتا ہے۔ سب اُس سے ڈرتے ہیں۔ پنجم یہ کہ خدا کا امیدوار بادشاہ سے زیادہ رہے کیونکہ جو کچھ دیتا ہے وہی دیتا ہے۔ ایسے شخص کے کرم کا امیدوار ہونا چاہیے جسکی رحمت سے مایوس ہو کر کوئی امیدوار نہیں لوثتا۔

اکہ باز آیدت دست حاجت تھی

محال ست گر سر برین درنی

اور بادشاہ کی رعایت کی پچیس شرطیں ہیں۔ اول خواری و زاری اور اظہار عجز و خدمتگاری کیونکہ بادشاہوں کی ہمت عظیم اور حالت بزرگ ہوتی ہے جس میں غیروں سے ممتاز ہوتے ہیں اور یہ اس سبب سے ہے کہ وہ مظہر سلطنت اکھٹا ق ہوئے ہیں اور اسی وجہ سے ظل اللہ کے لقب سے یاد کیے جاتے ہیں۔ پس اس وجہ سے وہ خلق سے اظہار عبودیت و استخدام چاہتے ہیں اور اپنے کو اسکا سرور اور سمجھتے ہیں اور جو کچھ کرتے ہیں اُنہیں اپنی یتیمانی اور استقلال کی رعایت رکھتے ہیں۔ اور جسقدر کہ سلطنت کی بنیاد زیادہ مستحکم ہوگی یہ صفت بھی زیادہ ہوگی برین تقدیر انکا استغنا اس کا مقتضی ہے کہ محتاج و مسکین لوگ اپنے حاجات

اُسکے پاس لے جائیں ۵

چہ آوردم تو چون جملہ ہر چیز بہت تو داری
مگر شفاعت و عجز و نیاز مندی و زاری

دوم محنت و مشقت کو برداشت کرنا اور کمزوریاں پر صبر کرنا چاہیے کیونکہ خدمت
ملوک رحمت پر مبنی ہوتی ہے۔ کتب حکما میں مرقوم ہے کہ مردم داسا کش کے مابین
ملازمت سلطان حائل ہے۔ طلب راحت و لذت خدمت ملوک میں محالات
سے ہے۔ سوم یہ کہ جو سوچے اور کہے یا کرے اُسکے بادشاہ کی رعایت ملحوظ رکھے
دنیا کی جہت سے بھی اور آخرت کی جہت سے بھی اور طرقت آخرت کو مقدم رکھے
چہ آدم ملائمت و تطف سے ظلم کو نظر انداز کرے اور عدل کو تعریف و توصیف
کے ساتھ اُسکے دل میں نقش کرے اور جو مصلحت مناسب سمجھے ظلم سے باز
رکھے کیونکہ اگر بادشاہ ظلم سے راضی ہوگا تو وہ بھی منظمہ میں شریک ہوگا اور جب
عرصہ حشر میں احشر الذین ظلموا و ازواجہم کی ندا ہوگی تو وہ بھی مورد عتاب
میں لائے جائیں گے۔ تاریخ میں مذکور ہے کہ یحییٰ واسطی ایک خوشنویس بکیتاے فن
تھا۔ خلفا کے لڑکے اُس سے خط مشق کرتے تھے۔ ایک دن وزیر کے سامنے
اُٹھون نے تعریف کی کہ یحییٰ قلم خوب بناتا ہے۔ وزیر نے قلم بنانے کے لیے
اُسے طلب کیا۔ چنانچہ یحییٰ نے با احتیاط قلم بنا دیا وزیر نے اس قلم سے جو احکام
لکھے تو اس کا خط بہ نسبت پہلے کے اچھا تھا اس صلہ میں یحییٰ کو خلعت اور دو تہرا
دینار نقد انعام میں دیا۔ یحییٰ خوش خوش انعام لیکر واپس ہوا۔ جب دربار شاہی
میں آیا تو فی الفور واپس گیا اور وزیر سے کہا کہ ایک ترکیب قلم بنانے کی میں
اس وقت بھول گیا تھا اگر اجازت ہو تو بناؤں۔ وزیر نے وہی قلم دیدیا اور یحییٰ
نے قلم کا قطعاً تو سے کاٹ ڈالا اور خلعت و زر نقد وزیر کے سامنے رکھ دیا

وزیر نے پوچھا کہ تجھے کیا ہو گیا ہے جواب دیا جب میں دربار میں داخل ہوا تو یہ آیت
یا دآئیٰ احشر والذین ظلموا وازواجہم، یعنی ظالموں اور ان کے مددگاروں کو جمع
کرو۔ میں خوف کھاتا ہوں کہ تو قلم سے کسی پر ظلم و ستم کے لیے لکھے اور میں بھی
قلم تراش کر اس میں شریک ہوں اور عتاب الہی میں گرفتار ہوں ۵

یا رستم کارمشواسے عزیز تاکہ ازان قوم نباشی تو نیز

پانچویں یہ کہ بادشاہ کو نیکی کی طرف مائل رکھے اور ایسا کرے کہ اس کی نیکی سے
سب مستفیض ہوں کیونکہ بہترین انعام وہ ہے جو عام ہو جیسے شعاع آفتاب
کہ ہر جگہ چمکتی ہے۔ اور قطرات ابر کہ ہر جابر سے بہن۔ کسی بزرگ سے دریافت
کیا گیا کہ نیکی کس طرح کرنی چاہیے جواب دیا کہ نیکی عام ہونی چاہیے اور بہترین
نیکی وہ ہے جو تازہ بہ تازہ ہو اور اس کے ہمراہ منت و احسان نہ ہو۔ حکایت
ہے کہ معن بن زائدہ کا کرم عام تھا اور کرم کے وقت بغایت خندہ رو اور ہنسی
بشاش رہتا تھا کسی سے پوچھا گیا کہ ابر بھی تر ہے یا معن بن زائدہ۔ جواب دیا
معن کی بخشش ابر سے زیادہ اور بہتر ہے باین وجہ کہ جو کچھ ابر دیتا ہے رو کر دیتا
ہے اور جو معن دیتا ہے ہنسنے دیتا ہے۔ قطعہ

تازہ روے و انبساط و نشاط در سخاوت عظیم معتبر است
مرد بخشنده را بوقت سخا تازہ روے سخاوت و دگر است

ششم جیب تنک کہ کسی پر پورا اعتماد نہ رکھتا ہو اور اس کے صفات کو آزمانہ چکا
اس کی تعریف بادشاہ کے روبرو نہ کرے تاکہ آزمائش کے وقت شرمندہ نہ ہو۔
حکایت ہے کہ ایک شخص مکار اور دروغ گو سلطان سنجر کے عہد میں کسی حاکم کے
پاس آیا اور اس کے گیسو دراز تھے اور خانہ کعبہ کا کچھ کپڑا بھی ساتھ رکھتا تھا۔ اس نے
کہا کہ میں اہل بیت رسول سے ہوں۔ اس سال حج کے لیے گیا تھا اور سلطان

کی طرف سے حج کر کے روضہ حضرت رسالت پر شاہ دارکان دولت کے لیے قافلہ
 حجاج کے روبرو مین نے دعائے خیر مانگی اگر آپ سلطان تک مجھے پہونچا دیجئے تو
 احساندہوں گا اور اس بشارت کے ساتھ مجھے بھی نوازش کیجیے۔ حاکم نے اسکی
 گفتگو کی تحقیق نہ کی اور سلطان کے پاس اس حاجی کی خبری تعریف کی۔ چنانچہ
 سلطان نے مشتاق ہو کر اُسے اپنے روبرو طلب کیا۔ حاجی آیا اور سلطان کا
 ہاتھ چوما اور فرش کے کنارے بیٹھ گیا۔ سلطان نے دریافت کیا کہ کہاں سے
 آنا ہوا۔ اُس نے جواب دیا اصفہان سے پھر پوچھا کب حج کیا۔ جواب دیا اس سال۔
 قصار حاکم اصفہان کا ایچی سلطان کی خدمت میں حاضر تھا جب اصفہان کا نام
 سنا تو اُسے دیکھا اور بادشاہ سے عرض کیا کہ میں اُسے پہچانتا ہوں یہ سید
 نہیں ہے۔ بلکہ گھرون کا گداگر۔ یہ لوگ بیشتر کامل جھوڑتے ہیں میں اسے اس سال
 ہمیشہ اصفہان میں دیکھتا تھا۔ اور عید اضحیٰ کے دن میرے گھر پر آکر قربانی کا گوشت
 طلب کیا تھا۔ سلطان بغایت متاثر ہوا اور اس حاکم کی طرف متوجہ کر کے کہا کہ تم
 بڑے نیک سید کو ہمارے حضور میں لائے ہو۔ حاکم نہایت شرمندہ و خجل ہو کر دربار
 سے باہر نکلا اور بقیۃ العمر سلطان کی خدمت میں نہ حاضر ہو سکا اگر پہلے ہی اُس نے
 تحقیق حال کی ہوتی اور خوب چھان بنان کر لیتا تو خجل ہونے کی نوبت نہ آتی اور
 نظر شاہ سے نہ گرتا۔ قطعہ

| | |
|--|-------------------------|
| مگو وصف کسے نزدیک شاہان | اگر وقتیکہ اور نیک دانی |
| کہ گرنودبران وصفی کہ دانی | بے درافعال آن بانی |
| <p>ہفتم۔ جس چیز کی طرف بادشاہ کی رغبت ہو جیسے گھوڑا۔ نوکر۔ ساز و سامان وغیرہ اسے اپنے لیے حاصل نہ کرے۔ بلکہ بطریق استدعا بادشاہ کی خدمت میں پیش کرے۔ ہفتم یہ کہ جب بادشاہ اُس سے کہے تو ہمہ تن گوش دل سے متوجہ ہو کر</p> | |

سنے اور ایسا نہ کرے کہ بے توجہی سے کچھ بات نہ سنے نہ دوسری طرف دیکھے نہ کسی سے بات میں مشغول ہو گو کہ ضروری گفتگو کرنی ہو۔ کیونکہ سلاطین بغایت غیور ہوتے ہیں۔ جب دیکھتے ہیں کہ کوئی شخص دوسری طرف متوجہ ہے یا اوروں سے بات کر رہا ہے۔ غیرت سے اُپر خفا ہوتے ہیں۔ اگرچہ چھٹی وقت اپنا غصہ نہ ظاہر کریں مگر کچھ بھی ضرور ظاہر ہو گا جس کا انجام بُرا ہو گا۔

توین یہ کہ بادشاہوں کی مجلس میں کسی سے سرگوشی نہ کرے کیونکہ اس طرح بادشاہ کو اس پر طرح طرح کے خیال گذرینگے اور اغلب ہے کہ اس کا بدلہ لے۔ بادشاہوں کی مجلس میں اس کا بیشتر خیال ہوتا ہے اور ممکن ہے کہ حاسدین اور اہل فساد بادشاہ کے گوش گذار کریں کہ فلان فلان شخص آپ سے کینہ رکھتے ہیں اور اُنکی ہوا خواہی میں فتور آگیا ہے۔ اور موقع کے منتظر رہتے ہیں اور جب اُنکو سرگوشی کرتے ہوئے بادشاہ دیکھتا ہے تو اہل غرض کی بات متاثر ہوتی ہے۔ قطعہ

نباشد شیوہ دانا و عاقل
نشان غفلت و مکر و غرور است

سخن پوشیدہ گفتن در محافل
کہ از طرز ادب بسیار دور است

دسویں اسکا لحاظ رکھے کہ جب سلطان کسی دوسرے سے سوال کرے تو وہ جواب دینے میں سبقت نہ کرے جب تک کہ وہ جواب نہ دے لے۔ کیونکہ دوسرے کے ذمہ کے سوال کا جواب دینا سبکداری اور بے توقیری کی علامت ہے ایک شخص نے کسی حکیم سے دریافت کیا کہ اگر میں مجلس سلطان میں ہوں اور بادشاہ کسی دوسرے سے پوچھے تو مجھے جواب دینا جائز ہے یا نہیں۔ اُس نے کہا کہ ہرگز نہ جواب دو کیونکہ اس میں سائل کی سبکی ہے۔ کہ اُسے یہ معلوم نہیں تھا کہ کس سے سوال کرے اور مسئول کی بھی سبکی ہے کہ وہ اس سوال کے کیے جانے کا مستحق نہ تھا۔ اور اس میں

دوسری قباحت بھی ہے کہ اگر بادشاہ کہہ بیٹھے کہ میں تم سے نہیں پوچھتا تو بجز انفعال اور خاموشی کے کیا جواب دے سکتا ہے۔ اور اگر ایک جماعت سے سوال کرے جس میں تو بھی شامل ہو تو جواب کے لیے سبقت نہ کرو ورنہ دوسرے تیرے دشمن ہونگے اور تیرے کلام کی نکتہ چینی کریں گے بلکہ جواب میں تاخیر کرنی چاہیے تاکہ دوسرے جواب دے لیں اور ہر ایک کے جواب کی غوی اور نقص معلوم کرے تو جو جواب بہتر معلوم ہو عرض کرو ورنہ خاموش رہ۔ مثنوی

| | |
|-----------------------------|---------------------------|
| مگر در خطا و صواب سخن | لکن خفت اندر جواب سخن |
| کزان نقد افزوده گردد عیار | اگر نقد تو بغیش آرد بیار |
| مرا نرا بہ ستر خموشی بر پوش | و گرنہ در اظهار غیبت مکوش |

گیا رھوین یہ کہ جب تک بادشاہ کچھ پوچھے نہیں ابتدا سے سخن نہ کرے اور جب پوچھے تو بقدر کافی جواب دو ورنہ خاموش رہو الایہ کہ بادشاہ طول کلامی کو پسند کرتا ہو۔ یا رھوین یہ کہ اگر سلطان اُسے کسی خیر سے آگاہ نہ کرے تو مطلق تفحص حالات نہ کرے۔ کیونکہ بادشاہ جو مناسب سمجھتا ہے کہتا ہے اس پر واقف ہونے کی سعی کرنا سلطان کے غضب کی وجہ ہے۔ قطعہ

| | |
|--------------------------------------|--------------------------------------|
| باتو سری گرنیگویند از نا محرمست | ہر کہ نا محرم بود با سر سلطان شہ کار |
| چون کسے را در درون خانہ رفتن راہ ہست | با تملقہا نمودن پیش دربان شہ کار |

تیرھوین یہ کہ اگر بادشاہ کچھ تحفہ دے اگرچہ نہایت معمولی ہو مگر اسے خوش ہو کر لے کیونکہ بادشاہ کی معمولی خیر بھی بڑی ہے اس سے استغنا ظاہر کرنا محرومیت کی دلیل ہے اور کوئی عقلمند ایسا نہیں کرتا کہ سایہ آہی کا فیض اُسکی طرف بڑھے اور وہ خود اس سے ہٹ جائے۔

| | |
|----------------------------|--------------------------|
| ہرچہ از پیش شہ آید خوش بود | اندک و بسیار او دلکش بود |
|----------------------------|--------------------------|

چودھویں یہ کہ طریق امانت سے قدم باہر نہ رکھے کیونکہ امانت ایسی صفت ہے جو ذلیل آدمی کو عزیز بناتی ہے اور خیانت سے عزیز ذلیل ہوتا ہے کسی خلیفہ کا قول ہے کہ میں امین مرد کو دوست رکھتا ہوں گو وہ سفلہ ہو اور خائن سے دشمنی رکھتا ہوں گو وہ بزرگ ہو کیونکہ امانت ایمان کی علامت ہے اور حدیث میں آیا ہے کہ جو امانت نہیں رکھتا وہ ایمان بھی نہیں رکھتا خدائے خائن کو اپنی محبت سے بے بہرہ بتایا ہے۔ ”ان اللہ لا یحب کل خوان کفور“ پندرھویں جو بادشاہ سے حاصل ہو اس پر قناعت کرے اور زیادہ طلبی میں حریص نہ ہو کیونکہ حرص کا لازمہ حرمان ہے ۵

حرص از جملہ خلقہا بتر است

ور قناعت بزرگوار شونند

حرص و حرمان قرین یکدیگر است

مردم از وصف حرص خوار شونند

ستھویں یہ کہ حضور و غیبت میں سلطان کے اخلاق کے محامد کا ذکر کرے اور اگر کسی سے خلاف ادب گفتگو سنے تو اسے ملامت نصیحت کرے اگر مغرب نہ ہو تو سخت وسست کہے ورنہ صحبت ترک کر دے۔ سترھویں یہ کہ جو کام اسکے سپرد ہو اس پر ہمیشہ لگا رہے اور غافل نہ ہو جدوجہد پر کمر بستہ رہے تاکہ حیثیت بادشاہ طلب کرے حاضر ہو۔ اٹھارھویں یہ کہ سلطان کی محبت و خوشنودی پر اعتماد نہ کرے اور کثیر کام کا ذمہ دار نہ بنے کیونکہ غور جاہ خدمت کو فراموش کر دیتا ہے۔ دوسرے یہ کہ بادشاہ پر ظاہر نہ کرے کہ تجھ میرا کوئی حق ہے بلکہ دعا گوئی اور فرمانبرداری سے سابقہ حقوق کو تازہ رکھے اس طرح کہ آخر اول یاد دلائے۔ کیونکہ سلاطین ایسے حقوق کو جبکا آخر اول سے منقطع ہو فراموش کر دیتے ہیں، کسی کی خدمت کے احسان مند نہ ہوں کیونکہ وہ خود خدمت کیلئے ہیں۔ انیسویں یہ کہ عرض حاجات موقع پر کرے، کیونکہ بادشاہ سے عرض کرنا

نماز کا حکم رکھتا ہے کہ وقت پر مقبول ہوتی ہے ۵

حرامش بود نعمت بادشاہ | کہ ہنگام فرصت ندارد نگاہ

اور اس قدر عرض حاجت نہ کرے کہ بادشاہ ملول ہو۔ بیسویں یہ کہ اگر سلطان اسے عزیز رکھتا ہو تو چاہیے کہ قدیم خدام کو مقدم رکھے ورنہ اسکی خفت و مسافت ہوگی کیونکہ جس پر اپنی تقدیم چاہتا ہے ممکن ہے کہ سلطان کو اس سے انس ہو اور اس کا نتیجہ بجز خفت و انفعال کچھ نہیں۔ قطعہ

برائکس کہ او خاص سلطان بود | تقدم مجو گر چه باشی عزیز
اگر چه ترا عزیز تے شدیدید | از اعزاز او ہم بر اندیش نیز

اکیسویں یہ کہ زیادتی سلطان سے رنجیدہ نہ ہو اور اسکی درستی کو خوشنودی سے قبول کرے۔ کیونکہ عزت شاہی اور سطوت فرمانروائی زبان کو کشادہ کر دیتی ہے اور بے سبب لوگوں سے متعرض بناتی ہے۔ نکالی کا جواب دعا ہے۔ اور سختی کا مقابلہ ملائمت، ع تاویل و فدا کردم ہر چند وفادیدم، باکیسویں یہ کہ اگر سلطان کے غیظ و غضب کا مورد ہو تو کسی سے شکایت نہ کرے اور سہمہ اپنی ہی خطا سمجھے ۵

ہر چند جفا کند شکایت نہ کنیم | گوئیم کہ جرم از طرف ماست ہنوز نہ

اور خفگی مٹانے کی کوشش کرے بیسویں یہ کہ اگر سلطان کسی سے خفا ہو تو اسکی مخالفت سے پرہیز کرے۔ جب تک بادشاہ کا غضب دور نہ ہو عذرخواہی بھی نہ کرے۔ چوبیسویں یہ کہ رصائے سلطان کا تابع رہے اور یہ چار باتوں سے حاصل ہو سکتا ہے، اول شرح و دین کے علاوہ بادشاہ کے کلام کی تائید کرے۔ دوم انگلی راے و تدبیر کی تائید کرے۔ سوم اس کے اوصاف ظاہر کرے۔ چہارم عیوب و قبائح کی پردہ پوشی کرے۔ پچیسویں اخفائے راز ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ

ظاہر اقوال شاہ کو پوشیدہ رکھے جس پر تمام ملازمین واقف ہیں تاکہ اخفا کا ملکہ پیدا ہو جائے اور ایسے شخص سے اگر راز اچانا افشا ہو تو سلطان متہم نہ کرے گا۔ کیونکہ راز کا افشا کر نیوالا فراست سے جانا جاتا ہے۔ دوران واقعہ میں تمام لوگ مستہم ہوتے ہیں۔ پس ایسا شخص تمہ سے دور ہو گا ورنہ وہ معرض تلف میں ہے۔

چنین گفت آن حکیم مصلحت کوش | اگر سر بادت سر را فردوش

حکایت ہے کہ ایک عالی منزلت بادشاہ نے حکیم سے پوچھا کہ کچھ نصیحت کرو اس نے کہا تمام نصائح ان دو کلمات میں دیج ہیں التعظیم لامر اللہ۔ والشفقة علی خلق اللہ۔ فرمانہا سے خدا کی تعظیم، خلقت پر شفقت۔ رباعی

اے تازہ جوان بشنوا زین سپر کمین | ایک نکتہ کہ بہت یگمان اصل سخن
باقی بادب باش عبادت میوزر | با حلق بر فوق باش و نیکی میکن

بادشاہ نے سیاست کے بارے میں پوچھا تو کہا۔ آدمیوں کے قتل میں سعی نہ کر، الامین قسم کے لوگ، ایک جابر و ظالم جو ملک کو خراب کرتا ہے، دوم ایسا حاکم جو تیرا مال غصب کرتا ہے۔ سوم خائن جو تیرا راز افشا کرتا ہے حکایت میں آیا ہے کہ نوشیروان سے لوگوں نے کہا کہ فلان شخص تیرا راز ظاہر کرتا ہے فرمایا اُسے خاک میں چھپا دو تاکہ وہ راز بھی پہنان رہے۔ قطعہ

ہر کہ سازد سر پہنان آشکار | زیر خاک تیرہ پہنان بہتر است
سرنگداری سرت ماند بجای | ز آنکہ حفظ سر نگہبان سر است

حکایت ہے کہ ایک بادشاہ نے کسی ملازم سے کہا کہ اقرار کر یہ راز افشا نہ کرے گا اس نے اقرار کیا تو کہا کہ میں اپنے بھائی سے اندیشہ ناک ہوں۔ پہلے اسکے کہ وہ کوئی قصد ظاہر کرے اسکے دفعیہ کا درپے ہوں۔ تو میری خبر گیری کرنا اور بھائی کی مخبری اس نے اسکے بھائی سے سب حال کہہ دیا وہ بہت اس سے خوش ہوا۔ قصار ابادشاہ کا انتقال ہوا اور

اسے سلطنت ملی۔ فی الفور اس شخص کو یہ کہہ کر قتل کر دیا کہ میرے بھائی کا راز جب افشا کیا تو میرا راز بھی افشا کرے گا۔

بہ پیرے کدہ گفتہ کہ چھیست راہ نجات | بخواست جام می و گفت راز پوشیدن

اور خود اپنی رعایا کے لیے سات شرطیں مرعی لکھنی چاہئیں۔ اول جس جگہ کوئی گہنہ پہونچانے اور دینے کی انہو وہاں نہ پہونچائے۔ اور نہ دے۔ دوم بدی کا دغیبہ ہر شخص سے کرے سوم بلند ہمت ہے چہاں یہ کہ نہ اپنے اوپر سختی روا رکھے نہ خلق پر۔ امام حجتہ الاسلام نے فرمایا ہے وہ آدمی عجیب بد بخت ہے جو مخلوق کی رضامندی کیلئے اپنے کو خالق کے خشم و غضب میں گرفتار کرتا ہے اور اپنے کو جہنم کی لکڑی بناتا ہے۔ قطعہ

از براے رضاے خلق مکن | خویش را مستحق خشم خدا
حیف کز بہر راحت دیگران | تو در افتادہ برنج و عنّا

پنجم اپنے اختیار و اقتدار کی قدر پہچانے اور اسکا استعمال ایسا کرے کہ مرنے سے پہلے ہی اسکا ذکر خیر ہو۔

زمان پیشتر کہ مرگ بنگاہ فرارسد | خورشید عمر بر سر کوہ فتنارسد

ششم اپنے اختیار و جاہ پر مغرور نہ ہو اور عزت و احترام پر تکیہ نہ کرے ٹھوٹے ہی زمانہ میں کایا پلٹ ہو جاتی ہے۔

مشو مندر مال و جاہ و دیار | کہ دنیا یاد دار چون تو بسیار
و مادہم بگذری و واگذاری | بدشمن ہر چہ داری و اسپاری

ہفتم جس قدر ممکن ہو نیکی کرو کہ تقرب ملک کا یہی فائدہ ہے کہ فوائد احسان خاصہ عام تک پہونچیں اور یقین کرے کہ جو شخص دوسروں کے ساتھ نیکی کرتا ہے۔ اپنے ساتھ نیکی کرتا ہے۔ کسی بزرگ نے کہا کہ میں نے تمام عمر کسی کے ساتھ نیکی نہیں کی۔ ایک ملازم نے پوچھا کہ تمام عمر تو آپ اسی میں مصروف رہے جواب دیا میں نے صحیح کہا ہر خدا کہتا ہے

ان حسنم حسنم انفسکم“ لہذا تمام نیکیاں میں نے اپنے ہی لیے کیں اور بدی کا بھی یہی حال ہے۔ نظم

| | |
|------------------------------|---------------------------|
| نگوئی کون چو اکنون میدہد دست | بدی بگذارد چہ قدرتت هست |
| کہ نیکوئی نگوئی آورد پیش | و اگر بدی کنی بد آیدت بیش |

اور رعایا کی رعایت کے لیے جاننا چاہیے کہ جاہ و دولت کی اصلی غرض یہی ہے اور یہ رعایت دو شرطوں سے پوری ہو سکتی ہے اول یہ کہ ملکی محافظت میں بڑی سرگرمی کئے دوم ظالموں کے شر و فساد کو اُسے دفع کرے کہ رعیت کو سفند کی طرح ہے اور حاکم چڑھنے کے مانند اور بادشاہ مالک کو سفند مالک نے چرواہوں کو چراگاہ میں چرانے اور درندوں سے حفاظت کیلئے مقرر کیا ہے۔ اسی طرح ارکان دولت کو چاہیے کہ شتمکاروں سے رعایا کو بچائیں

| | |
|-----------------------------|----------------------------|
| توئی راخی این دم غنیمت شمار | غنم را از گرگ ستم بازدار |
| نیاید بنزدیک دانا پسند | شبان خفته و گرگ در گو پسند |

ارکان دولت کے محل آداب کا بیان ہو چکا اب کچھ باقیین امرا و وزرا۔ اہل قلم۔ مصاحبین کے آداب کی نسبت بیان کی جاتی ہیں۔ امرا کو چاہیے کہ بارہ قاعدہ کی پابندی کریں اول فرمانبرداری حق تعالیٰ، جس قدر خلقت سے اپنی فرمانبرداری کی امید رکھے اُس سے زیادہ خدا کی فرمانبرداری میں منہمک ہو۔

| | |
|-----------------------|----------------------|
| اگر جانب حق نگاہ داری | حق نیز ترا نگاہ دارد |
|-----------------------|----------------------|

دوم حفظ حقوق نعمت کیونکہ ولی نعمت کے کفران نعمت کا نتیجہ بُرا ہوتا ہے کسی بادشاہ کو اسپر اعتماد نہیں رہتا اور سبھوں کے نزدیک بے اعتبار ہو جاتا ہے اور بد اقبالی کے دائرے میں انجام کار نا پس اس گرفتار ہو جاتا ہے۔ نظم۔

| | |
|---------------------------|------------------------|
| حق نعمت نگاہ باید داشت | حرمت بادشاہ باید داشت |
| ہر کہ روتا بد از ولی نعمت | بخت از روی تابد و دولت |

مردی کی علامت یہ ہے کہ ولی نعمت سے اگر مفرت پہونچے تو اُسے بمقابلہ منافع

ناچیز سمجھے ۵

سخن اہم از سر کویت بصد چندین جفا رفتن | نشاید شیر مردان را بہر زخمی ز جبار رفتن

حکایت ہے کہ ایک خواجہ کے پاس خردمند غلام تھا۔ ایک دن باغ میں گیا اور کھیت سے لکڑیاں لیکر غلام کو کھانے کیلئے دین اُس نے بڑی رغبت سے کھایا۔ خواجہ نے بھی ایک قاش چکھا تو بہت کڑوی لکلی اُس نے غلام سے اس رغبت کے ساتھ کھانے کا سبب پوچھا تو اُس نے جواب دیا کہ آپ نے مجھے دی ہیں۔ ایک تلخ لقمہ پر ترش رو ہونے سے شرم کرتا ہوں ۵

از دست تو دست شربت خیرین بخشیدم | ایک شربت تلخ اب چشم باک نباشد

خواجہ نے خوش ہو کر اُسے آزاد کر دیا۔ سوم آداب امر میں سے یہ ہے کہ کوشش کر کے تحصیل مال کرین نہ کہ بادشاہ سے وصول کرین کیونکہ مال ہر شخص کو عزیز رکھتا ہے حکما کا قول ہو کہ سلاطین سے اسباب منافع طلب کرنا چاہیے نہ کہ نفس منافع چھام اُسکی غرض مال وجاہ سے زینت و بار ہو نہ کہ شان خود۔ کیونکہ یہ بات غایت ادب ہے پنجم بادشاہوں کی خاص چیزوں ملبس منازل وغیرہ کی طرح اپنا سامان نہ رکھنا چاہیے ممکن ہے اس سے نقصان پہونچے ششم جو حکم سلطان نے اُسکی سازش کرے بجائیکہ خلاف شرع نہ ہو ۵

اگر شہ روز را گوید شب بہت این | بیاید گفت اینک ماہ و پروین

دنیاوی امور دو طرح کے ہیں۔ اچھے یا بُرے۔ پس ہر کام کی وجہ بہتر ہی طلب کرے اور اسکو بادشاہ کی جانب محمول کرے ہفتم اگر سلطان کی رائے اسکے مخالف ہو تو موافقت کرے اور خیال کرے کہ میں تو کہہ ہوں جو مشابعت پر مجبور ہے ہشتم اپنے تقرب پر غور نہو اور بادشاہ کے اعزاز میں کوتاہی نہ کرے آداب ابن القنع میں مذکور ہے کہ اگر سلطان تجھے برادر کرے تو اُسے خداوند جان اور اگر فرزند کا نام دے تو اپنے کو خادم جان جسد

وہ تیری عزت افزائی کرے تو اسی قدر خدمتگاری اور تواضع میں زیادتی کرے۔

شاہ اگر لطف بے عدد داند بندہ باید کہ قدر خود داند

خوب یاد رکھنا چاہیے کہ کسی امیر سے بادشاہ کی مثل افعال سرزد ہوں تو بالطبع اسکو ناگوار گزرے گا۔

امن در ملک سلطان ہر چیز وہی کہ شہرت بر تابد بادشاہی

حکایت ہے کہ سلطان محمود کے بھائی کا ایک غلام تھا۔ اسنے خطا کی اور مارنے کا حکم دیا۔ سلطان محمود نے یہ حال دیکھ کر چوب و تقارہ مع لوازم شاہی اپنے بھائی کے مکان پر بھیج دیے۔ وہ دیکھ کر سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میں نے کیا خطا کی ہے سلطان نے کہا بندوں کی سیاست کا تعلق مجھ سے ہے نہ کہ تم سے اور خدا اسکا جواب مجھے طلب کرے گا نہ کہ تم سے، اگر اس غلام کو سزا دینے کا تمکو مجاز ہے تو شاہی احرام بھی رکھو۔ مثنوی

سیاست نشاید ز کار آگمان دلیری مکن بر در شہر یار
کہ آن خاص باشد بہ شاہنشاہان ہمت شاہان بدیشان گذار

نہم سردار فوج کو چاہیے کہ ہر وقت جنگ کیلئے تیار رہے اور سامان فوج میں کمی نہ آنے پائے۔ کیونکہ نہ معلوم کس وقت پیش آئے گا۔ اگر سلطان مال کے جمع کرنے میں مشغول رہے اور لوگوں کو نہ جمع کرے تو بہ وقت ضرورت عاجز رہے گا، لا ملک الا بالرجال ولا رجال الا بالمال۔

پہ شکر شود ملک عالم مستحضر یہ مال است ترتیب لشکر میسر

حکایت ہے کہ کسی بادشاہ نے امیر سے مشورہ کیا کہ مال جمع کرتا ہوں تو لشکر پر گندہ ہوتا ہو اور اگر لشکر جمع کرتا ہوں تو مال نہیں جمع ہوتا۔ اس بارے میں کیا کرنا چاہیے امیر نے کہا مال جمع کیجیے کیونکہ مال ہو تو جب چاہیے لوگوں کو جمع کر سکتے ہیں۔ سلطان نے اس پر دلیل مافی تو جواب

دیا ملاحظہ فرمائیے اس کرے میں کوئی مکھی ہے۔ سلطان نے کہا نہیں، امیر نے کہا اچھا اب شہد کا برتن منگوائیے۔ برتن کے آتے ہی کھیاں بھگین، اُسے کہا ملاحظہ فرمائیے اسی طرح جب مال موجود ہوگا تو لشکرِ خود بخود جمع ہو جائیگا امیر سے بادشاہ خوش ہوا۔ دوسرے امیر سے بھی مشورہ کیا تو اُسے عرض کیا کہ لشکرِ مرتب کیجیے اور اُنکو نہ مٹائیے ممکن ہے کہ وہ وقت پر نہ جمع ہوں سلطان نے دلیل پوچھی تو اُسے کہا میں شب کو بیان کر دوں گا۔ جب رات ہوئی تو ایک برتن شہد کا منگوا یا مگر ایک مکھی بھی نہ آئی۔ امیر نے کہا اسی طرح جب کسی کا دل بھر جاتا ہے۔ ہر چند آپ مال دین وہ نہ آئے گا۔ اور اسی بارے میں ایک حکایت بھی آپ کی خدمت میں بیان کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ مصر میں ایک بادشاہ تھا جو جمع مال میں بڑی کوشش کرتا تھا اور فوج کی طرف سے غافل تھا جسقدر دولت ملتی خزانہ میں بند کر کے حفاظت سے رکھتا تھا۔ قصداً امیر شام آمادہ پیکار ہوا اور مصر کی جانب فوج لیکر روانہ ہوا۔ یہ خبر مصر میں پہونچی اور کسی ارکانِ دولت نے بادشاہ سے کہا کہ امیر شام نے چڑھائی کی ہے اور جنگ کے لیے آرہا ہے آپ کی فوج کہاں ہے۔ بادشاہ نے صند وقون کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ میری فوج تحصیلیون اور صند وقون میں ہے جب چاہوں گا فوج مہیا کر لوں گا۔ اسی اثنا میں امیر شام نے حملہ کر دیا اور برابر بڑھتا ہوا آیا اور ہر جگہ غلبہ و نصرت حاصل کرتا رہا بالآخر تمام صند وقون اور جمع شدہ خزانہ پر قبضہ کر لیا اور کہا کہ اگر بادشاہ اسی مال سے مردان کا رزار اور جنگجو لوگوں کو جمع کرتا تو اس نتیجہ کو نہ پہونچتا۔

ورنہ وہی زود شکست آیدت

مال دہی مرد بدست آیدت

دسویں یہ کہ مہات ملک کی انجام دہی میں مصروف رہنا چاہیے۔ اور تجربوں۔ جاسوسوں کو مقرر کرنا چاہیے تاکہ وہ جو انب و اطراف سے خبر پہونچائیں اور جس گوشہ ملک سے فتنہ و فساد کا آغاز ہوئی الفور تدارک کی کوشش کرے۔

حکایت ہے کہ صاحب ابن عباد فخر الدولہ دہلی کا ملازم تھا اور اکثر اوقات شیراز میں قیام رہتا تھا۔ ایک مرتبہ اتفاق سے تین دن تک بادشاہ کے پاس نہ گیا۔ چوتھے روز بہ وقت صبح جب حاضر خدمت ہوا تو فخر الدولہ نے دریافت کیا کہ تین دن تک غیر حاضری کی کیا وجہ ہے۔ اُسے عرض کیا کہ پرسوں میرا ہر کارہ مملکت ختا سے آیا اور بیان کیا کہ خان ختا جب فراش خانہ میں گیا تو اپنے ایک رکن دولت سے مشورۃً کچھ کہا۔ تین دن تک میں اسی اندیشہ میں رہا کہ اسے کیا کہا۔ لشکر کے حالات کی نقیض کرنا اور مدافعت کی تدابیر میں مشغول رہا۔ آخر کار آج صبح کو ایک قاصد آیا اس سے معلوم ہوا کہ خان ختا نے فوج جمع کر کے خود اپنی مملکت کے کسی حصہ میں روانہ کیا ہے۔ جب میری خاطر جمع ہوئی تو ملازمت میں حاضر ہوا۔ امرا و وزرا اور سلاطین کے حالات کی تحقیقات دیکھو کہ کہاں ختا اور کہاں شیراز؟

اس سے پہلے خبروں کے بارے میں دو تین کلمات درج ہو چکے ہیں۔ قطعہ

| | |
|---------------------------------|--------------------------------|
| چو ضبط ملک مفوض بہتست جہد نمائی | کہ از جوانب و اطراف باخبر باشی |
| بہ تیغ قہر سرفتنہ جو ہے برداری | بہ دفع تیر بلا خلق را سپر باشی |

گیا رہوین یہ کہ فقر کو بادشاہ تک پہنچانے کا ذریعہ ہونا چاہیے۔ اور مظلوموں دادخواہوں کو سلطان کے روپر و حاضر کرے تاکہ وہ اپنے طبیب سے درد دل بیان کرے اور شفا حاصل کرے اور جو امیر ایسا ہوتا ہے کہ اُسکے خوف کی وجہ سے رعایا بادشاہ تک نہیں پہنچ سکتی تو اُسکی مثال وہ صاف و شیرین چشمہ ہے جس میں نہنگ کے ہونے سے لوگ پانی نہ پی سکتے ہوں اور اُسکی ہیبت و خوف سے قریب بھی نہ جاتے ہوں۔ قطعہ

| | |
|--------------------------|-----------------------------|
| چو داری اختیاری پرخان کن | کہ درویشان ز تو آسودہ گردند |
| مباش آن نوع کزدست جفا | بزیر پائے عنم فرسودہ گردند |

بارھوین یہ کہ زبردستوں کے ساتھ اس طرح زندگی بسر کرے کہ یہ خواہش کرے

کہ رعایا بھی اسکے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کریگی اور حدیث صحیح میں آیا ہو میں لایر حم لایر حم جو رحم نہیں کرتا اسپر رحم نہیں کیا جاتا اور جو شخص کہ خلق خدا پر بخشش نہیں کرتا اسپر بھی بخشش نہیں کی جاتی۔ اخبار میں ہے کہ اپنے سے کم رتبہ کے لوگوں پر بخشش کرو تاکہ تم سے اعلیٰ رتبہ کے لوگ تم پر بخشش کریں۔ **نظم**

| | |
|---------------------------|-------------------------------|
| غیم زیر دوستان بخور زینہا | تبرکس از نبرد دستی روزگار |
| سلوک آبخنان کن بخلق جهان | کہ خواہی کہ باتو گفتند آبخنان |

اور آداب وزرا ارکان دولت سے زیادہ ہیں۔ کیونکہ کوئی کام بارگاہ سلاطین میں وزارت سے دشوار تر نہیں ہے کیونکہ اسپر بہت حسد کیا جاتا ہے اور اس کے حامدین بیشتر شاہی ملازمین میں ہوتے ہیں خصوصاً وہ لوگ جو آمدنی و اخراجات کے صیغہ میں اسکے شریک رہتے ہیں۔ متواتر یہ لوگ اسکے منصب کے حصول میں سعی کرتے ہیں اور مکر و فریب کے جال میں پھنسانا چاہتے ہیں۔ بایں جات وزیر کے لیے کوئی تدبیر خالصی کی بجز راستی۔ کم طبعی کے نہیں ہے اور کوئی دقیقہ شر و طغیان کی تکمیل میں فرو گذاشت نہ کرنا چاہیے تاکہ انگشت نشانہ ہو بزرگوں نے کہا ہے کہ جو شخص اپنا حساب پاک رکھتا ہے نکتہ چینوں کو مجال مداخلت نہیں رہتی۔

| | |
|-------------------------------|------------------------------------|
| اگر ارشد کہ کند عیب دامن پاکت | اگر بچہ قطرہ کہ بر برگ گل فتدیا کے |
|-------------------------------|------------------------------------|

بزرگچہر سے لوگوں نے دریافت کیا کہ وزارت کے لائق کون شخص ہے جواب دیا جس میں چار اور تین اور دو اور ایک صفت ہو تفصیل دریافت کرنے پر کہا کہ ان چار وجوہ میں سے ایک ہوشیاری ہے جس سے کاموں کو سرانجام دے دوم بیداری کہ اپنے کو پیش از وقت مصائب میں نہ ڈالے۔ سوم دلیری کہ بڑے بڑے کام انجام دے چہاں جو افزوی۔ اور ان تین اسباب میں سے ایک یہ ہے کہ جب خدمتگاروں کو کام کے لائق پائے تو انکی دلو بازی کرے۔ دوم نافرمانوں کی بیخ کنی کرے۔ سوم حوادث روزگار

کے مقابلہ کیلئے تیار ہے اور ان دو میں سے ایک یہ ہے کہ بادشاہ کی جانب رعایت ملحوظ خاطر رکھے اور دوسرے یہ کہ رعیت کی جانب سے غافل نہ ہو اور ایک یہ ہے کہ کسی کام میں حق سبحانہ کو فراموش نہ کرے۔ حدیث میں آیا ہے کہ جب خدا کسی امیر کے نیکی کرنا چاہتا ہے تو درست گفتار و راست کار وزیر دیتا ہے تاکہ وہ اگر قواعد و دہش کو فراموش کرے تو وزیر یاد دہانی کرے اور اگر یاد ہو تو وزیر اجرا میں سعی کرے اور اگر حق تعالیٰ ایسا نہیں چاہتا تو بدکردار وزیر مقرر کرتا ہے تاکہ امیر اگر دقائق عدل فراموش کرے تو وزیر یاد دہانی دے اور اگر یاد ہوں تو وہ مدد نہ دے۔ پس جو وزیر راست و صاف ہے وہ سلطان کا مددگار ہے اور تہید ارکان عدل میں سعی کرے۔ **رباعی**

کہ رحم آرند بر حالِ فقیران
ازو کے نام سلطان زندہ ماند

چرخِ افروزِ ملکند آن وزیران
وزیرالاجاہ خود در طلبِ نام داند

شرط و آداب و ذرات کے باب میں ۱۹ نکتہ یاد رکھنا چاہیے۔ اول رعایت جانب حق۔ اور یہ تمام چیزوں پر مقدم ہے کیونکہ جو شخص جانب حق کی رعایت کرے گا تو ضرور اپنے حالات و افعال پر نگاہ رکھے گا اور افعال ناشائستہ سے پرہیز کرے گا و ہم شاہ و سپاہ رعیت میں مساوات کا لحاظ رکھے اور کسی ایک جانب زیادہ میلان نہ رکھے کہ ظلم کا وقوع ہو اور یہ بات نہایت نازک و مشکل ہے۔ سوم جس کام کو شروع کرے اس کے نتیجہ نیک پر نظر رکھے تاکہ آخر میں پشیمانی نہ اٹھائی پڑے اور افسوس و حسرت کرنے کا موقع نہ ملے۔ **مثنوی**

از عاقبتش نکو بر اندیش
ورست صلاح ترک آن کن

کاریکہ گرفتہ تو در پیش
مگر مصلحت است آنچنان کن

چهارم اچھے قواعد کی بنیاد ڈالے کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص کار نیک حسن مقرر کرتا ہے مراد نیک حاصل کرتا ہے اور جو ناپسندیدہ اصول و بدعات کی بنیاد ڈالتا

ہے تو اُس پر جو چاہے عمل کرے مگر گناہ اُسی کے سر ہوتا ہے۔ مثنوی۔

| | |
|-----------------------------|--------------------------------|
| لے آنکہ بکار شاہ بودی مشغول | خواہی کہ ہمیشہ باشدت عز و قبول |
| بر صفحہ روزگار رسمے بگذار | کان پیش خدا و خلق باشد مقبول |

پنجم امور ملک میں اپنی کفایت کا اظہار کرے کیونکہ احب راے مصالح میں وزیرا کی ذمہ داری اُسکے وجود میں آنے سے بڑھ کر ہے۔

حکایت ہے کہ عضد الدولہ ابوعلی خضریٰ سے رنجیدہ تھا۔ اسکے پاس ایک قاصد مشہر برہنہ لیے ہوئے روانہ کیا۔ اور اس سے کہا کہ اسکے آگے رکھ دینا۔ قاصد نے ایسا ہی کیا اور کچھ نہ کہا۔ وزیر نے قلم اسکے آگے ڈال دیا اور کہا کہ تیرا جواب یہ ہے اور عضد الدولہ کے پاس سیدھا روانہ ہوا اُس نے اسے گرفتار کر کے قید کر دیا ۵

| | |
|-------------------------|------------------------|
| ہمہ کار شاہان حکمت پڑوہ | زراے وزیران پذیرد شکوہ |
|-------------------------|------------------------|

ششم اگر سلطان مشورہ دے جس میں بصاحت مالی و ملکی نہ ہو تو اسپر راضی نہ ہونا چاہیے لیکن مجلس میں اسے پسند کرے اور برسر عام اسکی نکتہ چینی نہ کرے اور سمجھ لے کہ بادشاہ کی رائے ایک سیلاب کے مثل ہے جو پہاڑ سے آتا ہے جو شخص ایک ہی پھلانگ میں اُسے طو کرنا چاہے تو گرداب فنا میں پھنس جائیگا۔ نیز اسکی رائے کا براے امر و نہی اظہار نہ کرے بلکہ خلوت و جلوت میں براہ مہلطف و غیر اندیشی از روئے تضرع کمتار ہے اور اگر عمل کرنے کا اتفاق پڑے تو جانب خلاف کی بھی رعایت رکھے ورنہ ناراضی شاہ کا نتیجہ نہایت بُرا ہوتا ہے نظم

| | |
|---------------------------|-----------------------------|
| توانی بزمے و کار آگہی | کہ تغیر راے سلاطین دہی |
| وگر از درشتی نہ آری افس | نیا سندا زان رای خود باز پس |
| پس آن بہ کہ اول مدارا کئے | بفرصت رہ چاہ پیداکنی |

ہفتم اپنے منصب و مرتبہ و تقرب پر مغرور نہ ہو کیونکہ بادشاہوں کا مزاج آب و تاب

کا حکم رکھتا ہے اس پر اتمانہ رکھنا چاہیے اور یقین رکھے کہ ہر عمل کے بعد غزل مقرر ہے اور ہر دولت کے لیے نعمت لازم ہے کسی بزرگ سے لوگوں نے کہا کہ رہنے کیلئے آپ مکان کیون نہیں بناتے جواب دیا کہ اس شہر میں دو گھر ہیں ایک مکان عدالت جبکہ میں کام میں مصروف ہوں دوسرے زندان مکافات جبکہ میں معزول ہوں ۵

چہ باشد نازش و کاشش باقبالے و ادباری | کہ تا برہم زنی دیدہ نہ این بینی نہ آن بینی

ہشتم جس قدر ہو سکے فرصت و موقع کے فوت ہونے سے پہلے ہی احسان کرے نظم

دشترت دولت انگشت دہر
جہدی بکن و دلے بدست آر
زین روی ہمیشہ بچو مس نیست

زان پیش کہ دست ساقی دہر
از سر بنہ این کلاہ و دستار
کین سر ہمہ سالہ با کلاہ نیست

نہم۔ محرمون اور امیدواروں کی حاجت روائی میں بغایت سعی کرے کیونکہ ملازمت شاہی کا کفارہ محتاجون کی حاجت روائی ہے۔

امیر المومنین حضرت حسنؑ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا اگر کسی مومن کی حاجت روائی کروں تو بہ نسبت ستر سالہ اعتکاف کے مجھے زیادہ پسند ہے پیغمبر انبال علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا اس مدت میں رکاب شاہی میں اسلئے میں نے پائون رکھا ہے کہ حاجت مردم برلاؤن بیشتر حکماء و علمائے اسی نکتہ کو پیش نظر رکھ کر ملازمت شاہی اختیار کی ہے۔ شیخ کبیر قدس سرہ سے منقول ہے کہ مسلمانوں کے ایک کام کے لیے آپ ستر مرتبہ بادشاہ کے روبرو گئے مگر مطلب براری نہ ہوئی آخر دن کو عصف الدولہ نے کہا کہ اگر شیخ اس قدر آمدورفت کرنے پر تیرا مطلب نہ حاصل ہو اگر پھر اسکے عرض سے باز نہیں آتا جواب دیا اے بادشاہ میں نے اپنا کام پورا کیا کیونکہ میری نیت خوشنودی خدا کی تھی اور میری آمدورفت سے خدا خوش ہے لیکن تیرا کام البتہ پورا نہ ہوا کہ تو نے امور مسلمانوں میں توجہ نہ کی اور محتاجون کو ناامید کر دیا

اور یہ نہ جانا کہ اہل دولت کا کام اسوقت تک پورا نہیں ہوتا جب تک کہ دوسروں کا کام پورا نہ کر دیں۔

| | |
|--|-----------------------------|
| کار درویش مستمند بر آرد | کہ ترانہ ساز کار ہا باشد |
| عقیدہ الدولہ متنبیہ ہوا اور بہت رویا اور شیخ کی فرمائشوں کو پورا کر دیا۔ | |
| در ساختن کار کسان سعی نما | کار تو شود ساختہ از لطف خدا |

دہم۔ سلطان کو نیکی پر آمادہ رکھے اور ایسا انتظام رکھے کہ اسکی بخشش عام طور پر ہو۔ کہتے ہیں کہ آتا بیک کا وزیر مال شاہی سے بہت کچھ خیرات و مبرات میں صرف کیا کرتا تھا۔ ایک دن آتا بیک نے مستوفی کو بلا کر حکم دیا کہ اگر اب کسی کو جاگیر دیگا تو ہاتھ قلم کر دوں گا۔ دوسرے دن ایک درویش نے وزیر سے سوال کیا کہ ایک جاگیر میرے نام لکھ دو۔ وزیر نے مستوفی کو لکھنے کا اشارہ کیا مگر اسنے تامل کیا تو وزیر نے کہا کہ کیوں لکھنے سے تامل کرتا ہے۔ ہاتھ کاٹنے سے ڈرتا ہے اور اس سے نہیں ڈرتا کہ میں تجھے اٹا لشکاؤں۔ یہ خبر آتا بیک کو پہونچی اسنے وزیر سے بلا کر پوچھا کہ مستوفی کو تو نے کیا سزا دی۔ اسنے جواب دیا کہ میں آپ کی دولت حکومت کی بنیاد خیرات و مبرات سے مضبوط کرنا چاہتا ہوں مگر وہ مانع آتا ہے۔ یہ سنکر آتا بیک رویا اور وزیر کو خلعت دے کر اسکی خزانہ دو بالائی۔

تو ارجین مذکور ہے کہ سلطان ملک شاہ سے لوگوں نے کہا کہ خواجہ نظام الملک خزانہ شاہی سے ایک لاکھ دینار فقرا و علما اور گوشہ نشینوں کو دینے کے لیے نکال لیتا ہے۔ بحالیکہ آپ کو اس سے کچھ فائدہ نہیں اور اتنی رقم سے ایک کثیر فوج جمع کیجاتی ہے۔ سلطان نے یہ بات خواجہ سے کہی تو اسنے جواب دیا کہ اس مبلغ سے بیشک ایک فوج تیار ہو سکتی ہے جو دشمنوں کو شمشیر سے جس کا طول ایک گز ہوتا ہے۔ اور تیر سے جس کی مارتین سو گز تک ہے۔ دغ کرے مگر میں آپ کے لیے ایک ایسا لشکر

مہیا کرتا ہوں کہ اول شب سے صبح تک درگاہ کبریا میں دعا کرتے ہیں اور شہرِ مہر
دلون تک پہنچاتے ہیں اور تیر آہ ساتون فلک کے پار کر دیتے ہیں اور تمام لشکر اور
آپ میں انھیں کی حفاظت میں ہیں۔

دگر گوئے کہ درویش درپناہ کسی است | اگر بادشاہ جہان درپناہ درویش است

ملک شاہ رویا اور کہا میرے لیے اس سے بھی زیادہ لشکر مہیا کر۔
یازدہم اپنے عہدے کی قدر جان کر کار سازی اور دلنوازی کی کوشش کرنی چاہیے
آزار و انداز کسی کو نہ پہنچانا چاہیے ورنہ جب وہ عہدہ ہاتھ سے نکل جائیگا تو بجز حسرت
و افسوس کچھ نہ حاصل ہوگا۔

چون توانستی نہ انستی چہ ہو | چون بد انستی توانستی نہ بود

حکایت ہے کہ ایک بزرگ اپنے عہدہ سے معزول ہوئے تو نہایت جمع و بیقراری
کی حالت میں تھے۔ لوگوں نے کہا کہ آپ سے شخص کو عزل پر افسوس کرنا نامناسب ہو
جواب دیا میں اس معزولی پر افسوس نہیں کرتا کیونکہ جانتا ہوں کہ عمل بے عمل نہیں ہوتا
یہ اضطراب ایسے ہے کہ اگر میں نے اس اثنا میں کسی سے نیکی کی ہے تو حسرت کرتا ہوں
کہ کاش اور زیادہ نیکی کرتا اور اگر بدی سرزد ہوئی تو افسوس کرتا ہوں کہ کاش بدی نہ کرتا۔

چون عاقبت جزاے بد و نیک می دیند | اے کاش نیکی از ہمہ کسبش کردمی

دوازدہم۔ رجوع خلق اور لوگوں کی آمد و رفت سے پریشان نہ ہونا چاہیے بلکہ
خندہ رو رہنا چاہیے اور یقین رکھنا چاہیے کہ ہم انھیں کی خدمت کیلئے لازم ہیں اور
بغیر اسکے کوئی چارہ نہیں حکایت ہے کہ فضل بن سہیل نے اپنی وزارت میں کسی سے
ایک دن کہا کہ لوگوں کی آمد و شد سے میں تنگ آگیا ہوں اور دادخواہوں کی بسیار
گفت و شنود سے ملول ہو گیا ہوں۔ اُس نے کہا اے وزیر اپنا اعزاز پس پشت ڈال کر
عہدہ وزارت میرے سپرد کر دیجیے پھر کوئی آپ کو رنجیدہ نہ کرے گی نہ آپ کے پاس

کوئی آئے گا۔ قطعہ

| | |
|-------------------------|----------------------|
| پیش آن کس کہ اختیار ہست | خلق بے اختیار سے آید |
| وگر آن اختیار رفت ز دست | بدراویہ کار سے آید |

مینزدہم مخلص اجاب پیدا کرنا چاہیے مخلص دوست گنج زر سے بڑھ کر ہے۔
چہار دہم۔ خائن و ظالم حکام سے غافل نہ ہو اور پرہیزگاری تحقیق و تفتیش میں مصروف
رہے اور ستم گیش ظالم کو مظلوم رعایا پر حاکم نہ بنانا چاہیے اور اگر کسی سے کوئی ظلم یا
خیانت سرزد ہو تو اسکی لائق سزا دے کر دوسروں کے لیے ذریعہ عبرت بنانا چاہیے
اور ظالموں کی سیاست میں مطلق بے پروائی نہ کرنی چاہیے۔

پانزدہم۔ عمال سے رشوت نہ لے تاکہ وہ بھی کسی سے رشوت نہ لین اور جب وزیر
رشوت لینے کا عادی ہوگا تو گویا رشوت کی سب کو اجازت ہے بجا لیکہ رشوت لینا
اور دینا دونوں حرام ہے بلکہ رشوت لینا دینے سے بدتر ہے اور وزیر کیلئے یہ شایان نہیں
شانزدہم۔ اگر کسی حاسد کے مکر و فریب یا دشمن کی چغلی پر اطلاع پائے تو اپنے کو
اس طرح ظاہر کرے کہ گویا وہ بے فکر و بے غم ہے اور سلطان کے روبرو انکی بابت
حسد و کینہ کا اظہار نہ کرے کہ انکی شکایت کی تقویت کا باعث ہو۔ اگر مقام سوال و
جواب میں کھڑے ہوں تو نہایت حلم و وقار سے جواب دینا چاہیے۔ خفت و سبکداری
کا اظہار نہ کرے کیونکہ غلبہ ہمیشہ حکم کی طرف ہوتا ہے۔

ہفزدہم۔ اپنے کو سلطان کے سامنے ایسا ظاہر کرے کہ اُسکے ادنیٰ اشارہ پر
اینا کل مال و اسباب شمار کرنے پر تیار ہے۔ اس طرح سے اُسکا مال و اسباب طمع شام
سے محفوظ رہے گا۔ کیونکہ ایسی صورت میں اُسکے مال کو بادشاہ اپنا مال سمجھے گا۔
مینزدہم۔ اگر کسی کے متعلق کوئی خدمت کرے تو خوب غور و فکر کے ساتھ کرنی چاہیے
جیتک بارہا اُسے آزمانے لے اُسپر اعتماد نہ کرے تاکہ انجام کار منفعل و شرمسار

نہ ہونا پڑے۔ نظم

بقدر ہنسہ پایگا ہنسہ فرود
نشايد رسیدن بغور کسےہر عقاش بیاید نخست آزمود
بایام تا بر نیاید بسے

نوزدہم جس کام میں پڑنا آسان ہو مگر اُس سے لکھنا دشوار تو اُسے شروع نہ کرے کیونکہ بزرگوں نے کہا ہے ۔ ۵

رخسہ بیرون شدنش کن دست

تو بہر مہمے کہ در آئے نخست

رہے ار باب قلم سو وہ منشی بن جو سلطان سے تعلق رکھتے ہیں اور انھیں کے زیر عمل منشی گری کی کچہری کہتی ہے۔ انکو چاہیے کہ امانت دار ہوں خوش طبع تیز فہم واقف اصطلاحات ہوں حکیم ارسطو سے لوگوں نے پوچھا کہ بادشاہ کا حاجب بہتر یا کاتب۔ اُس نے جواب دیا کاتب بہتر ہے کیونکہ حاجب اُس کا جزو ہے اور کاتب کل اور اگر کاتب لطیف الطبع ہو تو اپنی ذمہ داری کو بخوبی ادا کر سکتا ہے۔

حکایت ہے کہ شاہ ایران کا معمول تھا کہ ایک فوج منتخب کر کے سیاد وردی ہینا دیتا تھا اور جب جنگ سخت ہوتی تھی تو حکم دیتا تھا کہ آگے بڑھ کر مقابلہ کریں ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ شاہ تومان پچاس ہزار کی جمعیت سے چڑھائی پر آمادہ ہوا جب یقین حملہ کے لیے کھڑے ہو گئے تو شاہ ایران مع چند لوگوں کے ایک بلند جگہ پر کھڑا ہو گیا اور جب اُس نے غنیمت کی کثرت اور زیادتی ملاحظہ کی تو مناسب خیال کیا کہ آج کے دن جنگ سو قوت رکھی جائے اور اپنے قلم سے لکھا کہ سیاہ دارون سے کہو کہ واپس ہو جائیں شاہ کا منشی مرد عاقل تھا اُس نے سمجھا کہ واپسی پر غنیمت کا حوصلہ بہت بڑھ جائیگا۔ ممکن ہے کہ غالب آئیں یہ سوچ کر فی الفور سیاہ دارون میں ایک نقطہ بڑھا کر سیاہ دارون بنا دیا جب امرائے لشکر کو حکم پہنچا تو وہ سمجھے کہ امداد کے لیے خاص فوج آگئی ہے فی الحال لشکر کو بڑھا کر آپ عقب میں ہو گئے اور حملہ کر دیا غنیمت لشکر کی ثبات و جسارت دیکھ کر سیاہ

ہو گیا اور سیاہ دارون کی مدد سے فتح حاصل ہو گئی۔ منشی نے یہ حال بادشاہ سے کہا اُسے خوش ہو کر بڑی نوازش کی اور کہا منشیوں کو ایسا ہی ہونا چاہیے کہ ایک نقطہ سے پچاس ہزار جو انون کو شکست دیں۔

ایک دوسری حکایت یہ ہے کہ ایک بادشاہ نے دوسرے بادشاہ کو لکھا تھا کہ پہلے اسکے کہ تو بچہ حملہ کرے میں تجھ حملہ آور ہوں گا۔ ارکان دولت حیران تھے کہ اسکا کیا جواب لکھیں۔ بادشاہ کا منشی خوش فکر تھا۔ اُس نے کہا کہ میں ایک جواب لکھ سکتا ہوں جسے سب لوگ پسند کریں گے یہ کہہ کر لکھا کہ تو شیشہ ہے۔ اور میں تچہ ہوں۔ خواہ شیشہ پہلے تچہ پر گرے یا تچہ شیشہ پر گرے ایک ہی نتیجہ برسر۔ تمام لوگوں نے اس جواب کو نہایت پسند کیا۔

| | |
|--------------------------|-----------------------------|
| سخن کان از سر دانش نویسد | بمنز و عاتق ملان مقبول باشد |
|--------------------------|-----------------------------|

دوسرے عمال ہیں جو دوزرا سے متعلق ہوتے ہیں۔ عامل کو چاہیے کہ نیک نفس اور خوشخو ہو اور حرص و طمع سے کنارہ کش ہو۔

نوشیروان کا قول تھا کہ عامل کو چاہیے کہ دست بستہ اور کشادہ رہے یعنی نیکی کے لیے ہاتھ کھولے رہے اور خیانت سے ہاتھ باندھے رہے۔ دوسرے یہ کہ رسم بدنہ مقرر کرنا چاہیے اور بلا ضرورت قانون نہ وضع کرے جو بادشاہ کی بدنامی کی وجہ ہو اور خود بھی خلق میں نفرتیں کا ستحق ہو۔

حکایت ہے کہ ایک وزیر نے کسی عامل کو کہیں روانہ کیا تھا عامل نے وہاں سے لکھا کہ اگر فلان کام کروں تو بہت سا روپیہ حاصل کروں۔ وزیر نے جواب لکھا کہ ظالموں اور سخت گیروں کا بازار میرے سامنے سر ہے اور اُنکی زبانیں گنگ ہیں ہاتھ بغایت کوتاہ ہیں۔ پانچ دن کے لیے تو اس کام پر مقرر کیا گیا ہے۔ ایسا نہ کر کہ میری بدنامی کا ذریعہ ہو اور اپنی ذلت و خواری کا سبب۔ دوسرے اس کا تصور نہ کرے کہ اگر بادشاہ یا امیر اس سے رخصتی ہے تو رعیت کی کچھ پروا نہ کرے۔ کیونکہ جسکی دشمن کثیر تعداد رکھایا

ہو وہ سلامت نہیں رہ سکتا۔ ہاں اگر رعایا خوش ہے تو بادشاہ کی خوشنودی کا حاصل ہونا بھی سہل ہے۔

حکایت ہے کہ ایک خلیفہ نے کسی کو کام پر روانہ کیا تھا اُس نے مقام مقررہ پر پہنچ کر جدید قواعد نافذ کیے اور قدیم مناسب اور سہل قواعد منسوخ کر دیے اور بہت سی مالگذاری وصول کر کے خلیفہ کی خدمت میں پہنچا خلیفہ اُس سے بہت ناخوش ہوا اور جبراً نہ کر کے قید کر دیا۔ ایک مدت کے بعد رہا کر کے پھر اُسی خدمت پر روانہ کیا اور حکم دیا کہ گزشتہ سال کی مالگذاری جلد پہنچانا وہ عامل متحیر ہوا اور ایک شیخ سے اس بارہ میں مشورہ کیا۔ شیخ نے فرمایا اس عہدہ کو قبول کر لے کوئی حرج نہیں ہے۔ مگر اس سال رہنمائے نیک مقرر کرنا اور درویشوں۔ فقر اکو و خائف و جاگیر دینا کہ اس سے کوئی آفت نہ پہنچے گی۔ چنانچہ وہ شخص گیا اور شیخ کے کہنے کے بموجب اچھا انتظام شروع کیا اور سال گزشتہ کی مالگذاری بجائے دس دینار کے آٹھ ہی دینار وصول کر کے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ خلیفہ اُس سے بہت خوش ہوا اور اُس کے حال پر بڑی نوازش کی۔ اُس نے شیخ سے پھر سوال کیا کہ باوجودیکہ سال گزشتہ میں آمدنی میں نے بہت بڑھادی تھی مگر اُس کے بدلہ میں سزا جگتنی پڑی اور اس سال کم مال لایا مگر بادشاہ خوش ہوا۔ اسکی کیا وجہ ہے۔ شیخ نے جواب دیا اُس مرتبہ کئی ہزار آدمی تیرے دشمن تھے جسکا نتیجہ بد ہوا اور اسقدر لوگ ابکی تیرے شفیع ہیں جو یہ ثمرہ حاصل ہوا۔ ۵

بدی مکن کہ درین کشت زار زود زوال

بد اس دہر ہماں بد روئے کہ می کار ہی

اور چونکہ مصاحبین بادشاہ کے ساتھ مجالست سے مشرف ہیں لہذا انکو قواعد ادب اور حرمت کا زیادہ لحاظ رکھنا چاہیے اسانکی شرط یہ ہے کہ جو چیز بادشاہ کے

نزدیک مقبول ہو اُسے مقبول اور وہ جسے مکروہ جانے اُسے مکروہ جانیں اور بادشاہ کی مقبول چیزوں کو اختیار کریں خواہ وہ اُنکے ناپسند ہی کیوں نہ ہوں۔ اور نیک سلطان کو چاہیے کہ خوب ذہن نشین کرے کہ بندگی خدا اور خدمت مخلوق میں ترک حفظ نفس کے سوا اور کوئی چیز مفید نہیں ہے اور جب یہ بات اُسکے ذہن نشین ہو جائیگی تو جس معاملہ کی بابت اُسکے اور سلطان کے مابین گفتگو ہو اور اُس معاملہ میں خود کو بہرہ مند ہوتا ہوا دیکھے تو اپنا نفع ترک کرے اور اُس سے الگ ہو کر اُسکا نفع خاص بادشاہ کے لیے محفوظ رکھے تاکہ اُسکا نتیجہ اچھا ہو اور اُسکو بھی فائدہ حاصل ہو اور اگر پہلے ہی سے نفع کے حصول میں مشغول ہو گا تو آخر کار کام بکڑ جائے گا اور نقصان اٹھانا پڑے گا اور چونکہ وہ بادشاہ کی مجلس میں خوش اور گستاخ ہو جاتا ہے لہذا بہت لحاظ رکھنا چاہیے کہ کوئی کلمہ نا ملائم یا طنز بادشاہ سے نہ کہہ بیٹھے۔ اگرچہ حق اپنی ہی جانب کیوں نہ ہو اور اگر کوئی بری بات بادشاہ سے سرزد ہو تو ہرگز ہرگز کہیں اُسکا ذکر نہ کرے اگر سہواً کہیں منہ سے نکل جائے تو اُسکا اعتراف نہ کرے اگرچہ اُسکی خبر سلطان کو پہنچ چکی ہو کیونکہ اقرار و انکار میں بہت فرق ہے۔ اور اگر اُسکے اور بادشاہ کے درمیان کوئی ایسا واقعہ ہو کہ اسکی قباحت دونوں میں سے کسی پر عاید ہوتی ہے تو الزام اپنے ہی سر لے اور سلطان کی براءت ظاہر کرے اور جب بادشاہ بری الذمہ ہو جائے تو کوشش کرے کہ اپنے ذمہ سے بھی یہ اتہام رفع ہو جائے بادشاہوں کی خدمت میں رہنے کے لیے چشم و دل دست و زبان کو اُسی کا فرمان نیکو بنانا چاہیے تاکہ سلامتی حاصل رہے۔ رباعی۔

| | |
|-----------------------------|---------------------------------|
| پیوستہ دو گوشہ شہ باید داشت | فرمان و را چشم برہ باید داشت |
| از نیکی کوئی زبان باید کرد | وزیر دل و دیدہ را نگہ باید داشت |

اصمعی کا بیان ہے کہ ایک دن مین خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اُسوقت وہ تخت

پر ممکن تھا اور اُس کے پہلو میں پنج سالہ لڑکی بھی بیٹھی ہوئی تھی خلیفہ نے مجھے فرمایا کہ یہ لڑکی کون ہے۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے معلوم نہیں۔ خلیفہ نے فرمایا کہ یہ میری بیوتی ہے اور اُس کے سر پر بوسہ دو۔ میں متحیر ہوا اور جی میں سوچا کہ اگر خلاف حکم کرتا ہوں تو سزا دے گا اور اگر امتثال امر کرتا ہوں تو ممکن ہے کہ اسے غیرت آئے اور مجھ سے ناراض ہو۔ یہ سوچ کر اٹھا اور سر آستین لڑکی کے سر پر کھٹکے اٹھا لیا اور اُسے بوسہ دیا خلیفہ نے اس ادب کو نہایت پسند کیا اور کہا کہ اگر اس کے خلاف کرتا تو نعمت حیات سے محروم ہو جاتا۔ پس مجھے دس ہزار دینار انعام دیا۔ میں نے اس شکرا نہ میں کہ اس گرداب بلا سے مخلصی پائی۔ سب کو صدقہ میں تقسیم کر دیا۔ آدابِ ندامت میں یہ حکایت بیان کی گئی ہے کہ ایک بادشاہ کے پاس نہایت حسین ملازم تھا۔

رضی چنان کہ زور رشید و ماہ نتوان کرد
خطی چنانکہ ز مشک سیاہ نتوان کرد

ایک دن بادشاہ نے اپنے مصاحب سے کہا کہ یہ جوان صورت زیبا اور سبقت دلکش رکھتا ہے۔ اُس نے جواب دیا بیشک وہ نہایت چمکچ و ملیح ہے ساتھ ہی لطیف و ظریف بھی خوب ہے۔ بادشاہ نے فرمایا کیا تو اُسے دوست رکھتا ہے اُس نے جواب دیا نہیں۔ بادشاہ نے وجہ پوچھی تو کہا کہ جسے بادشاہ دوست رکھے میں کین ہوں جو اُسے دوست رکھوں سلطان کو اُس کا ادب نہایت پسند آیا اور اُس کا مرتبہ بڑھایا۔ قطعہ

گر بجائے رسد عجب نبود
جسے بہتر از ادب نبود

ہر کر اما یہ ادب باشد
چون ادب است احب کم نیست

اس رسالہ کا حجم چونکہ بڑھ گیا ہے لہذا اب مناسب ہے کہ فلم روک لیا جائے اور

دعاے دولت روز افزون پر ختم کیا جائے۔ ۵

سخن نہ بربنج اختصار رفت آن به
خدا یا تا فلک را سر بلندی است

کہ طے کنم دگر این نامہ را کہ وقت دعاست
بزرگان را از حکمت ارجندی است

شہزادہ عالی رے و عالم آرے کالوے سپہر اس اور ریاات آسمان فرسایمنوی

فروزان رویش از فراگهی
ابوالمحسن شہنشاہ ہے جوان تخت

درخشان گوکبی از برج شاهی
کہ بر خوردار باد از تاج و از تخت

بقائے عالم تک تا بان اور چکنا ہے اور کوکبہ عظمت و دبیرہ حشمت سپہر
فتح و نصرت پر طالع و درخشان ہے عین دعا از من و از خلق جهان آمین باد۔
یہ رسالہ پر از اسرار حکمت ختم ہوا اور اسکی تاریخ اختتام نام ہی سے ظاہر ہوتی
ہے جو نام نامی آنحضرت کی طرف مضاف ہے۔ قطعہ

با خاتمہ گفتہ کنہ رساختی قلم
اخلاق محسنی بہ تمامی نوشتہ شد

وز مقدم تو چشم سخن یافت روشنی
تاریخ ہم نویس از اخلاق محسنی

خاتمۃ الطبع از جانب کارپردازان مطبع

پس از محمد کریم و رحیم و نعمت رسول مقبول مخاطب خطاب انگلی علی خلق عظیم پوشیدہ
سبا کہ درین زمان بفضل ایزد متان کتاب نہایت خطاب مسمی محبوب الاخلاق ترجمہ
اردو اخلاق محسنی کہ بظاہر شریعہ و مجتہدست و در حقیقت محیطی را بکوزہ آورده و
در عبارت صاف و سلیس ترجمہ فرمودہ بار دوم در مطبع نامی گرامی منشی نو لکشیور بہاہ
جولائی ۱۹۱۹ء مطابق ماہ شعبان العظمیٰ ۱۳۳۸ھ بہ اتمام نام و حسن و نظام بابونہر لال
بجا رگو پیر شہنشاہ مطبع موصوف حلیہ طبع پوشید

| | |
|-------|---------|
| ۱۷۲۰۳ | دفترتبر |
| الف ۹ | فهرست |
| ۱۲۱۱ | مجموعه |